چھٹا باب

خدمات دارالعلوم دیوبند

- دارالعلوم دیوبند: تجدید دین کی عالم گیر تحریک ________ ۲۹۷
- دارالعلوم دیوبند: دینی تعلیمی تحریک کا بین الاقوامی مرکز ________ ۳۰۶
- علمائے دیوبند اور تحفظ دین کی خدمات ________ ۳۱۲
- علمائے دیوبند اور عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ ________ ۳۱۹
- علمائے دیوبند اور ردشیعیت ________ ۳۲۸
- علمائے دیوبند اور شرک و بدعت کا مقابلہ ________ ۳۳۴
- علمائے دیوبند اور فتنۂ عدم تقلید کا تعاقب ________ ۳۴۳
- غیر اسلامی افکار و تحریکات کے خلاف علمائے دیوبند کی خدمات ________ ۳۵۱
- علمائے دیوبند کی اصلاحی اور تبلیغی خدمات ________ ۳۵۸
- علمائے دیوبند کی قرآنی خدمات ________ ۳۶۵
- علمائے دیوبند اور خدمت حدیث ________ ۳۷۴
- علمائے دیوبند کی فقہی خدمات ________ ۳۸۵
- علمائے دیوبند اور خدمات عربی زبان و ادب ________ ۳۹۷
- علمائے دیوبند اور اردو زبان ________ ۴۰۷
- تحریک آزادئ ہند اور علمائے دیوبند ________ ۴۱۶
- علمائے دیوبند کی ملّی و سماجی خدمات ________ ۴۲۶

دارالعلوم دیوبند: تجدید دین کی عالم گیر تحریک

انیسویں صدی عیسوی میں یوروپی استعمار کی چیرہ دستیوں اور پوری دنیا خصوصاً عالم اسلام پر تصرف اور قبضہ سے ایک عالمگیر سیاسی، سماجی اور دینی بحران پیدا ہو چکا تھا۔ یوروپی استعمار اپنے ساتھ عیسائیت اور الحاد و بے دینی کا ایک سیلاب بلا خیز بھی ساتھ لا رہا تھا۔ پورے عالم اسلام کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوگا کہ اس وقت مسلمانوں کی قوت فکر و عمل مفلوج ہو کر رہ گئی تھی اور انڈونیشیا سے مراکش تک کے طول و عرض میں کوئی قابل ذکر تحریک موجود نہ تھی جو اس نازک صورت حال میں مغربی استعمار اور الحاد کے خلاف آہنی دیوار بن کر کھڑی ہو جاتی۔ ایسے نازک دور اور عالمگیر سناٹے میں پہلی صدائے حق دیوبند سے اٹھی جو اگر چہ ابتدا میں ہلکی اور نحیف تھی لیکن آہستہ آہستہ وہ الحاد و بے دینی اور ظلم و بربریت کے ہولناک سناٹے کو چیرتی چلی گئی اور نصف صدی کے اندر اندر پوری دنیا میں اس کا ڈنکا بجنے لگا:

تا ابد گوشِ جہاں زمزمہ زا خواہد بود
زیں نواہا کہ دریں گنبدِ گردوں زدہ ایم

عالم اسلام کی مؤثر ترین دینی تحریک

یہ ایک نمایاں حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی حیات اجتماعی کی نشاۃِ ثانیہ کی تاریخ میں دارالعلوم کی مسلسل تعلیمی اور تبلیغی جد و جہد کا بڑا حصہ ہے۔ دارالعلوم کی طویل زندگی میں حوادث کے کتنے ہی طوفان اُٹھے اور حالات و سیاسیات میں کتنے ہی انقلاب آئے مگر یہ ادارہ جن مقاصد کو لے کر عالمِ وجود میں آیا تھا، انتہائی استقلال اور ثابت قدمی کے ساتھ ان کی تکمیل میں سرگرم عمل رہا۔ فکر و خیال کے ان ہنگاموں اور فتنۂ مغرب میں ڈوبی ہوئی تحریکوں کے دور میں اگر بالعموم مدارس عربیہ اور بالخصوص دارالعلوم جیسے ادارے کا وجود نہ ہوتا تو نہیں کہا جا سکتا کہ آج مسلمان جمود و بے حسی کے کس گردابِ عظیم میں پھنسے ہوئے ہوتے۔ ارشاد و تلقین، تبلیغ و تذکیر، تعلیم و تربیت اور اصلاحِ خلق کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں دارالعلوم کے فضلا مصروف عمل نہ ہوں اور ملت اسلامیہ کی اصلاح و تربیت میں انھوں نے اہم کردار ادا نہ کیا ہو، دعوت و ارشاد اور وعظ و تبلیغ کے بڑے بڑے جلسوں کی رونق اس وقت برصغیر میں دارالعلوم ہی کے گرامی قدر علماء کے دم سے قائم ہے۔ بڑے بڑے مدارس اسلامیہ کی مسند تدریس کی زینت آج یہی اصحاب ہیں۔

دارالعلوم دیوبند صرف ایک تعلیم گاہ ہی نہیں بلکہ درحقیقت ایک مستقل تحریک اورتجدید دین کا مرکز ہے جس سے ہندوپاک اور بنگلہ دیش کے علاوہ پورے ایشیا، مشرقی وجنوبی افریقہ اور یورپ وامریکہ کے کروڑہا کروڑ مسلمان وابستہ ہیں اوراسے اپنا علمی وفکری مرکز سمجھتے ہیں۔ الحمدللہ دارالعلوم دیوبند کا علمی وفکری فیض ایشیا سے گذر کر افریقہ، یورپ اور امریکہ تک پہنچ چکا ہے۔ ان علاقوں میں دارالعلوم کے فیض یافتہ افراد دینی وعلمی خدمات انجام دے رہے ہیں اور مرکزی شہروں اور دیہاتوں میں دارالعلوم کے طرز پر اسلامی درس گاہیں کھل چکی ہیں۔

برصغیر میں احیائے اسلام کا مرکز

دارالعلوم دیوبند نے برصغیر کے مسلمانوں کی دینی زندگی میں ان کو ایک ممتاز مقام پر پہنچانے کا بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے، یہ نہ صرف ایک بین الاقوامی تعلیمی ادارہ ہے بلکہ ذہنی نشوونما، تہذیبی ارتقا اور ملّی حوصلہ مندیوں کا ایک ایسا مرکز بھی ہے جس کے صحیح علم، بلند کردار اور نیک نیتی پر مسلمانوں کو ہمیشہ بھروسہ اور فخر رہا ہے۔ جس طرح عربوں نے ایک زمانے میں یونانیوں کے علوم کو ضائع ہونے سے بچایا تھا ٹھیک اسی طرح دارالعلوم دیوبند نے اس زمانے میں علوم اسلامیہ بالخصوص علم حدیث کے تحفظ واشاعت کی جو گراں قدر خدمت انجام دی ہے وہ اسلام کی علمی تاریخ میں ایک زریں کارنامے کی حیثیت رکھتی ہے۔ دارالعلوم دیوبند نے ہندوستان میں نہ صرف دینی علوم اور اسلامی قدروں کی بقا وتحفظ کے زبردست اسباب فراہم کئے ہیں بلکہ اس نے تیرہویں صدی ہجری کے اواخر اور چودھویں صدی ہجری کی معاشرتی اور سیاسی زندگی پر بھی بہت دوررس اور نتیجہ خیز اثرات ڈالے ہیں۔

ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کے زوال کے بعد جب انگریزوں نے اپنے سیاسی مصالح کے پیش نظر اسلامی علوم وفنون کی قدیم درسگاہوں کو یکسر ختم کردیا تھا اس وقت ضرورت تھی کہ نہ صرف اسلامی علوم وفنون اور اسلامی تہذیب کی بقا کے لئے بلکہ مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت کے لئے ایک تحریک شروع کی جائے جو مسلمانوں کو الحاد وبے دینی کے فتنۂ عظیم سے محفوظ رکھ سکے۔ اس وقت اسلام کے تحفظ کی تمام ذمہ داری علمائے کرام کے کاندھوں پر تھی، کیوں کہ اسلامی حکومت کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ علمائے کرام نے اپنا فرض انجام دینے میں کوئی کوتاہی نہیں کی اور مسلمانوں کی تمام توقعات دارالعلوم دیوبند کے ذریعہ بدرجۂ اتم پوری ہوئیں۔

دارالعلوم دیوبند سے جو افراد فارغ ہوئے انھوں نے تعلیم وتبلیغ، تزکیۂ اخلاق، تصنیف وتالیف، فقہ وفتاویٰ، مناظرہ وخطابت، صحافت وتذکیر اور حکمت وطب وغیرہ میں جو بیش بہا خدمات انجام دی ہیں وہ کسی مخصوص خطے تک محدود نہیں ہیں، بلکہ ہندوپاک کے ہر ہر خطہ کے علاوہ بیرونی ممالک میں بھی پھیل چکی ہیں۔ دارالعلوم نے اپنے یومِ قیام سے اب تک برصغیر کے کونے کونے اور دنیا بھر کے مرکزی اور بڑے شہروں میں اپنے فرزندانِ رشید کو پہنچادیا ہے جو پورے خطے میں آفتاب وماہتاب بن کر چمک رہے ہیں اور مخلوق خدا کو ظلمت وجہل سے نکال کر نورِ علم سے مالامال کررہے ہیں۔

دارالعلوم دیوبند نے جہاں ایک طرف مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت کے لیے صحیح الفکر علماء وفضلاء

پیدا کیے وہیں مدارس اسلامیہ کے وسیع نظام کے ساتھ دینِ اسلام کی اشاعت کا سامان بھی پیدا کیا۔ برصغیر کی پچھلی ڈیڑھ سو سالہ دینی و سماجی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوگا کہ برصغیر کے مسلمانوں کی زندگی میں سب سے زیادہ مثبت اثر دارالعلوم کی تحریک سے پیدا ہوا ہے اور مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں سب سے زیادہ حصہ علمائے دیوبند کی علمی و دینی کوششوں کا رہا ہے۔

عالمی دینی تعلیمی تحریک کا مرکز

ہندوستان میں برطانوی نظام تعلیم کے جاری ہونے کے بعد جب یہاں ایک نئی تہذیب اور نئے دور کا آغاز ہو رہا تھا تو اس نازک وقت میں دارالعلوم کے اکابر نے دینی تعلیم اور مدارس اسلامیہ کے قیام کی تحریک شروع کردی، خدا کے فضل و کرم سے ان کی تحریک مسلمانوں میں مقبول ہوئی، چنانچہ برصغیر میں جگہ جگہ دینی مدارس جاری ہوگئے اور یہ سلسلہ ایک وسیع نیٹ ورک کی شکل میں روز بروز وسعت پذیر ہے۔ بہت ہی قلیل مدت میں دارالعلوم کی شہرت بامِ عروج کو پہنچ گئی اور بہت جلد دارالعلوم نہ صرف متحدہ ہندوستان (بشمول پاکستان و بنگلہ دیش) بلکہ افغانستان، وسط ایشیا، انڈونیشیا، ملیشیا، برما، تبت، سیلون اور مشرقی و جنوبی افریقہ، یورپ، امریکہ و آسٹریلیا کے ممالک کے مسلمانوں کے لیے ایک بین الاقوامی دینی تعلیم کی تحریک کا مرکز بن گیا۔

اس وقت سے لے کر اب تک برصغیر کے طول و عرض میں بحمد اللہ بے شمار دینی مدارس جاری ہو چکے ہیں، اور روز بروز اُن کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، حتی کہ جو مدرسے دارالعلوم کے مزاج و مذاق سے ہٹے ہوئے ہیں یا دارالعلوم کے نصاب تعلیم کی اتباع نہیں کرتے ہیں ان کا نظام بھی دارالعلوم کے وضع کردہ بنیادی اصولوں پر قائم ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ آج برصغیر میں جس قدر بھی دینی مدارس نظر آتے ہیں ان میں سے بیشتر وہی ہیں جو دارالعلوم دیوبند کے نقش قدم پر یا اس کے قائم کردہ اثرات سے جاری ہوئے ہیں؛ اس طرح دارالعلوم دیوبند کا وجود اسلام کی جدید تاریخ میں ایک عہد آفریں حیثیت رکھتا ہے، اور یہیں سے اس وقت پورے برصغیر میں دینی تعلیم گاہوں کا جال پھیلا ہوا ہے۔ ہندوستان میں موجود مدارس کا کوئی حتمی اعداد و شمار موجود نہیں تاہم چھوٹے بڑے مدارس کی تعداد ایک اندازے کے مطابق دس ہزار سے زائد ہے۔ یہ تعداد ان لاکھوں مکاتب کے علاوہ ہے جو تقریباً ہر مسجد اور مسلم محلّہ میں قائم ہوتے ہیں۔

ہندوستان کے علاوہ، پاکستان اور بنگلہ دیش کے چپے چپے میں بھی اسی نہج پر ہزاروں مدرسے قائم ہیں جن کے ایک ایک بڑے مدرسے میں ہزاروں طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ پاکستان میں وفاق المدارس کے تحت دس ہزار کے قریب مدارس کا متحدہ پلیٹ فارم بھی قائم ہے جن میں اکثریت دیوبندی مدارس کی ہے۔ اسی طرح بنگلہ دیش میں بھی دینی مدارس ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں۔ ہندو پاک اور بنگلہ دیش کے علاوہ برصغیر کے قریب دیگر ملکوں جیسے مشرق میں برما، شمال میں نیپال، مغرب میں افغانستان و ایران اور جنوب میں سری لنکا وغیرہ میں بھی کافی مدارس دارالعلوم

کے طرز پر قائم ہیں۔ان مدارس سے ہزاروں علماء ہر سال فارغ ہوکر معاشرہ میں علم کی روشنی پھیلاتے ہیں۔ براعظم افریقہ کے جنوبی ملکوں خصوصاً ساؤتھ افریقہ میں دارالعلوم کے طرز کے سیکڑوں چھوٹے بڑے مدارس قائم ہیں۔اسی طرح براعظم یورپ میں خصوصاً برطانیہ میں متعدد بڑے دارالعلوم اور مدارس قائم ہیں ۔ بحر اٹلانٹک کے اس پار ریاستہائے متحدہ امریکہ، کناڈا اور ویسٹ انڈیز میں بھی دارالعلوم قائم ہو چکے ہیں اور دارالعلوم کے نہج پر علوم دینیہ کی تدریس و اشاعت میں مشغول ہیں۔ دوسری طرف مشرق میں آسٹریلیا، فیجی، نیوزی لینڈ وغیرہ میں بھی الحمد للہ دارالعلوم دیوبند کے نہج پر مدارس قائم ہیں۔

دفاع اسلام کا مضبوط قلعہ

دین اسلام کے بنیادی عقائد کی حفاظت، اسلامی افکار و روایات کی پاسداری اور تمام فرق باطلہ اور افکار فاسدہ سے اسلام کا دفاع دارالعلوم دیوبند کے اکابر اور فضلاء کا طغرائے امتیاز رہا ہے۔ ہندوستان میں برطانوی استعمار کی نحوست سے مسلمانوں کو نت نئے فتنوں سے واسطہ پڑا، اسلام دشمن طاقتوں نے مسلمانوں میں افتراق وانتشار پیدا کرنے کے لیے باطل افکار وفرق کو خوب خوب پھلنے پھولنے کا موقع دیا۔خود مسلمانوں کی ایک بڑی اکثریت زوالِ اقتدار کے ساتھ دینی واخلاقی زوال سے دو چار تھی۔ مسلمانوں کے عقائد وافکار میں تزلزل اور اضطراب پیدا ہو چکا تھا۔اس نازک دور میں جب مسلمان سیاسی جنگ ہار چکا تھا، ایک طرف عیسائیت پوری قوت کے ساتھ حملہ آور تھی، آریہ سماجیوں اور ہندوؤں کی یلغار تھی، تو دوسری طرف خود مسلمانوں کی صفوں سے ایسے افراد اور جماعتیں جنم لے رہی تھیں جو مختلف زاویوں سے اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے میں لگی ہوئی تھیں۔

دارالعلوم دیوبند اپنے روز قیام سے اسلام کے دفاع میں تمام فرق باطلہ وافکار فاسدہ کے خلاف سد سکندری کی طرح ڈٹا رہا اور حدیث مبارک یحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنهم تحريف الغالين وانتحال المبطلين و تاويل الجاهلين، طبرانی (ہر آئندہ نسل میں سے اس علم کے حامل ایسے عادل لوگ ہوتے رہیں گے جو اس سے غلو کرنے والوں کی تحریف، باطل پرستوں کے غلط انتساب اور جاہلوں کی تاویل کو دور کرتے رہیں) کے مطابق دینی عقائد وتعلیمات کا بھر پور دفاع کیا اور قرآن وحدیث اور صحابہ وسلف سے آنے والے متوارث دین کو اس کی اصلی حالت میں نئی نسلوں تک پہنچایا۔علمائے دیوبند کو اس فرض کو انجام دینے میں مختلف محاذوں پر بیک وقت لڑنا پڑا۔حضرات علمائے دیوبند نے افکار فاسدہ اور فرق ضالہ کے رد کے سلسلے میں نہایت اعتدال اور توازن سے کام لیا؛ ایک طرف اسلامی عقائد واعمال کی حفاظت کا فریضہ ادا کرنا ان کا مقصد تھا، وہیں دوسری طرف مختلف فکر کے ماننے والے مسلمانوں کے تئیں ان کے دل میں دل سوزی، مخلصانہ اصلاح اور نصیحت و خیرخواہی کا جذبہ موجزن تھا، یہی وجہ ہے کہ حضرات اکابرین دیوبند کی تحریر وتقریر میں متانت وسنجیدگی، علمی بنیادوں پر اختلاف اور اعتدال وتوازن کا عنصر بہت نمایاں ہوتا تھا۔

عیسائیت کا مقابلہ

ہندوستان پر انگریزی تسلط کے بعد عیسائی مشنریاں برصغیر میں اس زعم سے داخل ہوئی تھیں کہ وہ ایک فاتح قوم ہیں اور مفتوح قومیں فاتح قوم کی تہذیب کو آسانی سے قبول کرلیتی ہیں۔انھوں نے پوری کوشش کی کہ مسلمانوں کے دل و دماغ سے اسلام کے تہذیبی نقوش مٹادیں یا کم از کم انہیں ہلکا کردیں تاکہ بعد میں انھیں اپنے اندر ضم کیا جاسکے اور اگر وہ عیسائی نہ بن سکیں تو اتنا تو ہو کہ وہ مسلمان بھی نہ رہ جائیں۔اس محاذ پر دارالعلوم اور اکابر دیوبند نے عیسائی مشنری اور مسیحی مبلغین سے پوری علمی قوت سے ٹکر لی اور نہ صرف علم و استدلال سے ان کے حملے پسپا کردیئے بلکہ عیسائی تہذیب اور ان کے مذہبی ماخذ پر کھلی تنقید کی اس سلسلے میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی خدمات سے علمی دنیا اچھی طرح واقف ہے۔

ہندو احیاء پرستی کا مقابلہ

ہندوستان میں ایک بڑی تعداد ایسے مسلمانوں کی تھی جن کے آباء واجداد نے کسی زمانے میں ہندو مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کیا تھا۔انگریزوں نے سیاسی اقتدار پر تسلط جما لینے کے بعد یہاں کے ہندوؤں کو اکسایا کہ یہ مسلمان جو کسی زمانہ میں تمہاری ہی قوم کے ایک حصہ تھے اس لیے اپنی عددی قوت کو بڑھانے کے لیے انھیں دوبارہ ہندو بنانے کی کوشش کرو چناں چہ انگریزوں کی خفیہ سرپرستی میں آریہ سماج کے ذریعہ مسلمانوں کو مرتد کرنے کی تحریک پوری قوت سے شروع ہوگئی۔اسلام کے خلاف اس فکری محاذ پر حالات سے ادنیٰ مرعوبیت کے بغیر اکابر دارالعلوم نے اسلام کا کامیاب دفاع کیا۔تقریر وتحریر، بحث ومناظرہ اور علمی و دینی اثر ونفوذ سے اس ارتدادی تحریک کو آگے بڑھنے سے روک دیا بالخصوص علمائے دیوبند کے سرخیل اور قائد وامام حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اس سلسلے میں نہایت اہم ومؤثر خدمات انجام دیں برصغیر کی مذہبی وسماجی تاریخ کا ایک معمولی طالب علم بھی حضرت موصوف کی ان خدمات جلیلہ سے پوری طرح واقف ہے۔تقسیم ہند کے قیامت خیز حالات میں جب کہ برصغیر کا اکثر حصہ خون کے دریا میں ڈوب گیا تھا اس ہولناک دور میں بھی شدھی وسنگھٹن کے نام سے مسلمانوں کو مرتد کرنے کی ایمان سوز تحریک برپا کی گئی۔اس موقع پر بھی علمائے دیوبند وقت کے خونی منظر سے بے پروا ہو کر میدان میں کود پڑے اور خدائے رب العزت کی مدد ونصرت سے ارتداد کے اس سیلاب سے مسلمانوں کو بحفاظت نکال لے گئے۔

قادیانیت کا مقابلہ

الحمدللہ علمائے دیوبند کو یہ فخر حاصل ہے کہ جب ختم نبوت کے عظیم بنیادی عقیدہ پر یلغار کی گئی اور انگریز کی خانہ ساز نبوت مسلمانوں کو ارتداد کی دعوت دینے لگی تو علمائے دیوبند سب سے پہلے پوری قوت کے ساتھ میدان

میں آئے اور مسلمانوں کو اس ارتدادی فتنہ سے خبر دار کیا۔ اکابر دارالعلوم اور اساطین علمائے دیوبند نے اپنی گراں قدر علمی تصانیف، موثر تقاریر اور لاجواب مناظروں سے انگریزی نبوت کے دجل وفریب کا اس طرح پردہ چاک کیا اور ہر محاذ پر ایسا کامیاب تعاقب کیا کہ اسے اپنے مولد ومنشاء لندن میں محصور ہو جانا پڑا۔ علمائے دیوبند کے علمی و فکری مرکز دارالعلوم دیوبند کی زیر نگرانی حریم ختم نبوت کی پاسبانی کی یہ مبارک خدمت پوری توانائیوں کے ساتھ آج بھی جاری وساری ہے۔

شیعیت کا مقابلہ

دارالعلوم ایک ایسے وقت میں قائم ہوا جب کہ انگریزوں نے لکھنؤ وغیرہ کی شیعی حکومت کا ۱۸۵۷ء میں الحاق کر کے اس کا وجود مٹا دیا تھا، لیکن اودھ کی شیعی حکومت اور سلطنت مغلیہ میں شیعوں کے گہرے اثرات کی وجہ سے ان کے مذہبی عقائد کی چھاپ بالخصوص پورے شمالی ہند اور بالعموم سارے ہندوستان پر پڑ گئی تھی۔ پورے ہندوستان میں شیعی عقائد اور ان کے مشرکانہ رسوم غیر شیعہ مسلمانوں کے دل ودماغ میں اس قدر رچ بس گئے تھے کہ اگرچہ ان کو صحیح طور پر کلمۂ شہادت بھی ادا کرنا نہ آتا ہو، مگر وہ تعزیہ داری اور اس کے ساتھ عقیدت مندی کا والہانہ جذبہ سینوں میں موج زن رکھتے تھے اور اس کو اپنے مسلمان ہونے کی سند سمجھتے تھے۔ حیرت ناک بات یہ تھی کہ شیعہ اتنے بڑے ملک میں سنیوں کے مقابل میں مٹھی بھر تھے لیکن کروڑوں اہل سنت والجماعت مسلمانوں کے دلوں میں شیعوں نے اپنے سارے عقائد ومراسم، جذبات وخیالات کی چھاپ ڈال دی تھی اور پورے ہندوستان کو شیعیت کے رنگ میں رنگ دیا تھا۔ علمائے دیوبند کا یہ قابل فخر کارنامہ ہے کہ انھوں نے برصغیر کو شیعوں کے ہمہ گیر اثرات سے پاک کیا اور اہل سنت والجماعۃ کے عقائد وافکار کی حفاظت واشاعت کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا۔ علمائے دیوبند نے کتابوں، فتاوی اور بیانات کے ذریعہ امت مسلمہ کی بھرپور رہنمائی فرمائی۔

شرک وبدعت کا مقابلہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام جب ہندوستان پہنچا تو یہاں کی قدیم تہذیب وتمدن، رسم ورواج، طور وطریق، ذہن ومزاج اور مذہبی تعلیمات وروایات پر اس نے زبردست اثر ڈالا، لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہندو تہذیب نے بھی مسلم تہذیب کو کم متاثر نہیں کیا ہے۔ یہ اثرات مسلم سماج میں اس طرح پیوست ہو کر رہ گئے کہ آج یہ احساس بھی مٹ گیا کہ یہ رسم ورواج اور طور وطریق اسلامی معاشرہ میں غیر مسلموں سے آئے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ علمائے سوء دنیا کمانے کے لیے شرک وبدعت کی تائید میں سامنے آ گئے اور انھوں نے مستقل فرقہ کی شکل اختیار کر لی۔ علمائے دیوبند نے احقاق حق اور ابطال باطل کا فرض پوری دیانت داری سے ادا کرتے ہوئے پورے ملک میں اہل بدعت کا مقابلہ کیا، ان سے مناظرے کیے اور عوام پر حق واضح کیا۔ اس سلسلہ میں حضرت

مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا مرتضی حسن چاند پوریؒ وغیرہ نے ناقابل فراموش خدمات انجام دیں اور ان کے اخلاف کے ذریعہ اصلاح عقائد واعمال کا یہ مبارک سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

غیر مقلدیت کا مقابلہ

تاریخ شاہد ہے کہ ہندوستان کی تقریباً تمام اہم مسلم حکومتوں نے مذہب حنفی کا اتباع کیا اور فقہ حنفی ہی تمام قوانین وضوابط کی بنیاد بنا رہا۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی غالب اکثریت مذہب حنفی کی پابند تھی۔ پوری مسلم تاریخ میں تقلید سے انحراف، اسلامی روایات سے بغاوت اور سلف صالحین سے نفرت وکدورت کا کوئی قابل ذکر ثبوت نہیں ملتا۔ لیکن آخری زمانے میں جب سلطنت مغلیہ روبہ زوال تھی اور ہندوستان میں انگریزوں کے ناپاک قدم پڑ چکے تھے، اس وقت نت نئی جماعتوں نے جنم لینا شروع کیا۔ عدم تقلید کا فتنہ بھی اسی تاریک زمانے کی پیداوار تھا۔ اس فرقہ نے بالکل خارجیوں جیسا طریقۂ کار اپنا کر نصوص فہمی کے سلسلہ میں سلف صالحین کے مسلمہ علمی منہاج کو پس پشت ڈال کر اپنے علم وفہم کو حق کا معیار قرار دے کر اجتہادی اور مختلف فیہ مسائل کو اولیٰ وغیر اولیٰ کی حدود سے نکال کر حق وباطل اور ہدایت وضلالت کے درجہ میں پہنچا دیا، اور وہ فرد وطبقہ جو اُن کی اس غلط فکر سے ہم آہنگ نہیں تھا اس کو وہ ہدایت سے عاری، مبتدع، ضال ومضل اور فرقۂ ناجیہ بلکہ دین اسلام سے ہی خارج قرار دے دیا۔ علمائے دیوبند نے عمل بالحدیث کے نام سے اباحیت، ذہنی آزادی اور نفس پرستی کے اس فتنہ کا بھرپور مقابلہ کیا اور غیر مقلدین کے ذریعہ اٹھائے گئے مسائل پر ان حضرات نے عظیم الشان تحقیقی مواد یکجا کر دیا۔ پچھلی دہائیوں میں عالم عرب خصوصاً سعودی عرب میں تیل کی دولت کے ظہور کے بعد جب اس فتنے نے دوبارہ نہایت شدومد کے ساتھ بال وپر نکالنے شروع کیے اور عرب کی سلفی ووہابی تحریک سے ہم رنگ ہو کر اور وہاں سے مالی امداد پاکر ہندوستان میں دوبارہ افتراق بین الامت کی کوششیں شروع کیں تو پھر علمائے دیوبند میدان میں آگئے اور انھوں نے علم وتحقیق کی سطح پر غیر مقلدین کی ہفوات کا جواب دینے کے ساتھ پورے ملک میں جلسوں اور کانفرنسوں کے ذریعہ عوام کو اس فتنہ سے باخبر کیا۔

نیچریت اور غیر اسلامی افکار وخیالات کا مقابلہ

اٹھارہویں صدی میں یورپ سے اٹھنے والے اقتصادی اور سائنسی انقلاب میں جہاں سماجی وسیاسی اور تجارتی واقتصادی سطح پر بہت ساری مثبت تبدیلیاں وجود میں آئیں، وہیں مذہبی دنیا میں اس نے کہرام بپا کر دیا۔ یورپ کا سائنسی انقلاب دراصل مذہب یعنی عیسائیت سے بغاوت ہی کے بعد وجود میں آیا تھا کیوں کہ عیسائیت علم وسائنس کی ترقیات کے راستے میں رکاوٹ تھی۔ یورپ کے مذہب بیزار انقلابیوں نے بالآخر مذہب کو فعال اور معاشرتی

زندگی سے نکال کر اسے چرچوں اور انفرادی زندگیوں تک محدود کردیا۔ مذہب کو ناکارہ، فرسودہ اور از کار رفتہ سمجھ کر زندگی کے ہر گوشے کو سیکولرزم (لا مذہبیت یا مذہب بیزاری) اور تعقل کے پہلو سے دیکھنے اور پرکھنے کا سلسلہ شروع کردیا۔ مسلمانوں میں پیدا ہونے والے اس عقل پرست نظریہ نے جہاں ایک طرف جدید معتزلہ اور نیچری پیدا کیے، وہیں اسی فکر کے پیٹ سے انکار حدیث کے فتنہ نے جنم لیا۔ اخیر زمانے میں تجدید پسندی اور مودودیت بھی اسی فکر کا شاخسانہ تھے۔ علمائے دیوبند نے مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت اور اسلامی حدود کی پاسبانی کا فریضہ انجام دیتے ہوئے ان باطل افکار وخیالات سے بھی ٹکر لی۔ انھوں نے دین کے صحیح فہم، اسلامی اصطلاحات وروایات کی سلیم تعبیر اور ہر دور میں اسلامی تعلیمات کی ابدی حقانیت ومعنویت کو ثابت کیا۔

ان تمام تحریکات کے علاوہ جب بھی کسی فرد یا جماعت نے ما أنا علیہ وأصحابی کے جادۂ مستقیم سے انحراف کیا اور ملت اسلامیہ کے اندر غلط افکار ونظریات کے سرایت کرجانے کا اندیشہ ہوا تو علمائے دیوبند کی جانب سے ہمیشہ ان پر نکیر کی گئی۔ غلط عقائد کا سد باب کیا گیا اور اس کی جگہ صحیح ومتوارث اسلام پیش کرنے کی خدمات انجام دی گئیں۔ علمائے دیوبند کی انھیں مبارک کوششوں سے الحمدللہ آج ہندوستان میں دین اسلام اپنی پوری صحیح شکل میں نہ صرف موجود ہے بلکہ مدارس اسلامیہ، جماعت تبلیغ اور دینی اداروں کی برکت سے آج ہندوستان عالم اسلام کے اندر مستند دینی تعلیمات اور صحیح اسلامی روایات کے تحفظ واشاعت میں سب سے ممتاز نظر آتا ہے۔

مرکز تجدید واحیائے دین

انیسویں صدی کے استعماری دور میں اکابر دیوبند نے اپنی علمی ودینی بصیرت سے اس حقیقت کا پورا ادراک کرلیا تھا کہ سماجی واقتصادی تبدیلیاں جب اقتدار کے زیر سایہ پروان چڑھتی ہیں تو دینی وروحانی قدروں کی زمین بھی ہل جاتی ہے اس باب میں عثمانی ترکوں کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ ترک قوم مغربی تہذیب کے طوفان میں اپنے آپ کو سنبھال نہ سکی اور مصطفیٰ کمال کی قیادت میں اپنے ماضی سے کٹ گئی جس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ ترک اسلامی تہذیب، مغربیت میں فنا ہوگئی اور ایک عظیم اسلامی سلطنت کا صفحۂ ہستی سے وجود ختم ہوگیا۔ الغرض تہذیب اسلام کے لیے یہ نہایت نازک وقت تھا۔ تاریخ کے اس انتہائی خطرناک موڑ پر اکابر دیوبند کے سامنے وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ تھی کہ اسلامی تہذیب کو مغربیت کے اس سیلاب سے محفوظ رکھا جائے اور مسلمانوں کے دین ومذہب کا تحفظ کرکے انھیں ارتداد سے بچایا جائے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے پوری بیدار مغزی وژرف نگاہی سے ہر اس محاذ کو متعین کیا جہاں سے مسلمانوں پر فکری وعملی یلغار ہوسکتی تھی اور پھر اپنی بساط کی حد تک حکمت وتدبر کے ساتھ ہر محاذ پر دفاعی خدمات انجام دیں۔

اپنی پوری تاریخ میں دارالعلوم نے ہندوستانی مسلمانوں کو جہاں ایک طرف سماجی زندگی کا ترقی یافتہ شعور دیا ہے، تو دوسری طرف انھیں فکر وعمل کا توازن بخشا ہے، آج مسلمانوں کا جو طبقہ اسلامی نظریات کی معقول تعبیر،

اسلامی افکار کی اطمینان بخش توجیہ اور صحیح اسلامی زندگی اختیار کئے ہوئے ہے وہ دارالعلوم کی ڈیڑھ سوسالہ علمی وعملی جدوجہد کا نتیجہ ہے۔ عام روایات کے برخلاف یہاں کا مذہبی رجحان کبھی رجعت پسند نہیں رہا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دارالعلوم ایک ایسا تعلیمی ادارہ ہے جو قدیم وجدید کے حسین سنگم پر قائم ہے اور جس کی اپنی شان دار روایت اس کے تابناک ماضی کی نقیب اور اس کے عظیم مستقبل کی پیامبر ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے دارالعلوم دیوبند کی ہمہ جہت خدمات کو 'تجدید دین' کا عنوان دیتے ہوئے لکھا ہے:

''تجدید واحیائے دین کی جو تحریک گیارہویں صدی سے ہندوستان کو منتقل ہوئی تھی اور اپنے اپنے دور میں مجدد الف ثانیؒ، (شاہ ولی اللہ) محدث دہلویؒ اور شہید بالاکوٹ (سید احمد شہیدؒ) جس امانت کے حامل تھے، دارالعلوم دیوبند اس وراثت وامانت کا حامل بنا۔ لوگ دارالعلوم کو مختلف زاویہ سے دیکھتے ہیں؛ کوئی اسے علوم اسلامیہ کی یونیورسٹی سمجھتا ہے، کوئی اسے جہاد حریت کے مجاہدین کی تربیت گاہ قرار دیتا ہے، کوئی اسے دعوت وعزیمت اور سلوک وتصوف کا مرکز سمجھتا ہے، لیکن میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے لفظوں میں اس کو بقائے اسلام اور تحفظ دین کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔ دوسرے لفظوں میں آپ کہہ سکتے ہیں کہ مجدد دین امت کا جو سلسلہ چلا آرہا تھا، دارالعلوم دیوبند اپنے دور کے لیے مجدد دین امت کی تربیت گاہ تھی۔ یہیں سے مجدد اسلام حکیم الامت حضرت تھانویؒ نکلے۔ اسی سے دعوت وتبلیغ کی تجدیدی تحریک ابھری جس کی شاخیں چار دانگ عالم میں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہیں سے تحریک حریت کے داعی تیار ہوئے، یہیں سے فرق باطلہ کا توڑ کیا گیا۔ یہیں سے محدثین، مفسرین، فقہاء اور متکلمین کی کھیپ تیار ہوئی۔ مختصر یہ کہ دارالعلوم دیوبند نے نہ صرف یہ کہ نابغۂ روزگار شخصیات تیار کیں بلکہ اسلام کی ہمہ پہلو تجدید واحیاء کے لیے عظیم الشان اداروں کو جنم دیا۔ اس لیے دارالعلوم دیوبند کو اگر تجدید واحیائے دین کی یونیورسٹی کا نام دیا جائے تو یہ اس کی خدمات کا صحیح عنوان ہوگا۔''

(ماہنامہ الرشید لاہور، دارالعلوم دیوبند نمبر، ۱۹۷۶ء، ص ۶۶۷)

دارالعلوم دیوبند: دینی تعلیمی تحریک کا بین الاقوامی مرکز

برصغیر ہند میں سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد انگریزوں نے اپنے سیاسی مصالح کے پیش نظر اسلامی علوم وفنون کی قدیم درسگاہوں کو یکسر ختم کر دیا تھا۔ علماء واہل علم کی بڑی تعداد کو تہِ تیغ کرنے کے ساتھ ساتھ انھوں نے مدارس کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ ہندوستان میں مسلم سلطنتوں کے زمانے میں مدارس کا نظام عموماً اوقاف کی آمدنیوں یا مسلم حکمرانوں، نوابوں اور امراء ورؤساء کی سرپرستی میں چلتا تھا۔ مسلم حکومت اور مسلم حکمرانوں کے جانے کے بعد برطانوی تسلط کے زمانے میں شدید ضرورت تھی کہ نہ صرف اسلامی علوم وفنون اور اسلامی تہذیب کی بقا کے لئے بلکہ مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت کے لئے ایک دینی وتعلیمی تحریک شروع کی جائے جو مسلمانوں کو الحاد و بے دینی کے فتنۂ عظیم سے محفوظ رکھ سکے۔ غیور اور باہمت علماء نے اس عظیم ضرورت کا بروقت ادراک کیا اور اسی کے نتیجہ میں دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا۔ بہت ہی قلیل مدت میں دارالعلوم کی شہرت بامِ عروج کو پہنچ گئی اور بہت جلد دارالعلوم میں برصغیر (موجودہ ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش) کے علاوہ سرحد، افغانستان اور وسط ایشیائی ممالک کے طلبہ پڑھنے آنے لگے۔ بعد میں یہ سلسلہ ملیشیا، برما، تبت، سیلون اور جنوبی افریقہ تک جا پہنچا اور اب تو اس کا فیض یورپ وامریکہ اور آسٹریلیا تک پہنچ چکا ہے۔

دارالعلوم دیوبند صرف ایک دینی تعلیم کا مدرسہ نہیں تھا، بلکہ وہ ایک دینی وتعلیمی تحریک تھی۔ اس تحریک کے بنیادی عناصر 'اصول ہشت گانہ' میں وضع کیے گئے جن سے آئندہ ہندوستان میں مضبوط ومستحکم دینی تعلیمی نظام کی بنیاد پڑی۔ پہلا بنیادی اصول یہ تھا کہ مدارس کو حکومت وامراء کی سرپرستی سے نکال کر اسے جمہور اور عوام سے جوڑا گیا۔ عوام کے چندوں سے چلنے والے اس نظام میں استحکام بھی تھا اور سماج کے ہر طبقہ سے بھرپور ربط بھی، جس کی وجہ سے تعلیم سماج کے ہر حلقہ میں پہنچنے لگی۔ دوسرا بنیادی اصول یہ تھا کہ مدارس کا نظام شورائی بنیادوں پر قائم ہوتا کہ اس کی کارکردگی زیادہ بہتر ہو اور اس کے نظام میں شفافیت ہو۔ گویا ہندوستان میں جمہوری سیاسی نظام شروع ہونے سے پون صدی قبل ہی دارالعلوم نے جمہوری اداروں کی بنیاد رکھ دی تھی۔

دارالعلوم دیوبند نے نصاب بھی ایسا مرتب کیا جو حالات زمانہ سے بالکل ہم آہنگ تھا اور اسلامی ہند کے تمام نظامہائے تعلیم کی خوبیوں کا جامع تھا۔ دارالعلوم نے ولی اللہی نصاب سے قرآن وحدیث، فرنگی محل کے نصاب سے فقہ اور خیرآباد کے نصاب سے معقولات کو لے کر ایسا جامع وحسین گلدستہ تیار کیا کہ جس کی دل آویز خوشبو کی کشش سے دیوبند میں ہندو بیرون ہند کے طالبان علوم اسلامیہ کا جمگھٹا لگ گیا۔

دارالعلوم کے طرز پر مدارس کا قیام

ہندوستان میں مدارس کا سابقہ نظام تیرہویں صدی ہجری تک تقریباً ختم ہو چکا تھا، کہیں کہیں مقامی حیثیت کے حامل کچھ خزاں رسیدہ مدارس کا وجود برائے نام باقی تھا جن میں علوم معقولہ کو سب سے زیادہ اہمیت دی جاتی تھی، حدیث وتفسیر وغیرہ کی تعلیم کا بہت ہی کم رواج تھا، اس کے برعکس دارالعلوم کا قیام ولی اللّٰہی طرزِ فکر پر عمل میں آیا تھا، اس لئے یہاں علوم معقولہ کے بجائے زیادہ اہمیت علوم منقولہ تفسیر وحدیث اور فقہ کو دی گئی۔ دارالعلوم کے قیام کے بعد برصغیر میں جتنے بھی دینی مدارس جاری ہوئے ان میں بھی کم وبیش دارالعلوم کے اسی طریقہ کو پسند کیا گیا۔ قیام دارالعلوم کے چھ ماہ بعد یکم رجب ۱۲۸۳ھ (۹ر نومبر ۱۸۶۶ء) میں سہارنپور میں مدرسہ مظاہر علوم جاری ہوا تو اس میں بھی وہی نصاب جاری کیا گیا جو دارالعلوم میں جاری تھا، پھر رفتہ رفتہ دارالعلوم کے نقش قدم پر مختلف مقامات میں دینی مدارس جاری ہوگئے۔ ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۶ء کی روداد میں تحریر ہے:

> ''ہم نہایت خوشی ظاہر کرتے اس امر پر کہ اکثر حضرات باہمت نے اجراء مدارس عربی کو توسیع دینے میں کوشش کرکے مدارس بمقامات مختلفہ دہلی، میرٹھ، خورجہ، بلندشہر وسہارنپور وغیرہ میں جاری فرمائے اور دوسری جگہ مثل علی گڑھ وغیرہ اس کار کی تجویزیں ہو رہی ہیں''۔

دارالعلوم دیوبند کے نقش قدم پر اس وقت جو مدارس جاری ہوئے دارالعلوم کی رودادوں میں تفصیل سے اُن کے حالات لکھے گئے ہیں، ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء کی روداد میں تحریر ہے:

> ''ہم کمال خوشی سے یہ بات ظاہر کرتے ہیں اور منعم حقیقی کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس سال میرٹھ، گلاؤٹھی، دان پور میں مدارس اسلامی جدید جاری ہوئے اور ان کا تعلق کم وبیش اس مدرسہ (دارالعلوم دیوبند) سے ہوا اور ان مقامات کے باشندوں کو مبارک باد دیتے ہیں اور خدائے عزوجل کی جناب میں دعا کرتے ہیں کہ ان مدارس کو قیام ہو اور روز بروز ترقی پکڑیں اور بڑے بڑے شہروں اور قصبوں کے مسلمانوں کو اس کارِ خیر کی تقلید کی توفیق ہو، اے خدا پاک! وہ دن دکھلا کہ کوئی بستی اس دولت پائیدار سے خالی نہ رہے اور ہر گلی کوچے میں علم کا چرچہ ہو اور جہل عالم سے کافور ہو، آمین!''۔

مشہور شہر میرٹھ میں حضرت نانوتویؒ نے اپنے آخری زمانۂ قیام میرٹھ میں ایک اسلامی مدرسہ قائم کیا تھا، یہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند کی شاخ تھا، اس کے اولین اساتذہ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل فضلاء تھے۔ مفتی عزیزالرحمٰن دیوبندی اور مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی جو علی الترتیب بعد میں دارالعلوم کے مفتی اعظم اور مہتمم ہوئے، اس مدرسہ کے مسند درس کو زینت بخشتے رہے، مولانا قاضی زین العابدین سجاد اور مولانا سراج احمد میرٹھی جیسی مقتدر ہستیاں اس مدرسہ کے اولین طلبہ میں شامل تھیں۔

مرادآباد مدرسہ کے قیام کے بارے میں ۱۲۹۷ھ کی روداد میں لکھا ہوا ہے:

’’مرادآباد ایک مشہور ومعروف شہر ہے وہاں کے غریب مسلمانوں نے حسب ایماء حضرت نانوتویؒ عرصہ دوتین سال سے ایک مدرسہ اسلامی جاری کیا، اگرچہ اوائل میں یہ کارخانہ مختصر تھا مگر ماشاءاللہ یہ مدرسہ اچھے عروج پر ہے اور یوماً فیوماً امید ترقی ہے۔ واقعی اس مدرسہ کے جملہ کارپردازان نہایت زیرک اور امانت دار و دیانت دار ہیں، خداوند تعالیٰ ان کی سعی میں برکت عطا فرمائے اور اس کارخانہ کو قائم رکھے۔ اور زیادہ تر ترقی بخشے۔ آمین۔

(۱) تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد اول، ص ۴۶۴ تا ۴۷۳، بحوالہ روداد بابت ۱۲۸۵ھ و ۱۲۹۷ھ

مرادآباد کا یہ مدرسہ جامعہ قاسمیہ کے نام مرادآباد کی شاہی مسجد میں قائم ہے۔ دارالعلوم کے ابتدائی دور میں جو مدارس جاری ہوئے ان میں مظاہر علوم سہارن پور کے بعد جامعہ قاسمیہ نے سب سے زیادہ ترقی کی۔ مشہور علمائے کرام کی کوششوں کے باعث اس مدرسہ کو بڑی شہرت حاصل رہی اور یہاں سے پڑھ کر مشہور علماء پیدا ہوئے۔

ہندوستان میں اسلامی مدارس کا جال

اس موقع پر یہ بات یاد رہے کہ آج مدارس کا قیام کچھ زیادہ مشکل نہیں رہا مگر ڈیڑھ سو سال پہلے کا خیال کیا جائے جب اس طرح کے مدارس کا رواج نہیں تھا، اور لوگ قیامِ مدارس کے طریقے اور ان کی ضرورت سے زیادہ واقف نہیں تھے۔ ان حالات میں حکومت کی امداد و اعانت کے بغیر صرف مسلمانوں کے چندہ کے بھروسے پر دینی مدارس جاری کرنا ایک زبردست کام تھا۔ دارالعلوم دیوبند کا علمی فیضان محض عالم بنا دینے تک ہی محدود نہیں رہا، بلکہ اس کے لائق افراد کے ذریعہ ایسا ماحول بھی پیدا ہو گیا جس سے جا بجا دینی مدارس قائم ہوتے چلے گئے، دارالعلوم کے قیام کے بعد ملک میں جس کثرت سے دینی مدارس قائم ہوئے اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس وقت مسلمانوں میں دینی مدارس قائم کرنے کا شدید جذبہ موجود تھا؛ لیکن اجراء مدارس کے قدیم وسائل چوں کہ یکسر ختم ہو چکے تھے اس لیے ہمتیں پست ہو گئیں تھیں، مگر جب دارالعلوم دیوبند نے پہل کی تو مسلمانوں کے سامنے ایک نئی شاہ راہ کھل گئی اسی کے ساتھ بعض مدارس کے منتظمین نے دارالعلوم کی حیثیت کو مرکزی قرار دے کر مناسب سمجھا کہ اپنے اپنے مدرسوں کو دارالعلوم دیوبند کے زیر اثر ایک سلسلے میں منسلک کر دیں۔

اس وقت سے لے کر اب تک برصغیر کے طول و عرض میں بحمد اللہ بے شمار دینی مدارس جاری ہو چکے ہیں، اور روز بروز ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ حتی کہ جو مدرسے دارالعلوم کے مزاج و مذاق سے ہٹے ہوئے ہیں یا دارالعلوم کے نصاب تعلیم کا اتباع نہیں کرتے ہیں ان کا نظام بھی دارالعلوم کے وضع کردہ بنیادی اصولوں پر قائم ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ آج برصغیر میں جس قدر بھی دینی مدارس نظر آتے ہیں ان میں سے بیشتر وہی ہیں جو دارالعلوم دیوبند کے نقش قدم پر یا اس کے قائم کردہ اثرات سے جاری ہوئے ہیں؛ اس طرح دارالعلوم دیوبند کا وجود اسلام کی جدید تاریخ میں ایک عہد آفریں حیثیت رکھتا ہے، اور یہیں سے اس وقت پورے برصغیر میں دینی تعلیم گاہوں کا نیٹ

ورک پھیلا ہوا ہے۔

ہندوستان میں موجود مدارس کا کوئی حتمی اعدا و شمار موجود نہیں تاہم چھوٹے بڑے مدارس کی تعداد ایک اندازے کے مطابق دس ہزار سے زائد ہے۔ یہ تعداد ان لاکھوں مکاتب کے علاوہ ہے جو تقریباً ہر مسجد اور مسلم محلّہ میں قائم ہوتے ہیں۔

دارالعلوم کے مزاج ومنہاج پر اس وقت پورے ہندوستان کے طول وعرض میں بلاشبہہ ہزاروں مدارس قائم ہیں جن میں بہت سے مدرسوں کا دارالعلوم سے باقاعدہ الحاق بھی ہے۔ ہندوستان کے جملہ مدارس کو باہم مربوط کرنے کے لئے رابطہ مدارس عربیہ دارالعلوم دیوبند کا مرکزی دفتر سرگرم عمل ہے جس سے اس وقت تین ہزار سے زائد مدارس عربیہ مربوط ہو چکے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند سے ملک کے دینی مدارس کا یہ ارتباط جماعت دیوبند کی شیرازہ بندی، علمی تنظیم، فکری اتحاد اور یگانگتِ باہمی کا ایک مفید اور مؤثر ذریعہ ہے۔

شہر دیوبند میں دارالعلوم دیوبند کے علاوہ متعدد مدارس قائم ہیں جن میں طلبہ کی ایک بڑی تعداد پڑھتی ہے؛ ان مدارس میں سب سے نمایاں دارالعلوم وقف ہے جو ۱۹۸۳ء میں جامع مسجد دیوبند میں قائم ہوا۔ اس کی موجودہ عمارت کا سنگ بنیاد فقیہ الامۃ حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ اور دیگر علماء کے ہاتھوں ۲۴؍جون ۱۹۹۴ء کو رکھا گیا۔ دارالعلوم وقف اس وقت وسیع وعریض قطعۂ اراضی پر قائم ہے اور اس میں دورۂ حدیث کے علاوہ تکمیلات وغیرہ کے درجات بھی قائم ہیں۔

ضلع سہارن پور اور مظفر نگر میں متعدد اہم اور بڑے مدارس قائم ہیں۔ اس کے علاوہ مرادآباد، امروہہ، ہاپوڑ، میرٹھ، بجنور، بلندشہر وغیرہ بھی معتدد اہم مدارس واقع ہیں۔ کان پور، ہردوئی اور مشرقی اضلاع میں خاص طور پر مئو، اعظم گڈھ، بنارس، جون پور وغیرہ میں متعدد قدیم اور بڑے مدرسے قائم ہیں۔ بہار، مغربی بنگال اور آسام میں بھی دارالعلوم کے طرز پر درس نظامی کی تعلیم دینے والے بے شمار مدارس ہیں۔ دوسری طرف حیدرآباد، بنگلور، ممبئی وغیرہ بڑے شہروں کے علاوہ اتراکھنڈ، کشمیر، مہاراشٹر، مدھیہ پردیش، راجستھان، تمل ناڈو، اڑیسہ، آندھرا پردیش اور کیرالہ وغیرہ میں بڑے اور مشہور مدارس قائم ہیں۔ صوبہ گجرات کے مسلمان متعدد شاندار اور بڑے مدارس قائم کیے ہوئے ہیں جن میں گجرات کے ضلع سورت اور بھروچ کے مدارس خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

بیرون ممالک میں دارالعلوم کے طرز پر مدارس کا قیام

دارالعلوم دیوبند کے قیام کے بعد ہی مکہ مکرمہ میں مشہور عالم دین حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے مدرسہ صولتیہ قائم کیا۔ یہ مدرسہ ۱۵ شعبان ۱۲۹۰ھ کو دارالعلوم کے ہی خطوط پر قائم کیا گیا تھا۔ اسی طرح مکہ مکرمہ میں ہی ایک دوسرا مدرسہ مولانا اسحاق امرتسری نے قائم کیا جو دارالعلوم کے فیض یافتہ تھے۔ مدینہ منورہ میں حضرت مولانا

سید احمد فیض آبادیؒ (خلیفہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ و برادر اکبر حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ) نے ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء میں مدرسہ علوم شرعیہ قائم فرمایا۔ یہ مدرسہ اہل مدینہ کے لیے بہت بافیض ثابت ہوا اور مدتوں تک اس کا شمار وہاں کے بڑے مدرسوں میں ہوتا تھا۔ مدرسہ صولتیہ اور مدرسہ علوم شرعیہ کی پرانی عمارتیں حرم مکی اور حرم مدنی کے بہت قریب تھیں، لیکن اب وہ جدید توسیعات کے بعد حرمین شریفین کا حصہ بن چکی ہیں۔ تاہم نصاب ونظام کی تبدیلی کے ساتھ یہ دونوں مدرسے اس وقت تک قائم ہیں۔

پاکستان اور بنگلہ دیش کے چپے چپے میں بھی اسی نہج پر ہزاروں مدرسے قائم ہیں جن کے بڑے مدرسوں میں ہزاروں طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ ان مدارس میں دارالعلوم کراچی، جامعہ بنوریہ کراچی، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، جامعہ اشرفیہ لاہور، جامعہ فاروقیہ کراچی وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ پاکستان میں وفاق المدارس کے تحت دس ہزار کے قریب مدارس کا متحدہ پلیٹ فارم بھی قائم ہے جن میں اکثریت دیوبندی مدارس کی ہے۔ اسی طرح بنگلہ دیش میں بھی دینی مدارس ہزاروں کی تعداد میں موجود ہیں جن میں دارالعلوم ہاٹ ہزاری سب سے زیادہ قدیم ہے۔ اس کے علاوہ چٹاگانگ، ڈھاکہ، سلہٹ وغیرہ میں متعدد بڑے مدارس موجود ہیں۔

ہندو پاک اور بنگلہ دیش کے علاوہ برصغیر کے قریب دیگر ملکوں جیسے مشرق میں برما، شمال میں نیپال، مغرب میں افغانستان و ایران اور جنوب میں سری لنکا وغیرہ میں بھی کافی مدارس دارالعلوم کے طرز پر قائم ہیں۔ ان مدارس سے ہزاروں علماء ہر سال فارغ ہوکر معاشرہ میں علم کی روشنی پھیلاتے ہیں۔

براعظم افریقہ کے جنوبی ملکوں خصوصاً ساؤتھ افریقہ میں دارالعلوم کے طرز کے سیکڑوں چھوٹے بڑے مدارس قائم ہیں، جہاں پورے افریقہ، یورپ اور امریکہ تک کے طلبہ داخل رہ کر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ساؤتھ افریقہ کے ان مدارس میں دارالعلوم زکریا لینیشیا جوہانسبرگ، مدرسہ انعامیہ کیمپر ڈاؤن، دارالعلوم آزادویل، دارالعلوم نیو کیسل، دارالعلوم ابوبکر پورٹ ایلزبتھ، دارالعلوم اسپنگو بیچ، جامعہ محمودیہ اسپرنگس، دارالعلوم العربیۃ الاسلامیۃ کیپ ٹاؤن، مدرسہ جامع العلوم جوہانسبرگ، مدرسہ انعامیہ کیمپر ڈاؤن وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

اسی طرح براعظم یورپ میں خصوصاً برطانیہ میں متعدد بڑے دارالعلوم اور مدارس قائم ہیں جہاں دارالعلوم کے طرز پر دینی تعلیم کا بہترین نظم موجود ہے۔ برطانیہ کے بڑے دینی مدارس میں دارالعلوم بری، دارالعلوم لندن، دارالعلوم برمنگھم، دارالعلوم لیسٹر، دارالعلوم بولٹن وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

بحر اٹلانٹک کے اس پار امریکہ، کناڈا اور ویسٹ انڈیز میں بھی دارالعلوم قائم ہوچکے ہیں اور دارالعلوم کے نہج پر علوم دینیہ کی تدریس واشاعت میں مشغول ہیں۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں دارالعلوم نیویارک، دارالعلوم المدنیہ بفیلو، دارالعلوم ٹورنٹو، دارالعلوم شکاگو، اسی طرح کناڈا میں دارالعلوم اونٹاریو وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ دوسری

طرف مشرق میں آسٹریلیا، فیجی، نیوزی لینڈ وغیرہ میں بھی الحمدللہ دارالعلوم دیوبند کے نہج پر مدارس قائم ہیں۔

فیضان دارالعلوم دیوبند

اس طرح مطلع دیوبند سے پھوٹنے والی یہ علم کی یہ روشنی اس وقت الحمدللہ پورے عالم کو روشن کیے ہوئے ہے۔ان مدارس سے استفادہ کرنے والے علماء وفضلاء پوری دنیا میں دینی علوم کی تدریس وتصنیف، دعوت وتبلیغ اور نشر واشاعت میں مشغول ہیں۔قدیم روایت کے ان مدارس دینیہ نے اسلامی علوم کی حفاظت واشاعت میں اہم کردار ادا کیا ہے۔سلف صالحین کے نہج پر دینی علوم کی تعلیم کا یہ نظام اپنے اندر بہت ساری برکتیں رکھتا ہے جس سے دوسرے نظام خالی نظر آتے ہیں۔

مدارسِ دینیہ سے برصغیر کے مسلمانوں کو کیا نفع پہنچا اس سلسلے میں علامہ اقبالؒ کا مشہور تاثر جو انھیں کے ایک عقیدت مند حکیم احمد شجاع سے منقول ہے مدارس اسلامیہ کو ایک اچھا خراج عقیدت ہے۔علامہ فرماتے ہیں:

> ’’ان مدارس کو اسی حالت میں رہنے دو، غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہیں مدرسوں میں پڑھنے دو، اگر یہ ملا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا اسے میں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں، اگر ہندوستان کے مسلمان ان مدرسوں کے اثر سے محروم ہوگئے تو بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح اندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس حکومت کے باوجود ہوا، آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈر اور الحمرا کے نشانات کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا، ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دہلی کے لال قلعہ کے سوا مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ حکومت اور ان کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا‘‘۔(خون بہا، حکیم احمد شجاع، حصہ اول، ص ۴۳۹)

علمائے دیوبند اور تحفظ دین کی خدمات

دین اسلام کی دعوت وحفاظت کے سلسلے میں علمائے دیوبند نے وہ زریں کارنامے انجام دیے ہیں جن کی بنا پر یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ اگر سرزمین دیوبند سے علم ومعرفت کا یہ چشمہ صافی نہ بہہ نکلا ہوتا تو تیرہویں صدی ہجری کے اواخر میں ہندوستان سے قرآن وسنت کے علوم کا خاتمہ ہوگیا ہوتا اور یہاں کا ہر مسلمان فتنۂ ارتداد کی زد میں آچکا ہوتا۔ دارالعلوم کے اربابِ حل وعقد نے ابتداء ہی سے حمیت دینی اور جذبۂ اسلامی سے سرشار رہ کر اپنی درسی وعلمی مصروفیات کے ساتھ ساتھ امتِ مسلمہ کے احوال پر گہری نظر رکھی، جہاں کہیں بھی کسی فتنہ نے سر ابھارا، علمائے دیوبند نے اس کا بھرپور تعاقب کرکے اپنی ایمانی حمیت کا ثبوت پیش کیا۔ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے بقول:

> ''جس امتیاز پر دارالعلوم کی بنیاد پڑی اور جو اس کا حقیقی سنگ بنیاد ہے وہ دین کی حمیت اور اسلام کی حفاظت کا جذبہ تھا، یہ ہے اس دارالعلوم کا طرۂ امتیاز۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور ان کے عالی مقام رفقا حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ وغیرہ کے اندر جو جذبہ کارفرما تھا وہ حمیت اسلامی کا جذبہ تھا، اسی نے ان سے دارالعلوم کی بنیاد رکھوائی۔ میں سمجھتا ہوں کہ دارالعلوم کے حق میں ازالۂ حیثیت عرفی کا جرم ہوگا اگر کہا جائے کہ دارالعلوم چند مخصوص کتابوں کے پڑھنے، پڑھانے اور درس وتدریس کے ایک مرکز کی حیثیت سے قائم ہوا تھا۔ اس سے بڑھ کر اس کے بانیوں کے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں ہوسکتی، ایسے کہنے والوں کو ان بزرگوں کی روحوں کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا۔ جس وقت یہ کہا جاتا تھا کہ یہ محض ایک مدرسہ ہے تو حضرت شیخ الہندؒ تڑپ اٹھتے تھے، ان کے نزدیک یہ اسلام کا قلعہ اس کے داعیوں اور مجاہدوں کی تربیت کی ایک چھاؤنی اور سلطنت مغلیہ کے گل ہونے والے چراغ کا بدل بلکہ نعم البدل تھا''۔(۱)

عیسائیت کی یلغار کے خلاف میدان میں

ایسٹ انڈیا کمپنی جس کا ظاہری مقصد تجارت اور اصل مقصد ہندوستان میں عیسائیت کی تبلیغ اور سیاسی اقتدار کا حصول تھا، رفتہ رفتہ ہندوستان کی سیاسی، تعلیمی اور انتظامی معاملات میں مداخلت کرنے لگی تھی، اس غرض سے جگہ جگہ بائبل سوسائٹیاں قائم کی گئیں، انجیل کا ترجمہ ملک کی تمام زبانوں میں کیا گیا اور پوری قوت کے ساتھ عیسائیت کی تبلیغ شروع کی گئی۔ اس راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ مسلمانوں کے علوم اور ان کا مذہبی شغف تھا، اس کے لیے ۱۸۳۵ء کا تعلیمی نظام مرتب کیا گیا جس کی روح لارڈ میکالے کے نزدیک یہ تھی کہ:

> ''ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیے جو ہم میں اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان مترجم ہو اور

یہ ایسی جماعت ہونی چاہیے جو خون اور رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مذاق اور رائے، الفاظ اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو۔'' (۲)

انگریزی تہذیب کا یہ حربہ مسلمانوں کی مذہبی زندگی، قومی روایات اور علوم وفنون کے لیے سخت تباہ کن تھا، جس کو قبول کرنے کے لیے وہ کسی طرح تیار نہ ہو سکتے تھے اور ابھی تک وہ اپنی مذہبی زندگی اور قومی شعور کو برقرار رکھنے کا کوئی حل نہ سوچ سکے تھے کہ اسی دوران ۱۸۵۷ء کا جنگی ہنگامہ پیش آ گیا، جس کی بے پناہ تباہ کاریوں اور ہولناکیوں نے دلوں کو ہیبت زدہ، دماغوں کو ماؤف اور روحوں کو پژمردہ کر دیا۔ پوری قوم پر جمود، بے حسی اور مایوسی کی گھٹائیں چھا گئیں، ہندوستان میں مسلمانوں کی پوری تاریخ میں یہ سب سے زیادہ بھیانک، نازک اور خطرناک وقت تھا، ایسے پر آشوب وقت میں جب کہ گردش لیل ونہار نے ملت اسلامیہ کے لیے نہایت تباہ کن صورت حال پیدا کر دی تھی۔ علمائے وقت نے حالات وواقعات کو محسوس کیا اور دارالعلوم دیوبند اور ملک میں جابجا اس کے طرز کے دینی مدارس قائم کر کے ایک دفاعی حصار تیار کیا جس نے ملک کو سیاسی شکست کے نتائج سے بڑی حد تک محفوظ کر دیا۔ دوسری طرف مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا ابوالمنصور وغیرہ حضرات نے پوری ہمت وجرأت کے ساتھ عیسائی مشنریوں کا زبردست مقابلہ کیا اور ہندوستان کے مسلمانوں کو عیسائی بنانے کے مسیحی مبلغین کے خواب کو شرمندۂ تعبیر نہیں ہونے دیا۔

عیسائی عام مجمعوں میں وعظ وتقریر اور مناظرے کرتے تھے، ہمارے علماء نے اس میدان میں عیسائی مبلغین کا زبردست مقابلہ کیا اور اپنے پرزور دلائل سے عیسائی مشنریوں کو پے در پے ایسی شکستیں دیں کہ ان کے منصوبے خاک میں مل گئے۔ اس سلسلے میں دہلی، آگرہ اور شاہجہاں پور کے نام خاص طور پر لیے جا سکتے ہیں؛ آگرہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ اور شاہجہاں پور میں حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ نے اپنے رفقاء کے ساتھ مل کر عیسائی پادریوں کا ایسا مقابلہ کیا کہ وہ ٹھہر نہ سکے۔ شاہجہاں پور کے مناظرے کی تفصیلات ''گفتگوئے مذہبی'' کے نام سے شائع ہو چکی ہیں، مذکورہ مقامات کے علاوہ اور بھی بہت سے مقامات پر علماء نے پادریوں سے مناظرے کیے اور اس طرح سے عیسائی مشن کے اثرات کو پھیلنے سے روکنے کے لیے زبردست رکاوٹیں کھڑی کر دیں اس کام میں بلاشبہ ہندوستان کے بہت سے علماء کا حصہ رہا ہے اور ان کی عظیم خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا، مگر اس سلسلے میں علمائے دیوبند نے جو زبردست خدمات انجام دی ہیں وہ اپنی جگہ بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔

عیسائی مشنریوں نے اپنی تصنیف وتالیف میں بھی وعظ وتبلیغ کا وہی جارحانہ طریقہ اختیار کیا تھا جس میں عیسائیت کے محاسن بیان کرنے سے زیادہ اس بات پر زور دیا جاتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام پر رکیک حملے کیے جائیں، علماء کی جانب سے اس میدان میں بھی عیسائی مشنریوں کو چیلنج کیا گیا جس کے نتیجہ میں ان کی روز افزوں سرگرمیاں بڑی حد تک کمزور پڑ گئیں۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی مشہور عالم کتاب 'اظہار الحق' کا نام لینا کافی ہوگا جو آج بھی رد عیسائیت کے موضوع پر ایک منفرد کتاب بلکہ عظیم الشان انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ غرض دارالعلوم دیوبند اور اس کے اکابر نے اس وقت دین کی حفاظت کی خاطر ہر ممکنہ کوششیں کیں اور ہر داخلی

وخارجی فتنے سے نمٹنے کے لیے کامیاب جدوجہد کرکے ہرممکن طریقے سے اسلام کا دفاع کیا۔(۳)

اسی کے ساتھ ساتھ، فتنۂ عیسائیت سے عوام الناس کو متعارف کرانے کے لیے علمائے دیوبند نے علمی میدانوں میں ٹھوس اقدامات کیے اور متعدد وقیع اور اہم تصنیفات کے ذریعہ آگے آنے والوں کے لیے دلیل راہ قائم کرگئے۔اردو زبان میں دیگر علمائے دیوبند کی کچھ اہم تصنیفات درج ذیل ہیں:

(۱) اظہار الحقیقۃ عربی، حضرت مولانا حکیم محمد رحیم اللہ بجنوری

(۲) احسن الحدیث فی ابطال التثلیث، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ

(۳) اسلام اور نصرانیت، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ

(۴) دعوتِ اسلام، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی

(۵) بشائر النبیین، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ

(۶) اسلام اور مسیحیت، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

(۷) توحید، تثلیث اور راہِ نجات، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

(۸) تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام، حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ

(۹) سبیل السلام، مولانا ڈاکٹر مصطفیٰ حسن علوی

(۱۰) بائبل سے قرآن تک (ترجمہ اظہار الحق) حضرت مفتی تقی عثمانی

(۱۱) عیسائیت کیا ہے؟ حضرت مفتی تقی عثمانی

(۱۲) محاضرات ردعیسائیت، حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی

۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء میں دارالعلوم نے ہندوستان میں عیسائی مشنریوں کے بڑھتی سرگرمیوں کے پیش نظر مطالعۂ عیسائیت کے لیے باضابطہ ایک شعبہ قائم کیا۔اس شعبہ کے ذریعہ فضلاء کی تربیت اور مختلف زبانوں میں لٹریچر کی تیاری کا کام ہورہا ہے۔

آریہ سماج کا فتنہ اوراس کی سرکوبی

جب انگریزی حکومت کی سازش سے ہندوؤں کو سیاسی اور سماجی سطح پر مسلمانوں کے مقابلے میں لاکھڑا کیا گیا، انگریزوں نے اپنی پالیسی کے تحت ہندوؤں کو مذہبی برتری کی راہ سُجھائی اور ہندوؤں کو مسلمانوں کے مقابلے میں مناظرہ کے لیے تیار کیا۔میلہ خداشناسی شاہجہاں پور اس کی واضح مثال ہے جس میں عیسائی، ہندو اور مسلمان؛ تینوں مذاہب کے نمائندوں کو بذریعہ اشتہار دعوت دی گئی کہ وہ اپنے اپنے مذاہب کی حقانیت کو ثابت کریں۔اس اہم اور نازک موقع پر مسلمانوں کی ترجمانی کے لیے حضرت نانوتویؒ خود شریک ہوئے اور حکومت کی سازش کو ناکام بنادیا۔

اس کے بعد آریہ سماج کے بانی پنڈت دیانند سرسوتی نے مذہبِ اسلام کو خاص طور پر راست نشانہ بناتے

ہوئے اس پر اعتراض کا ایک سلسلہ شروع کر دیا جس کی وجہ سے مسلمانوں میں بے چینی اور غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ حضرت نانوتویؒ نے حضرت شیخ الہندؒ مولانا محمود حسن دیوبندیؒ مولانا فخرالحسن گنگوہیؒ اور مولانا عبدالعدلؒ کے ساتھ روڑکی اور میرٹھ میں اس فتنہ کا بڑی بہادری سے مقابلہ کیا۔ حضرت نانوتویؒ نے پنڈت سرسوتی کے اعتراضات کے جوابات دیے اور ایسے دلائل پیش کیے کہ غیر مسلم بھی حیرت میں رہ گئے۔ اس طرح حضرت نانوتوی اور ان کے شاگردوں کی پامردی اور اولوالعزمی کی بنا پر آریہ سماجی فتنہ دب گیا۔(۴)

فضلائے دیوبند میں خاص طور پر حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری اور حضرت مولانا مرتضی حسن چاندپوری نے ردآریہ کے موضوع پر نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ آریہ سماجیوں کے مقابلہ میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کا کارنامہ بہت نمایاں ہے۔ ان حضرات کی کوششوں کی وجہ سے آریہ سماجیوں کے مشہور مبلغ غازی محمود دھرم پال نے مذہب اسلام قبول کیا اور پھر ردآریہ میں نہایت وقیع کتابیں لکھیں۔ آریہ سماجیوں سے حضرت مولانا احمد حسن امرہویؒ کا ایک بڑا مناظرہ ۱۹۰۴ء میں نگینہ میں ہوا جس میں حضرت مولانا امروہویؒ نے حضرت نانوتویؒ کی یاد تازہ کر دی۔ الغرض علمائے اسلام کی کاوشوں اور تعاقب سے آریہ سماجیوں کا فتنہ سرد پڑ گیا، گو بعد میں بھی یہ تحریک باقی رہی لیکن اس میں وہ تیزی اور تندی نہ رہی۔(۵)

ردآریہ کے موضوع پر علمائے دیوبند کی کچھ اہم کتابیں درج ذیل ہیں:

(۱) قبلہ نما، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
(۲) انتصارالاسلام، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
(۳) مباحثۂ شاہ جہاں پور، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
(۴) گفتگوئے مذہبی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
(۵) براہین قاسمیہ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
(۶) جواب ترکی بہ ترکی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
(۷) رسالہ تحفۂ لحمیہ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
(۸) حق پرکاش، مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری
(۹) ترک اسلام، مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری
(۱۰) الہامی کتاب، مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری
(۱۱) تغلیب الاسلام، مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری
(۱۲) بحث تناسخ، مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری
(۱۳) تبراسلام، مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری
(۱۴) کلمۃ الحق، مولانا محمد مرتضی حسن چاندپوری

(۱۵) نعمۃ الحق، مولانا محمد مرتضی حسن چاند پوری
(۱۶) ردتناسخ، مولانا محمد مرتضی حسن چاند پوری
(۱۷) وید کا بھید، مولانا عبدالصمد رحمانی
(۱۸) ابدی نجات، مولانا عبدالصمد رحمانی
وغیرہ

فتنۂ ارتداد اور ہندو احیا پرستی کا مقابلہ

بیسویں صدی کے ربع اول میں تحریک خلافت اور کانگریس کے باہمی تعاون اور اشتراک عمل سے ہندو اور مسلمانوں میں اس قدر یک جہتی اور اتحاد و اتفاق کا ماحول تھا کہ دونوں قومیں شیر وشکر بن گئیں۔ یہ ایسے حالات تھے جن کی وجہ سے ہندوستان میں برطانوی حکومت کا مستقبل خطرہ میں پڑ گیا تھا۔ انگریزوں نے حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے منافرت اور تفریق کا اپنا پرانا نسخہ استعمال کیا۔ ۱۹۲۲ء میں وائسرائے نے ترک موالات کے ایک بڑے لیڈر سوامی شردھانند کو جو اس وقت جیل میں تھے بلا کر گفتگو کی۔ اس گفتگو کے بعد جو صیغۂ راز میں رہی ان کو رہا کر دیا گیا۔ جیل سے نکلنے کے بعد سوامی شردھانند نے مسلمانوں کی شدھی کی تحریک شروع کی جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ مسلمان جو آباء و اجداد سے ہندوستان ہی کے رہنے والے تھے اور جنھوں نے مسلمان فاتحین کے زیر اثر اسلام قبول کر لیا تھا، اب وہ مسلمانوں کے زوال کے بعد اپنے اصل دین یعنی ہندو مذہب کی طرف لوٹ جائیں۔ دوسری طرف ڈاکٹر مونجے نے سنگھٹن نام کی خالص ہندوؤں کی جماعت قائم کی۔ آریہ سماج کی ان منظّم تحریکات کا مقصد اسلام سے ناواقف اور سادہ لوح مسلمانوں کو آریہ بنانا تھا۔ آگرہ، متھرا، ایٹہ، اٹاوہ، کان پور، فرخ آباد، گڑ گاؤں اور مین پوری وغیرہ اضلاع اس تحریک کے خاص مرکز تھے۔ لاہور کے اخبار 'کیسری' نے آگرہ کے ساڑھے چار لاکھ ملکانہ نومسلم راجپوتوں کو شدھی کر لینے کی طرف توجہ دلائی۔ (۶)

۱۳۴۱ھ مطابق ۱۹۲۳ء میں اس فتنۂ ارتداد نے ہندوستان کے مسلمانوں میں سخت ہیجان واضطراب پیدا کر دیا تھا۔ اس نازک موقع پر دارالعلوم نے وہی کیا جو اس عظیم الشان دینی ادارے کے شایان شان تھا۔ اس سلسلہ میں مدافعانہ اور جوابی کارروائی سے قبل آل انڈیا نیشنل کانگریس سے اخلاقی طور پر اپیل کی گئی کہ وہ ان جارحانہ سرگرمیوں کو جو مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان منافرت اور عداوت کے جذبات پیدا کر رہے ہیں اسے اپنے ہمہ گیر اثرات سے فی الفور بند کرائے۔ یک جہتی کی اپیل کا خاطر خواہ اثر نہ دیکھ کر دارالعلوم نے دیگر مسلم اداروں کے ساتھ مل کر اس فتنہ کی سرکوبی کا تہیہ کیا۔

دارالعلوم نے آگرہ کو تبلیغی کاموں کا مرکز بنا کر وہاں ایک دفتر کھولا اور اپنے پچاس مبلغ ارتداد کے علاقہ میں بھیج دیئے جو مدت تک بڑی محنت اور جانفشانی سے تبلیغی خدمات دیتے رہے۔ مبلغین کی انتھک مساعی سے بے شمار مرتدین تائب ہو کر اسلام میں واپس آ گئے۔ اکثر مقامات پر آریہ مبلغین سے مناظرے ہوئے جن میں بالعموم

دارالعلوم کے مبلغ کامیاب رہے۔ جن مقامات پر آریہ سماج کی تحریک جاری تھی وہاں کے مسلمان عموماً دین سے ناواقف اور سادہ لوح تھے، مبلغین نے وعظ وتبلیغ کے ذریعہ راجپوتوں کو اسلام سے روشناس کرایا اور ان کی دینی تعلیم وتربیت کے لیے جگہ جگہ مساجد، مکاتب اور مدارس کھولے۔

اس جد وجہد کا یہ فائدہ ہوا کہ ارتداد کا بڑھتا ہوا سیلاب رُک گیا۔ بعد میں ان علاقوں کے بچے دارالعلوم دیوبند اور دیگر دینی مدارس سے فارغ التحصیل ہوئے اور انھوں نے اپنے علاقوں میں جاکر دینی زندگی کو نشاۃ ثانیہ بخشی۔ آج الحمدللہ یہ خطہ خصوصاً میوات کا علاقہ تبلیغی جماعت کا اہم مرکز بن چکا ہے اور وہاں سے ایسے لوگ نکل رہے ہیں جو خود دین کے داعی بن گئے ہیں اور تبلیغ دین کے لیے دور دراز کا سفر کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ علمائے دیوبند کے اخلاص، جہد وجہد اور اللہ کے کرم سے ہوا۔(۷)

اسی طرح برطانوی دور میں جب بھی کوئی ایسا قانون بنانے کی کوشش کی گئی جو اسلامی شریعت سے متصادم ہوسکتا تھا تو علمائے دیوبند نے اس کا زبردست مقابلہ کیا اور بروقت اپنی فرض شناسی کا ثبوت دیا۔ شاردا ایکٹ اور وقف بل وغیرہ اہم امور پر علمائے دیوبند نے پوری جرأت اور صفائی کے ساتھ اسلام کا نقطۂ نظر پیش کرنے میں کبھی تأمل نہیں کیا اور اس سلسلہ میں کبھی کوئی مداہنت گوارا نہیں کی۔

دارالعلوم دیوبند اور اس کے فضلاء نے تحفظ دین کی خاطر پورے برصغیر میں مدارسِ دینیہ کا جال پھیلا کر دینی تعلیم کو گھر گھر پہنچایا اور اس طرح عوام الناس کے ایمان کی حفاظت کی۔ اسلامی معتقدات کو عوام تک پہنچانے کے لئے انھوں نے اردو اور مقامی زبانوں میں کتابوں کی تصنیف اور اشاعت کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ ان ہی علماء کی کوششوں سے آج اردو زبان میں عربی زبان کے بعد علوم اسلامیہ کا سب سے بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ علماء نے دینی عقائد، دینی مسائل، اسلامی علوم، اسلامی تاریخ کے ساتھ ساتھ باطل افکار وخیالات کے رد میں بھی کتابیں لکھیں۔ اردو زبان میں دینی عقائد اور اسلامی افکار کے سلسلہ میں علمائے دیوبند کی چند اہم تصنیفات درج ذیل ہیں:

(۱) احسن الکلام فی اصول عقائد الاسلام، مولانا رحیم اللہ بجنوری
(۲) اسلامی عقائد (اردو)، مولانا محمد عثمان دربھنگوی
(۳) اسلامی عقائد (بنگلہ)، مولانا محمد عثمان دربھنگوی
(۴) کنز الفرائد ترجمہ شرح عقائد، مولانا عبدالاحد دیوبندی
(۵) حدوثِ مادہ وروح، مولانا محمد ادریس کاندھلوی
(۶) الدین القیم، مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ
(۷) علم الکلام، مولانا محمد ادریس کاندھلوی
(۸) عقائد الاسلام، مولانا محمد ادریس کاندھلوی
(۹) عقائد الاسلام قاسمی، مولانا محمد طاہر قاسمی دیوبندی
(۱۰) عقائد الفرائد حاشیہ شرح عقائد، مولانا محمد علی چاٹگامی

(۱۱) حاشیہ عقیدۃ الطحاوی، مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ

(۱۲) رحمۃ اللہ الواسعۃ شرح حجۃ اللہ البالغۃ، مفتی سعید احمد پالن پوری

(۱۳) بیان الفوائد شرح شرح عقائد، مولانا مجیب اللہ گونڈوی

دارالعلوم میں باقاعدہ شعبہ دعوت وتبلیغ قائم ہے جس کو ہمیشہ باصلاحیت علماء وفضلاء کی خدمات حاصل رہی ہیں جو تقریر ومناظرہ اور افہام وتفہیم کے ذریعہ دین کی تبلیغ کا اہم کام انجام دیتے رہے ہیں۔ اس وقت بھی اس شعبہ میں حضرات مبلغین مقرر ہیں جو مختلف علاقوں میں مدارس اور عام مسلمانوں کی دعوت پر سفر کرنے کے علاوہ اقدامی طور پر بھی تبلیغی اسفار کرتے ہیں۔ بلاشبہہ ان حضرات کی مساعی جمیلہ مسلمانوں کو دین اسلام پر ثابت قدم رکھنے اور دارالعلوم سے قریب لانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ دارالعلوم اس وقت قائم ہوا جب ہندوستان میں اسلام مخالف طاقتیں پوری طرح سرگرم عمل تھیں اور ان کی عیاریوں اور دسیسہ کاریوں سے وہ وقت قریب نظر آرہا تھا کہ ہندوستان میں مذہبی تعلیم، اسلامی احکام اور شعائر دین کی روشنی گم یا کم از کم مدھم ہوجائے۔ اس پرآشوب وقت میں دارالعلوم نے ملت کی ڈگمگاتی کشتی کو سنبھالا؛ اس لئے جہاں تک مسلمانوں کی نشأۃ ثانیہ کا تعلق ہے بے تکلف کہا جاسکتا ہے کہ اس کی تاریخ کا بڑا حصہ دارالعلوم کی مسلسل تعلیمی اور تبلیغی کوششوں کے دامن سے وابستہ ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ فکر وخیال کے ان ہنگاموں اور فتنۂ مغرب میں ڈوبی ہوئی تحریکوں کے دور میں اگر دارالعلوم اور اس جیسے دینی ادارے نہ ہوتے تو اس بھیانک سیاسی اور تہذیبی انقلاب کے سامنے شکست خوردہ مسلم قوم جمود وبے حسی کے نہ جانے کس گرداب میں پھنسی ہوتی۔ یہ عزم ویقین کے دھنی ان اکابر علمائے کرام کا ہی کارنامہ ہے کہ پورے ہندوستان میں نہ صرف یہ کہ اسلام اور مسلمانوں کے عقائد واعمال پوری طرح محفوظ رہے، بلکہ اسلام اور علوم اسلامیہ کے عظیم الشان سرمایہ کی نشر واشاعت کے عظیم مراکز بھی قائم ہوگئے۔

حوالہ جات:

(۱) پاجاسراغِ زندگی، مولانا ابوالحسن علی ندوی، ص ۱۳۵

(۲) مسلمانوں کا روشن مستقبل، سید طفیل احمد منگلوری، ص ۱۷۱

(۳) دارالعلوم دیوبند: احیائے اسلام کی عظیم تحریک، مولانا اسیر ادروی، ص ۲۹ تا ۱۲۲

(۴) ایضاً، ص ۱۲۳ تا ۱۶۲

(۵) روزنامہ الجمعیۃ، دارالعلوم دیوبند نمبر مارچ ۱۹۸۰ء، ص ۱۱۹ تا ۱۲۰

(۶) تاریخ دارالعلوم، اول، ص ۲۶۲، بحوالہ روشن مستقبل

(۷) تاریخ دارالعلوم دیوبند، اول، ص ۲۶۴؛ احیائے اسلام کی عظیم تحریک، ص ۱۶۴ تا ۱۸۹

علمائے دیوبند اور عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ

برطانوی دورِ حکومت میں مغربی تہذیب وتعلیم اور عیسائی مشنریوں کی یلغار کے علاوہ تشکیک پیدا کرنے کی ایک طاقت ور تحریک بھی جاری تھی جس کا مقصد اسلام سے تعلق رکھنے والی ہر چیز کو مسلمان نوجوانوں کی نظر میں مشتبہ ومشکوک بنا دینا تھا، خواہ اس کا تعلق شریعت وقانون سے ہو یا تہذیب وتمدن اور ثقافت وتاریخ سے، ہندوستانی علماء نے ان دونوں تحریکوں اور طاقتوں کا پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کیا، خاص طور سے علمائے دیوبند نے معذرت ودفاع کے طریقے کو ترک کر کے اقدام وحملے کی سیاست اور بھر پور علمی تنقید کا راستہ اختیار کیا۔ اس کے نتیجے میں تبلیغ عیسائیت کی یہ تیز وتند لہریں اور تشکیک کی پوری مہم پسپائی اختیار کرنے پر مجبور ہوگئی اور مسلمانوں کے اندر اسلام پر نیا اعتماد، اپنی تہذیب وثقافت پر فخر اور اپنی شخصیت وتاریخ کا احترام پیدا ہوگیا۔

عیسائی مشنریوں کو جب اپنے تمام حربوں میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور ان کی تمام چالیں اور پروپیگنڈے ناکام ہوئے تو انھوں نے مسلمانوں کے ہی اندر ایسے افراد کی تلاش شروع کر دی جو مسلمانوں کے لئے مارِ آستین ثابت ہوں اور اسلام کی مقدس تعلیمات کو مسخ کر سکیں، چناں چہ انگریزوں کے اشارہ پر پنجاب کا مرزا غلام احمد قادیانی پہلے مسیح موعود، پھر مہدی اور ظلی وبروزی کا فلسفہ بیان کرنے کے بعد باضابطہ نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا، جب کہ ختم نبوت پر مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ ہے اور اس کا منکر دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ برطانوی حکومت کے زیر اثر اس کے متبعین پورے ملک میں پھیلنے لگے اور دیکھتے دیکھتے یہ لعنت ایک سنگین فتنہ بننے لگی۔

مرزا غلام احمد کی تکفیر اور قادیانیت کی سرکوبی

علمائے دیوبند کو یہ شرف حاصل ہے کہ انھوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کا تعاقب سب سے پہلے شروع کیا۔ ۱۳۰۱ھ میں جب مرزا قادیانی نے مجددیت کے پردے میں اپنے مزعومہ الہامات کو ''وحی الٰہی'' کی حیثیت سے ''براہین احمدیہ'' میں شائع کیا تو لدھیانہ کے کچھ علماء (مولانا محمد، مولانا عبد اللہ اور مولانا اسماعیل رحمہم اللہ جو حضرات دیوبند کے متنسبین میں تھے) نے فتوی صادر کیا کہ یہ شخص مسلمان نہیں ہے، بلکہ اپنے عقائد ونظریات کے اعتبار سے زندیق اور خارج اسلام ہے۔ مرزا قادیانی اور اس کے دعووں کے متعلق مکمل طور پر اطمینان حاصل کرنے کے بعد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے بھی مرزا قادیانی اور اس کے پیروؤں کو زندیق اور خارج از اسلام قرار دیا۔ حضرت گنگوہیؒ تمام اکابر دیوبند کے سرخیل ومقتدیٰ تھے اور ان کا فتوی گویا پوری جماعت کا متفقہ فتوی تھا؛ یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اس ضرب کی ٹیس کو آخر دم تک محسوس کرتا رہا۔

۱۳۳۱ھ میں دارالعلوم دیوبند سے مرزا غلام احمد قادیانی اور فتنۂ قادیانیت کے خلاف ایک تفصیلی فتوی شائع ہوا جس پر حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا انور شاہ کشمیری اور دیگر اکابرین دیوبند کے دستخط تھے۔ یہ فتوی حضرت مولانا مفتی سہول احمد صاحب کے قلم سے تھا۔ ۱۳۳۶ھ میں ایک تیسرا تفصیلی فتوی دارالعلوم کے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ کے قلم سے صادر ہوا جس پر تمام مشاہیر علمائے ہند کے دستخط تھے۔ ادھر مکہ مکرمہ میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے قادیانی کے خلاف کفر وارتداد کا فتوی صادر فرمایا جس پر علمائے حرمین کے بھی دستخط تھے۔ (ماہنامہ الرشید، دارالعلوم دیوبند نمبر، ص ۶۷۷)

مسئلۂ تکفیر بہت ہی نازک مسئلہ ہے۔ ایک مسلمان کو جس طرح کافر کہنا بہت ہی سنگین جرم ہے، اسی طرح کسی کھلے کافر کو مسلمان کہنے پر اصرار کرنا بھی معمولی بات نہیں۔ مرزا قادیانی کے خلاف تکفیر کے فتووں سے علمائے دیوبند کا ایک خصوصی امتیاز سامنے آیا اور وہ تھا ان کا مسلک اعتدال۔ اس وقت عام طور پر لوگ اس مسئلہ میں افراط وتفریط کا شکار تھے۔ ان دونوں گروہوں کے طرز عمل سے خطرہ پیدا ہوگیا تھا کہ خدانخواستہ ان کی بے احتیاطی سے کفر واسلام کی حدود ہی مٹ کر نہ رہ جائیں۔ بالآخر علمائے دیوبند نے آگے بڑھ کر اسلام اور کفر کے حدود کو ممیّز کیا اور لوگوں کو بتایا کہ اسلام اور کفر کے درمیان خط فاصل کیا ہے اور وہ کون سی حد ہے جس کو عبور کر لینے کے بعد آدمی اسلام سے بالکلیہ خارج ہوجاتا ہے۔ اس موضوع پر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے ''اکفار الملحدین فی شئی من ضروریات الدین'' میں تحقیق کا حق ادا کردیا۔ نیز دیگر علمائے دیوبند نے بھی اس مسئلہ پر قلم اٹھایا اور اس مسئلہ کو خوب منقح کرکے امت کے سامنے حق و باطل کو واضح کردیا۔ علمائے دیوبند شروع ہی سے اس نتیجہ تک پہنچ گئے کہ مرزا غلام احمد کے متبعین کا شمار مسلمانوں کے ایک فرقہ کی حیثیت سے نہیں ہے بلکہ وہ غیر مسلموں کی ایک جماعت ہے جس کا اسلام کے مسلّمہ اور بنیادی اصولوں سے کوئی تعلق نہیں بلکہ غیر مسلموں سے کہیں زیادہ یہ گروہ اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ہے۔

فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے امتیازی شان سے کام کرنے کی توفیق اکابر دارالعلوم ہی کو میسر ہوئی ہے جن میں مولانا علامہ سید انور شاہ کشمیریؒ، مولانا محمد علی مونگیریؒ، مولانا احمد حسن امروہویؒ، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا عبد السمیع انصاری دیوبندیؒ، مولانا محمد مسلم دیوبندیؒ، مولانا مرتضی حسن چاند پوریؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا مفتی شفیع دیوبندیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا ابوالوفاء شاہجہانپوریؒ اور مولانا نور محمد ٹانڈویؒ وغیرہ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ علمائے دیوبند کی عظیم الشان تحریری، تقریری اور مناظرانہ خدمات کی بدولت قادیانیت کا پورے ملک میں کامیابی کے ساتھ تعاقب کیا گیا اور قادیانیوں کو عوامی حلقوں سے لے کر عدالتی کمروں تک ہر محاذ پر شکست فاش دے دی گئی۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے خصوصیت کے ساتھ ختم نبوت کے تحفظ اور دفاع میں نمایاں کردار ادا کیا۔ آپ نے اپنے لائق و فائق شاگردوں کو ختم نبوت کے دفاع کے مشن پر لگا دیا۔ آپ نے فتنۂ قادیانیت کے

استیصال کے لیے مسلمانوں کو منظم کرنے کی کوشش کی اور آخر میں تنظیم احرار اسلام کے صدر حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کو امیر شریعت بنا کر رد قادیانیت کی کمان سونپ دی۔

انگریزوں کی سرپرستی میں کچھ ہی عرصہ میں قادیانیت جسد اسلامی کے لیے ایک ناسور بن گئی تھی۔ یہ دنیا کا مال دار ترین گروہ تھا اور اس کا نظام کار عیسائی مشنریوں جیسا تھا۔ اس نازک وقت میں جب علمائے اسلام ملک کی آزادی کی خاطر قید و بند کی آزمائشوں سے گزر رہے تھے، قادیانیوں نے انگریزوں کی سرپرستی میں اپنی تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھیں اور خصوصیت کے ساتھ ایسے لوگوں پر محنت کی جو اہم سرکاری عہدوں پر فائز تھے۔

پاکستان میں قادیانیت کی بیخ کنی

۱۹۴۷ء میں جب تقسیم ہند کا سانحہ پیش آیا اور پاکستان معرض وجود میں آیا، قادیانیوں نے اپنی سرگرمیاں پاکستان منتقل کر لیں اور چنیوٹ کے قریب ایک شہر آباد کر کے اس کا نام ربوہ (چناب نگر) رکھا اور اس کو اپنا مرکز بنا لیا۔ پاکستان میں اپنا مرکز منتقل کرنے میں قادیانیوں کے دلوں میں یہ جذبہ کارفرما تھا کہ پاکستان ایک نو مولود ملک ہے اور پہلے ہی دن سے اہم اور کلیدی عہدوں پر قادیانی قابض ہیں؛ لہٰذا ایک نہ ایک دن ہم اس ملک کی باگ ڈور کے مالک بن جائیں گے۔ خطرناک بات یہ تھی پاکستانی فوج کے اعلیٰ فوجی عہدہ داروں میں ایک دو کے علاوہ باقی سب قادیانی تھے اور ملک کا وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان کٹر قادیانی تھا۔ حکومت کے دفاتر میں کلیدی عہدوں پر قادیانیوں کا تسلط تھا اور حکومت کی پالیسیوں میں ان کا عمل دخل تھا۔

ایسے نازک حالات میں پاکستان میں قادیانیوں کے بڑھتے اثر و رسوخ اور حکومت کے در و بست پر بتدریج ان کے قبضہ و تسلط کے پیش نظر علمائے دیوبند نے ایک غیر سیاسی خالص تبلیغی تنظیم 'مجلس تحفظ ختم نبوت' کی بنیاد ڈالی جس کے پہلے امیر اور قائد حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ تھے۔ دوسری طرف سیاسی میدان میں بھی حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ اور دیگر علمائے دیوبند نے قادیانیت کے خلاف ایک محاذ کھڑا کر دیا۔ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر مسلمانوں کو قادیانی فتنہ کی سنگینی سے آگاہ کرنے اور قادیانیوں کے خلاف رائے عامہ ہموار کرنے کے لیے انھوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ ختم نبوت کے مجاہدین کو قید و بند کی صعوبتوں اور جبر و تشدد کا نشانہ بننا پڑا، لیکن انھوں نے مردانہ وار تمام مخالف حالات کا مقابلہ کیا اور آخر کار علماء کی مسلسل جد و جہد کی بنا پر پاکستان کی قومی اسمبلی نے ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کی دونوں شاخوں (قادیانی اور لاہوری) کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

پاکستان میں تحریک تحفظ ختم نبوت میں نمایاں خدمات انجام دینے والوں میں حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مفتی محمود صاحبؒ، حضرت مولانا محمد حیات صاحبؒ، حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، حضرت مولانا

یوسف لدھیانویؒ، حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی ودیگر علمائے دیوبند پیش پیش تھے۔

رابطۂ عالم اسلامی کی متفقہ قرارداد

پاکستان کے علمائے دیوبند نے قادیانی فتنہ کا مقابلہ کرنے کے لیے ملکی اور بین الاقوامی سطح پر رائے عامہ کو ہموار کرنے کی کوشش کی اور عالم اسلام کو قادیانیت کے دجل وفریب اور اس کی خطرناکی سے آگاہ کیا۔ پاکستان میں مسلم ممالک کے سفراء، عالم اسلام کے سربراہوں اور عظیم شخصیتوں کو قادیانی فتنہ اور اس کی سیاسی ومذہبی سازشوں سے آگاہ کیا گیا جس کے نتیجہ میں قادیانیت کے خلاف سب سے پہلی اور بڑی کامیابی اس وقت ملی جب رابطۂ عالم اسلامی نے مکہ مکرمہ میں ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق اپریل ۱۹۷۴ء کی بین الاقوامی عظیم الشان کانفرنس میں قادیانیت کے خلاف قرارداد پاس کی۔ اس کانفرنس میں عالم اسلام کی ۱۴۴ رتنظیموں کے نمائندے شریک تھے۔ کانفرنس نے اپنی متفقہ قرارداد میں کہا کہ قادیانیت ایک نہایت خطرناک باطل تحریک ہے جو اپنی اغراض خبیثہ پر پردہ ڈالنے کے لیے اسلام کا لبادہ اوڑھتا ہے۔ قادیانیت کے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے کانفرنس نے طے کیا کہ دنیا کی تمام اسلامی تنظیمیں قادیانی سازشوں کا تعاقب کریں اور ان کا معاشرتی واقتصادی بائیکاٹ کریں۔ کانفرنس نے اسلامی حکومتوں سے مطالبہ کیا کہ وہ قادیانیوں کی ہر قسم کی سرگرمیوں پر پابندی لگائیں اور انھیں غیر مسلم اقلیت قرار دیں۔

علمائے دیوبند کی پیہم اور مجاہدانہ کوششوں سے قادیانیت کی کمر ٹوٹ گئی۔ عالم اسلام کے سب سے بڑے ملک پاکستان اور عالم اسلام کی سب سے عظیم تنظیم رابطۂ عالم اسلامی کی طرف سے ان کو غیر مسلم قرار دلوا کر انھوں نے یہ ثابت کر دیا کہ قادیانیت کا اسلام سے کچھ لینا دینا نہیں ہے اور قادیانیت بھی دنیا کے دیگر کافرانہ مذاہب وتحریکات میں سے ایک تحریک ہے۔ اب قادیانیوں کے پاسپورٹ اور دیگر سرکاری کاغذات پر انھیں مسلمان نہیں لکھا جائے گا اور وہ خود کو مسلمان جتا کر دوسروں کو دھوکا نہیں دے سکیں گے۔ اس سے مسلمان روز روز کی دردسری سے محفوظ ہو گئے۔

قادیانیت کی ہندوستان واپسی اور دارالعلوم دیوبند کی خدمات

اپریل ۱۹۸۴ء میں جب مرحوم صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق نے امتناعِ قادیانیت آرڈیننس جاری کیا تو قادیانیوں کا موجودہ سربراہ مرزا طاہر فرار ہو کر لندن پہنچ گیا اور قادیانیوں نے دوبارہ اپنی سرگرمیوں کا رخ ہندوستان کی طرف پھیر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دارالعلوم دیوبند کے ارباب حل وعقد نے اس فتنہ کے دوبارہ سر اٹھانے کو بروقت بھانپ لیا اور انھوں نے حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنیؒ صدر جمعیۃ علمائے ہند ورکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند کی خصوصی تحریک پر قادیانیت کے تعاقب کے لیے مسلمانوں میں عموماً اور ذمہ دارانِ مدارس عربیہ میں خصوصاً اجتماعی جدوجہد کی ضرورت کا احساس پیدا کرنے کے لیے ۲۹ رتا ۳۱ ر اکتوبر ۱۹۸۶ء کو دارالعلوم دیوبند میں سہ روزہ عالمی اجلاس تحفظ ختم نبوت منعقد کیا۔ اس اجلاس کے صدر حضرت مولانا مرغوب

الرحمٰن صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند تھے اور اجلاس کا افتتاح حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ نے فرمایا۔ ۳۱؍ اکتوبر کو اختتامی اجلاس میں جناب ڈاکٹر عبداللہ عمر نصیف سابق جنرل سکریٹری رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ نے اپنے وقیع خطاب میں فرمایا:

> ''میں دارالعلوم دیوبند کو اس اہم ترین اقدام کے لیے مبارک باد پیش کرتا ہوں، درحقیقت دارالعلوم دیوبند کے بزرگوں نے ہندوستان میں قادیانیت کے مہیب فتنہ اور اس کی از سرنو کوششوں کو ختم کرنے کے لیے عالمی سطح پر یہ اجلاس منعقد کر کے اپنی بیداری کا مظاہرہ کیا ہے۔ میں اس تاریخی اجلاس میں شرکت کو اپنی خوش نصیبی تصور کرتا ہوں''۔

اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے شرکائے اجلاس میں نیا عزم اور حوصلہ پیدا ہوا اور اس موقع پر کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کا قیام عمل میں آیا۔ جس کے صدر حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحبؒ مہتمم دارالعلوم اور ناظمِ اعلیٰ حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند منتخب ہوئے اور حضرت مولانا قاری محمد عثمان صاحب منصور پوری ناظم بنائے گئے۔ ملک بھر کی مؤقر شخصیات پر مشتمل ۲۳؍ حضرات کی مجلس عاملہ تشکیل دی گئی۔ ۱۹۸۶ء کے اجلاس کے بعد سے ہی دارالعلوم میں کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کا مرکزی دفتر رد قادیانیت کے سلسلہ میں مصروف عمل ہے جس کی شاخیں ملک کے طول وعرض میں پھیلی ہوئی ہیں۔

مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند نے ملک کے ایسے ایسے مقامات پر جہاں قادیانی فتنہ کسی شکل میں موجود تھا وہاں کے علماء وائمہ کو اس فتنہ کی دسیسہ کاریوں اور تباہ کاریوں سے آگاہ کرنے کے لیے تربیتی کیمپوں کا سلسلہ شروع کیا۔ سب سے پہلے حضرت مولانا محمد اسماعیل کٹکیؒ کی سرپرستی میں دارالعلوم دیوبند میں ۱۹۸۸ء میں دس روزہ تربیتی کیمپ منعقد کیا گیا جس میں بہت سے علماء کو رد قادیانیت کی تربیت دی گئی۔ دارالعلوم نے دوسرا تربیتی کیمپ ۱۹۹۰ء میں مشہور عالم حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی (پاکستان) کی زیرنگرانی وتربیت منعقد کیا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند کی طرف سے پورے ہندوستان میں قادیانیوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھی جاتی ہے اور وقتاً فوقتاً حسب موقع وضرورت تربیتی کیمپوں، جلسوں اور مناظروں کے ذریعہ عام مسلمانوں کو اس فتنہ سے آگاہ کیا جاتا ہے اور اس جماعت کے پرچارکوں کا تعاقب کیا جاتا ہے۔

خلاصۂ کلام

الحمدللہ علمائے دیوبند کو یہ فخر حاصل ہے کہ جب ختم نبوت کے اس عظیم بنیادی عقیدہ پر یلغار کی گئی اور انگریز کی خانہ ساز نبوت مسلمانوں کو ارتداد کی دعوت دینے لگی تو علمائے دیوبند سب سے پہلے پوری قوت کے ساتھ میدان میں آئے اور مسلمانوں کو اس ارتدادی فتنہ سے خبردار کیا۔ اکابر دارالعلوم اور اساطین علمائے دیوبند میدان میں نکلے اور اپنی گراں قدر علمی تصانیف، موثر تقاریر اور لاجواب مناظروں سے انگریزی نبوت کے دجل وفریب کا اس طرح

پردہ چاک کیا اور ہر محاذ پر ایسا کامیاب تعاقب کیا کہ اسے اپنے مولد ومنشاء لندن میں محصور ہو جانا پڑا۔ علمائے دیوبند کے علمی وفکری مرکز دارالعلوم دیوبند کی زیرِ نگرانی حریم ختم نبوت کی پاسبانی کی یہ مبارک خدمت پوری توانائیوں کے ساتھ آج بھی جاری وساری ہے۔

ردقادیانیت پر علمائے دیوبند کی تصنیفی خدمات ایک نظر میں

ردقادیانیت کے موضوع پر سب سے زیادہ کام علمائے دیوبند نے انجام دیا ہے۔ اس موضوع پر جتنی کتابیں لکھی گئیں ہیں غالباً کسی ملحدانہ تحریک پر اتنا لٹریچر تیار نہیں ہوا ہوگا۔ ذیل میں علمائے دیوبند کی تالیف کردہ کتابوں کی ایک فہرست پیش کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ یہ فہرست تمام کتابوں کا احاطہ نہیں کرتی، اگر مزید تلاش وجستجو کی جائے تو اور بھی کتابیں سامنے آسکتی ہیں۔

(۱) عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ عیسیٰؑ، علامہ انور شاہ کشمیریؒ
(۲) تحیۃ الاسلام، علامہ انور شاہ کشمیریؒ
(۳) اکفار الملحدین فی شئ من ضروریات الدین، علامہ انور شاہ کشمیریؒ
(۴) خاتم النّبیین، علامہ انور شاہ کشمیریؒ
(۵) التصریح بما تواتر فی نزول المسیح، علامہ انور شاہ کشمیری
(۶) الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی والمسیح، مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۷) الشہاب، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ
(۸) الجواب الفصیح لمنکر حیاۃ المسیح، مولانا بدرِ عالم میرٹھی مہاجر مدنی
(۹) نزول عیسیٰ علیہ السلام، مولانا بدرِ عالم میرٹھی مہاجر مدنی
(۱۰) فتنۂ قادیانیت، مولانا محمد یوسف بنوریؒ
(۱۱) کلمۃ السر فی حیاۃ روح السر، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
(۱۲) کلمۃ اللہ فی حیاۃ روح اللہ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
(۱۳) مسک الختام فی ختم نبوۃ سید الانام، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
(۱۴) اسلام اور مرزائیت کا اصولی اختلاف، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
(۱۵) لطائف الحکم فی اسرار نزول عیسیٰ علیہ السلام، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
(۱۶) مسلمان کون ہے اور کافر کون؟ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
(۱۷) دعاوی مرزا، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ

(۱۸) القول المحکم، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
(۱۹) حقیقت مرزا، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
(۲۰) شرائط نبوت، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
(۲۱) مولانا نانوتویؒ پر مرزائیوں کا بہتان، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
(۲۲) مرزائی لیٹریچر میں توہین انبیاء، مولانا بہاء الحق قاسمی صاحب امرتسری
(۲۳) ایمان کی کسوٹی، مصنفہ مولانا محمد مسلم صاحب دیوبندی
(۲۴) مسلم پاکٹ بک، مولانا محمد مسلم صاحب دیوبندی
(۲۵) آفتاب اسلام بجواب انوار احمدیہ، مولانا محمد مسلم صاحب دیوبندی
(۲۶) ختم نبوت، مفتی محمد شفیع عثمانیؒ
(۲۷) مسیحِ موعود کی پہچان، مفتی محمد شفیع عثمانیؒ
(۲۸) ایمان وکفر، مفتی محمد شفیع عثمانیؒ
(۲۹) اسلامی تبلیغی انسائیکلوپیڈیا، مفتی محمد شفیع عثمانیؒ
(۳۰) مسلمانوں کو مرزائیت سے نفرت کے اسباب، مولانا احمد علی لاہوریؒ
(۳۱) الہاماتِ مرزا، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ
(۳۲) صاعقۂ آسمانی برفرقۂ قادیانی، مولانا محمد مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ
(۳۳) مرزائیت کا خاتمہ، مولانا محمد مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ
(۳۴) تحقیق الکفر والایمان، مولانا محمد مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ
(۳۳) فتح قادیان کا دلکش نظارہ، مولانا محمد مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ
(۳۵) مرزائیت کا جنازہ بے گور وکفن، مولانا محمد مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ
(۳۳) اشد العذاب علی مسیلمۃ الکذاب، مولانا محمد مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ
(۳۴) اول السبعین، مولانا محمد مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ
(۳۵) ثانی السبعین، مولانا محمد مرتضیٰ حسن چاندپوری
(۳۶) صحیفۃ الحق، مولانا محمد مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ
(۳۷) قادیان میں زلزلہ، مولانا محمد مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ
(۳۸) دین مرزا کفر خالص، مولانا محمد مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ
(۳۹) القادیانی والقادیانیۃ، مولانا ابوالحسن علی ندویؒ
(۴۰) قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا راستہ، مولانا محمد منظور نعمانیؒ

(۴۱) کفر واسلام کی حدود اور قادیانیت، مولانا محمد منظور نعمانیؒ
(۴۲) المتنبی القادیانی، مولانا مفتی محمود پشاوری
(۴۳) اسلام اور قادیانیت کا تقابلی مطالعہ، مولانا عبدالغنی پٹیالویؒ
(۴۴) فلسفۂ ختم نبوت، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ
(۴۵) عقیدۃ الامۃ فی معنی ختم النبوۃ، علامہ خالد محمود
(۴۶) علامات قیامت، مفتی محمد رفیع عثمانی
(۴۷) مسئلۂ ختم نبوت علم وعقل کی روشنی میں، مولانا محمد اسحاق سندیلوی
(۴۸) ائمۂ تلبیس، مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری
(۴۹) رئیس قادیان، مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری
(۵۰) قادیانی نبوت کا خاتمہ، مفتی نعیم لدھیانوی
(۵۱) ترک مرزائیت، مولانا لال حسین اختر صاحب
(۵۲) مسیح علیہ السلام مرزا قادیانی کی نظر میں، مولانا لال حسین اختر صاحب
(۵۳) عمل مرزا، مولانا لال حسین اختر صاحب
(۵۴) ختم نبوت اور بزرگان امت، مولانا لال حسین اختر صاحب
(۵۵) قادیانی دجل کا جواب، قاضی مظہر حسین چکوال
(۵۶) عبرت ناک موت، مولانا لال حسین اختر صاحب
(۵۷) قادیانی مفتی کا جھوٹ اسہال میں وصال، مولانا لال حسین اختر صاحب
(۵۸) قادیانی ریشہ دوانیاں، مولانا لال حسین اختر صاحب
(۵۹) مسلمانوں کی نسبت مرزائیوں کا عقیدہ، مولانا لال حسین اختر صاحب
(۶۰) خلیفہ قادیانی جواب دیں، مولانا محمد علی جالندھری
(۶۱) مرزائیوں کا سیاسی کردار، مولانا محمد علی جالندھری
(۶۲) تحفہ قادیانیت، مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
(۶۳) قادیانی کا مقدمہ، مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
(۶۴) عقیدۂ ختم نبوت اور کلمۂ طیبہ کی توہین، مولانا محمد یوسف لدھیانوی
(۶۵) نزول عیسی اور مسیح کی شناخت، مولانا محمد یوسف لدھیانوی
(۶۶) کذبات مرزا، مولانا نور محمد ٹانڈوی
(۶۷) مغلظات مرزا، مولانا نور محمد ٹانڈوی

(۶۸) اختلافات مرزا، مولانا نور محمد ٹانڈوی
(۶۹) کفریات مرزا، مولانا نور محمد ٹانڈوی
(۷۰) تناقضات مرزا، مولانا نور محمد ٹانڈوی
(۷۱) کرشن قادیانی آریہ تھے یا عیسائی؟ مولانا نور محمد ٹانڈوی
(۷۲) ردمرزائیت کے زریں اصول، مولانا منظور احمد چینوٹی
(۷۳) انگریزی نبی، مولانا منظور احمد چینوٹی
(۷۴) مرزائیوں کا عبرت ناک انجام، مولانا منظور احمد چینوٹی
(۷۵) الہامی گرگٹ، مولانا منظور احمد چینوٹی
(۷۶) غدار کی تلاش، مولانا منظور احمد چینوٹی
(۷۷) محاضرات ردقادیانیت، قاری سید محمد عثمان صاحب منصور پوری
(۷۸) قادیانی شبہات کے جوابات، مولانا اللہ وسایا صاحب
(۷۹) پارلیمنٹ میں قادیانی شکنی، مولانا اللہ وسایا صاحب
(۸۰) دعاوی مرزا، مولانا اللہ وسایا صاحب
(۸۱) تفاسیر قرآن اور مرزائی شبہات، مولانا شاہ عالم گورکھپوری
(۸۲) مرزائیت اور عدالتی فیصلے، مولانا شاہ عالم گورکھپوری
وغیرہ وغیرہ

مآخذ:

- دارالعلوم دیوبند: احیائے اسلام کی عظیم تحریک، ص ۱۹۰ تا ۲۹۴
- دارالعلوم دیوبند اور تحفظ ختم نبوت، مولانا محمد یوسف لدھیانوی، الرشید لاہور، دارالعلوم دیوبند نمبر، ص ۶۶۵ تا ۶۷۱

علمائے دیوبند اور ردشیعیت

برصغیر ہند میں اکثر مسلم سلطنتیں اور مغلیہ حکومت کے سربراہان اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتے تھے، البتہ ملک میں کہیں کہیں شیعہ حکومتیں یا ریاستیں بھی قائم ہوئیں جن میں بہمنی سلطنت (۱۳۴۷ء-۱۵۲۷ء)، فیض آباد ولکھنؤ کی اودھ حکومتیں (۱۷۲۲ء تا ۱۸۵۸ء) اور نوابان رام پور زیادہ نمایاں ہوئے ہیں۔ ایران کی شیعی صفوی حکومت نے ہمایوں بادشاہ کو پناہ دی اور اسے ہندوستان کی حکومت دوبارہ دلانے اور سوری حکومت کو شکست دینے میں بھرپور تعاون دیا۔ اس کے بعد سے شاہانِ مغلیہ کے ایران کے ساتھ اچھے مراسم رہے اور اس کی وجہ سے شیعی عناصر کا حکومت میں عمل دخل رہا۔ خصوصاً اورنگ زیب عالم گیر کے انتقال کے بعد جب مغلیہ حکومت کمزور پڑنے لگی تو ان شیعی عناصر نے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی اور بادشاہ ان کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنے رہے۔ لال قلعہ میں تعزیہ داری اور شہزادوں کا اس میں پوری دل چسپی سے حصہ لینا یہ سب کچھ شیعی اقتدار کا ثمرہ تھا۔ شیعی عناصر معتدد بادشاہوں کا تختہ پلٹنے حتی کہ ان کی ایذاء وقتل کی سازشوں میں بھی شریک رہے۔ شیعوں کے دورِ عروج میں ان کے خلاف زبان کھولنا کچھ آسان نہیں تھا۔ عام مسلمانوں کا عالم یہ تھا کہ بڑے بڑے سنی جاگیر داروں نے شیعہ عناصر کی داروگیر کے خوف سے اہلِ تشیع ہونے کا اعلان واظہار کردیا تھا۔

اس ماحول میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اس فتنہ کا ادراک کرلیا تھا اور ''اِزالۃ الخفاء فی خلافۃِ الخُلفاء'' اور ''قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین'' کے ذریعہ اہل السنۃ والجماعۃ کے موقف کو دلائل و براہین کے ساتھ پیش فرمایا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے دشمنوں پر ضرب کاری لگائی۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے بعد آپ کے فرزند و جانشین حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے ''تحفۂ اثناعشریہ'' لکھ کر روافض کے سامنے ایک ایسا چیلنج کھڑا کردیا جس کا علمی جواب ان کے پاس نہ تھا۔ ان کوششوں کی وجہ سے ان حضرات کو شیعوں کے مظالم کا نشانہ بننا پڑا۔

ہندوستان سے شیعی اثرات کا ازالہ

دارالعلوم ایک ایسے وقت میں قائم ہوا جب کچھ شیعی حکومتوں اور سلطنتِ مغلیہ میں شیعوں کے گہرے اثرات کی وجہ سے ان کے مذہبی عقائد کی چھاپ پورے ہندوستان پر پڑ گئی تھی۔ پورے ہندوستان میں شیعی عقائد اور ان کے مشرکانہ رسوم اس طرح غیر شیعہ مسلمانوں کے دل و دماغ میں رچ بس گئے تھے کہ اگر چہ ان کو صحیح طور پر کلمۂ شہادت بھی ادا کرنا نہ آتا ہو؛ مگر وہ تعزیہ داری اور اس کے ساتھ عقیدت مندی کا والہانہ جذبہ سینوں میں موج زن رکھتے تھے اور اس کو اپنے مسلمان ہونے کی سند سمجھتے تھے۔ سنی مسلمانوں کی مسجدوں میں تعزیے رکھے رہتے تھے اور

ان کے محلوں میں چبوترے بنے ہوتے۔ محرم کے مہینے میں سنی مسلمان بڑی عقیدت سے تعزیہ اٹھاتے۔ حیرت ناک بات یہ تھی کہ شیعہ اتنے بڑے ملک میں سنیوں کے مقابل میں مٹھی بھر تھے؛ لیکن کروڑوں اہل السنۃ والجماعۃ مسلمانوں کے دلوں میں شیعوں نے اپنے سارے عقائد و مراسم، جذبات و خیالات کی چھاپ ڈال دی تھی اور پورے ہندوستان کو شیعیت کے رنگ میں رنگ دیا تھا۔

ایسے نازک حالات میں جب کہ ہندوستان میں بیرونی حملوں سے مسلمانوں کے دین و ایمان کو بچانے کی کوششیں جاری تھی، دارالعلوم دیوبند کے اکابرین نے شیعیت اور سبائیت کے فتنہ سے بھی مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کی سعیِ بلیغ کی۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ان جانشینوں نے ناموسِ صحابہؓ کے دفاع اور مسلمانوں کے عقائد واعمال کی اصلاح میں نہایت وقیع اور گراں قدر خدمات انجام دیں۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے 'ہدیۃ الشیعہ' اور 'اَجوِبہٴ اربعین' میں اس فرقہ کے ذریعہ اٹھائے گئے سوالوں کا بھرپور جواب دیا ہے۔ اسی طرح حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے 'ہدایۃ الشیعہ' میں شیعی پروپیگنڈوں کا بہت مسکت جواب لکھا ہے۔

حضرت نانوتویؒ نے عملی طور پر تعزیہ داری اور دیگر شیعی رسوم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا بیڑا اٹھایا۔ اس کی ابتدا قصبہ دیوبند ہی کی ایک مسجد سے ہوئی۔ حضرت نانوتوی اور ان کے ایک مرید حاجی محمد یاسین عرف دیوان جی نے اعلان کر دیا کہ اب تعزیہ نہیں اٹھے گا، قصبہ کے شیوخ مرنے مارنے پر آمادہ ہوگئے؛ لیکن دیوبند کے اہلِ حرفہ حضرت نانوتویؒ کے ساتھ کھڑے ہوگئے، پھر بالآخر مخالفین مغلوب ہوگئے اور تعزیہ کے ڈھانچہ کو توڑ کر پھینک دیا گیا۔ قصبہ کے دوسرے محلوں کے مسلمانوں کو بھی احساس ہوا کہ علمائے حق تعزیہ داری کی مشرکانہ رسم کے مخالف ہیں تو انھوں نے بھی اس سلسلہ میں سنجیدگی سے سوچا اور اپنے اپنے محلوں کی مسجدوں سے تعزیوں کے ڈھانچے نکال کر باہر پھینک دیے۔ اس طرح قصبہ دیوبند کے سنی مسلمانوں کے دلوں سے اس مشرکانہ عقیدہ کے جراثیم دور ہوئے۔ حضرت نانوتویؒ نے اپنے متعدد خطوط میں شیعوں کے پیدا کردہ شکوک اور ان کی خرافات کا پردہ فاش کیا ہے۔ ایسے خطوط اکثر فارسی زبان میں ہیں اور کچھ خطوط اردو میں بھی ہیں جو آپ کے مجموعہٴ مکاتیب 'فیوض قاسمیہ' میں شامل ہیں۔ حضرت نانوتویؒ کی کوششوں سے سادات کے متعدد گھرانے شیعیت سے تائب ہوکر سنی ہوئے۔

حضرت نانوتویؒ کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ عملی جدوجہد کے ساتھ میدان میں آئے۔ آپ نے ریاست بھاول پور میں شیعوں سے لوہا لیا اور انھیں شکست فاش دی۔ ردشیعیت میں آپ کی بلند پایہ تصنیف ''ہدایاتُ الرشید الی اِفحام العنید'' ہے جو پونے نو سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور اس موضوع کی مدلل اور مفصل ترین کتابوں میں شمار کی جاتی ہے۔ شیعوں کے ساتھ مناظروں کے تجربہ سے دیگر علمائے حق کو روشناس کرانے کے لیے آپ نے ایک دوسری کتاب ''مطرقۃ الکرامۃ'' لکھی۔ حضرت نانوتویؒ کے ایک دوسرے شاگرد حضرت مولانا رحیم اللہ بجنوریؒ نے بھی شیعوں کے رد میں اہم علمی کارنامہ انجام دیا۔ ردِشیعیت سے متعلق انھوں نے کئی علمی یادگاریں چھوڑیں۔

بعد کے دور میں شیعیت اور سبائیت کے رد میں نمایاں خدمات انجام دینے والوں میں امام اہل السنۃ والجماعۃ

حضرت مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنویؒ کا نام نامی سرِ فہرست ہے۔حضرت مولانا لکھنویؒ نے اس اہم موضوع کے ہر ہر گوشے سے متعلق اس قدر معلومات فراہم کردیں کہ اس باب میں ان کا کوئی ہم پلہ نظر نہیں آتا۔آپ نے مناظروں اور تقاریر کے ذریعہ شیعی ایوانوں میں زلزلہ برپا کردیا اور تاعمر شیعیت کے خلاف شمشیرِ براں بنے رہے۔ دیگر علمائے دیوبند خصوصاً حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن محدث اعظمیؒ وغیرہ نے آپ کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔

دارالعلوم نے صرف رسمی تعلیم پر اکتفاء نہیں کیا؛ بلکہ پورے مسلم معاشرہ کے اعمال وعقائد کی اصلاح کا بیڑا بھی اٹھایا۔قیامِ دارالعلوم کے کچھ عرصہ بعد ہی علمائے حق نے بدعات وخرافات اور مشرکانہ رسوم وعقائد کے خلاف جو چومکھی لڑائی چھیڑی، اس جنگ میں علمائے حق کے ایک حریف شیعہ بھی تھے۔علمائے دیوبند کی اِن ہی مخلصانہ تبلیغی واصلاحی کوششوں سے آہستہ آہستہ سنی مسلمانوں سے شیعی اثرات دور ہوئے اور انھوں نے شیعی رسوم وخرافات سے توبہ کی۔

ناموسِ صحابہ کا دفاع

علمائے دارالعلوم دیوبند تمام صحابہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) کی عظمت کے قائل ہیں؛ البتہ ان میں باہم فرقِ مراتب ہے تو عظمتِ مراتب میں بھی فرق ہے؛ لیکن نفسِ صحابیت میں کوئی فرق نہیں؛ اس لیے محبت وعقیدت میں بھی فرق نہیں پڑسکتا پس ”اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْل“ اس مسلک کا سنگ بنیاد ہے۔صحابۂ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خیر القرون میں سب سے پہلے نمبر پر ہیں اور پوری امت کے لیے معیارِ حق ہیں۔علمائے دیوبند انھیں غیر معصوم ماننے کے باوجود ان کی شان میں بدگمانی اور بدزبانی کو جائز نہیں سمجھتے اور صحابہؓ کے بارے میں اس قسم کا رویہ رکھنے والے کو حق سے منحرف سمجھتے ہیں۔علمائے دیوبند کے نزدیک ان کے باہمی مشاجرات میں خطا وصواب کا تقابل ہے، حق وباطل اور طاعت ومعصیت کا نہیں؛ اس لیے ان میں سے کسی فریق کو تنقید وتنقیص کا ہدف بنانے کو جائز نہیں سمجھتے۔علمائے دیوبند حضراتِ شیخین کی تفضیل کے قائل ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عظمت و احترام کے قائل ہیں؛ لیکن بدقسمتی سے ہندوستان میں انگریزوں کی سازش سے ایسی صورتِ حال پیدا ہوگئی کہ شیعوں کی طرف سے حضراتِ صحابۂ کرامؓ کی شان عالی میں تبرا (نفرت) بازی کی جانے لگی اور اس کی وجہ سے شیعہ سنی کشیدگی پھیلنے لگی۔اس نازک دور میں تبرا باز شیعوں کے جواب میں حضرات علمائے دیوبند نے تحریکِ مدحِ صحابہ شروع کی۔حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ اور حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ وغیرہ علمائے کرام نے اس میں سرگرم حصہ لیا۔جب وقت کی سیاسی آندھیوں نے قافلۂ اسلام کی صفِ اول پر یلغار کی تو حضرت مدنیؒ نے مقامِ صحابہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے معیارِ حق ہونے پر پُرزور مباحث تحریر فرمائے۔

قیامِ پاکستان کے بعد اس موضوع پر مستقلاً تنظیم اہل السنۃ والجماعۃ، تحریک اہلِ سنت وغیرہ ناموں سے مختلف جماعتیں قائم ہوئیں، جن میں سید نور الحسن شاہ بخاری، مولانا عبدالستار تونسوی، علامہ دوست محمد قریشی اور ان کے

رفقائے کار نے قابلِ قدر کام کیا؛ جب کہ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور مولانا قاضی مظہر حسین وغیرہ حضرات نے تحریک مدحِ صحابہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور شیعیت کو دنداں شکن جواب دیا۔ ان بزرگوں کے علاوہ مولانا ولایت حسین رئیس دیورہ صوبۂ بہار، مولانا محمد شفیع سنگتھروی، مولانا لطف اللہ جالندھری، مولانا یوسف لدھیانوی وغیرہ علمائے دیوبند نے بھی اس محاذ پر گراں قدر خدمات انجام دیں۔

ایران کا شیعی انقلاب

۱۹۷۹ء میں جب خمینی کے زیر قیادت ایران میں انقلاب آیا اور شیعی حکومت قائم ہوئی۔ شیعی حکومت نے زبردست پروپیگنڈہ کے ذریعہ اسے اسلامی انقلاب کا نام دیا اور ملتِ اسلامیہ کے بیشتر افراد اس پروپیگنڈہ کی زد میں آگئے۔ پورے عالمِ اسلام خصوصاً برِصغیر میں ایرانی انقلاب کو صالح اسلامی انقلاب سمجھا جانے لگا۔ اس صورتِ حال کو دیکھ کر علمائے دیوبند میدان میں آگئے اور انھوں نے ایران کے اس نام نہاد اسلامی انقلاب کی قلعی کھول کر رکھ دی۔ اس سلسلہ میں خاص طور سے حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کی کتاب 'ایرانی انقلاب، امام خمینی اور شیعیت' نے ایرانی انقلاب کا خیر مقدم کرنے والوں کی آنکھیں کھول دیں اور ان کے سامنے حقیقت بے نقاب ہو کر آ گئی۔

علمائے دیوبند کا یہ قابلِ فخر کارنامہ ہے کہ انھوں نے برصغیر کو شیعوں کے ہمہ گیر اثرات سے پاک کیا اور اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد و افکار کی حفاظت و اشاعت کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا۔ علمائے دیوبند نے کتابوں، فتاوی اور بیانات کے ذریعہ امتِ مسلمہ کی بھرپور رہ نمائی فرمائی اور اب بھی حسبِ ضرورت الحمد للہ یہ سلسلہ جاری ہے۔ دارالعلوم میں تخصصات میں داخل طلبہ کے لیے دیگر ادیان وفرق کے ساتھ شیعیت کے سلسلہ میں بھی محاضرات پیش کیے جاتے ہیں۔

ردشیعیت میں علمائے دیوبند کی تصنیفی خدمات

شیعیت اور رافضیت کے رد میں ہندو پاک کے علمائے کرام نے ایک گراں قدر ذخیرہ جمع کر دیا ہے جس میں سب سے نمایاں تصنیفی خدمات امام اہل سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی ہیں۔ ذیل میں ہم کچھ کتابوں کے نام پیش کر رہے ہیں:

(۱) ہدیۃ الشیعہ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

(۲) الاجوبۃ الکاملۃ فی الاسولۃ الخاملۃ، حضرت نانوتویؒ

(۳) اجوبہ اربعین درردِ روافض، افادات حضرت نانوتویؒ، مرتب: صوفی عبدالحمید خان سواتی

(۴) ہدایۃ الشیعہ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

(۵) ہدایات الرشید اِلی اِفحام العنید، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ

(۶) مطرقۃ الکرامۃ فی مرآۃ الامامۃ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ
(۷) اِبطال اصولِ الشیعہ ،حضرت مولانا حکیم محمد رحیم اللہ بجنوریؒ
(۸) الکافی للاعتقاد الصافی، حضرت مولانا حکیم رحیم اللہ بجنوریؒ
(۹) المنار رسائل السنہ والشیعہ ،حضرت مولانا حکیم رحیم اللہ بجنوریؒ
(۱۰) ارشاد الثقلین، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ
(۱۱) دفع المجادلہ عن آیات المباہلہ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ
(۱۲) عثمان ذوالنورین، حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ
(۱۳) فتنۂ رفض، حضرت مولانا محمد منظور احمد نعمانیؒ
(۱۴) ایرانی انقلاب، خمینی اور شیعیت، حضرت مولانا محمد منظور احمد نعمانیؒ
(۱۵) شیعہ اثنا عشری اور عقیدۂ تحریفِ قرآن، حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ
(۱۶) شیعہ سنی اختلافات: حقائق کے آئینہ میں، مولانا محمد منظور نعمانیؒ
(۱۷) شیعہ سنی اختلافات اور صراط مستقیم، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
(۱۸) اسلام اور شیعہ مذہب، مولانا امام علی دانش قاسمی لکھیم پوری
(۱۹) محاضراتِ ردشیعیت، مولانا محمد جمال میرٹھی
(۲۰) حضرت معاویہؓ اور تاریخی حقائق، حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی
(۲۱) اکابرِ صحابہ اور شہدائے کربلا پر افتراء، مولانا عبدالرشید نعمانی
(۲۲) حقیقتِ شیعہ، مولانا عبدالرشید نعمانی
(۲۳) براءتِ عثمان، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ
(۲۴) ارشاد الشیعہ ،مولانا سرفراز خان صفدر
(۲۵) ازالۃ الشک فی مسئلۃ فدک، مولانا عبدالستار تونسوی
(۲۶) شان حضرت فاروق اعظمؓ، مولانا عبدالستار تونسوی
(۲۷) شان سیدنا عثمان بن عفانؓ، مولانا عبدالستار تونسوی
(۲۸) شان حیدر کرارؓ، مولانا عبدالستار تونسوی
(۲۹) خمینیت :عصرِ حاضر کا عظیم فتنہ، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی
(۳۰) شیعیت قرآن وحدیث کی روشنی میں، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی

(۳۱) شیعہ مذہب دین ودانش کی کسوٹی پر، مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری

(۳۲) واقعۂ کربلا اور اس کا پس منظر، مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی

(۳۳) عقائد الشیعۃ، مفتی محمد فاروق میرٹھی

(۳۴) تاریخ کی مظلوم شخصیتیں، مولانا عبدالعلی لکھنوی

(۳۵) تعارف مذہب شیعہ، مولانا عبدالعلی لکھنوی

(۳۶) شیعہ مذہب تاریخ کے آئینے میں، مولانا محمد جمال میرٹھی

وغیرہ

ماخذ:

- دارالعلوم دیوبند: احیائے اسلام کی عظیم تحریک، ص ۲۹۵ تا ۳۴۹

علمائے دیوبند اور شرک وبدعت کا مقابلہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام جب ہندوستان پہنچا تو یہاں کی قدیم تہذیب وتمدن، رسم ورواج، طور وطریق، ذہن ومزاج اور مذہبی تعلیمات وروایات پر اس نے زبردست اثر ڈالا، لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ہندو تہذیب نے بھی مسلم تہذیب کو کم متاثر نہیں کیا ہے۔ یہ اثرات مسلم سماج میں اس طرح پیوست ہوکر رہ گئے ہیں کہ آج یہ احساس بھی مٹ گیا ہے کہ یہ رسم ورواج اور طور وطریق اسلامی معاشرہ میں غیر مسلموں سے آئے ہیں۔ ہندوستانی مسلمانوں میں بہت سی بدعات وخرافات، رسم ورواج، قبر پرستی، عرس ومیلہ، قوالی اور راگ باجہ، مردوں اور عورتوں کی مزارات پر مخلوط حاضری، منتیں مانگنا، نذر ونیاز چڑھانا، تیجہ چہلم، شادی بیاہ کی رسمیں، نسل وخون کا امتیاز اور ذات پات میں اونچ نیچ وغیرہ سیکڑوں طور وطریق، رسم ورواج اور ہندو قومی ومذہبی روایات مسلم معاشرہ میں درآئی ہیں۔

ہندوستان مسلمانوں کی مذہبی وسماجی حالت

ہندوستان میں مسلمانوں کے دورِ زوال نے انھیں احساس کمتری میں مبتلا کردیا تھا اور اس کی وجہ سے ان کے اندر بہت سی اخلاقی اور دینی برائیوں نے جنم لے لیا تھا۔ کچھ تو ہندو تہذیب سے اثر پذیری اور کچھ دنیا پرست علمائے سوء اور مصنوعی صوفیوں اور پیروں کی مفاد پرستی اور زر طلبی کی وجہ سے بدعات وخرافات کو جزو ایمان بنالیا گیا۔ قبر پرستی کا چلن اتنا بڑھ چکا تھا کہ اسلامی معاشرہ میں قمری مہینوں کے نام مسلمان عورتوں میں جو مروج تھے وہ سب انھیں خرافات کی نشان دہی کرتے تھے۔ فاتحہ، تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں، سہ ماہی، ششماہی، برسی، نذر ونیاز، عرس، بی بی کی صحنک، بوعلی قلندر کی سہ منی، شیخ سدو کا بکرا، غازی میاں کا مرغا، شاہ عبدالحق کا توشہ، بڑے پیر کی گیارہویں، شاہ معین الدین کی چھٹی، قبروں پر چادریں، پھول بتاشہ، مسجدوں میں گاتے بجاتے طاق بھرائی، قبروں پر چراغ، چڑھاوے کی منت، شب براءت کا حلوہ، امام جعفر کا کونڈہ، ربیع الاول کا جشن عید میلاد النبی، محفل میلاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا عقیدہ، دوران میلاد قیام، انبیاء واولیاء کو حاضر وناظر جاننے کا عقیدہ، تعزیے بنانا، مالیدہ چڑھانا، تعزیہ کا جلوس، امام حسین کے نام کی سبیل وغیرہ بدعات وخرافات عام مسلمانوں کے داخلی وخارجی زندگی کے مظاہر تھے۔ ہندوستان کا مسلمان انھیں توہمات کو حاصل ایمان سمجھتا تھا۔

عرسوں کے میلوں میں بے حجاب عورتوں اور مردوں کا مخلوط اجتماع، اصحاب قبور کو خدائی اختیارات کا مالک سمجھنا، ان سے براہ راست مانگنا اور حاجت روائی کی درخواست کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اجمیر کے سات عرسوں میں

شرکت ایک حج کے برابر ہے وغیرہ جیسے سیکڑوں مشرکانہ خیالات ان پڑھ مسلمانوں کے دلوں میں پیوست ہو گئے تھے۔ بے شمار بدعات کارثواب سمجھ کر انجام دی جاتی تھیں اور پورا معاشرہ ان ہی گمراہیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ مفاد پرست صوفیاء اور علماء سوء نے بزرگوں کو خدائی اختیارات کا شائبہ پیدا کرنے والے القاب جیسے پیر دستگیر، مشکل کشا، غریب نواز، غوث بندہ نواز، گنج بخش، مولا دستگیر وغیرہ سے مشہور کر دیا جو اِن شخصیتوں کو اس کائنات میں مختار کل اور متصرف ہونے کا پتہ دیتے ہیں۔ ان ناموں کی شہرت نے بزرگوں کی قبروں کو بتدریج مرجع خلائق بنا دیا۔ قبروں پر زائرین کی بھیڑ نے حریص اور دین فروش انسانوں کو دنیاوی منفعت حاصل کرنے کے لیے اکسایا اور وہ ان قبروں پر قبضہ کر کے بیٹھ گئے اور آپس میں مناصب اور منافع تقسیم کر لیے۔ اس طرح قبروں کی تجارت بڑے پیمانے پر کمپنی کی شکل اختیار کر گئی۔

علمائے حق دیو بند میدان کارزار میں

مسلمانوں کی اس صورت حال کے خلاف سب سے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے سب سے مضبوط آواز اٹھائی۔ آپ کے بعد حضرت مولانا سید احمد شہید رائے بریلوی، حضرت مولانا اسماعیل شہید دہلوی اور حضرت مولانا عبدالحئی بڈھانوی رحمہم اللہ نے بڑی جرأت اور جانبازی کے ساتھ مسلمانوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ لیکن یہ تحریک اصلاح و جہاد مئی ۱۸۳۱ھ میں حضرت سید احمد شہید اور ان کے رفقاء کی شہادت کے بعد ختم ہوگئی۔ اس کے بعد خانوادۂ ولی اللہی کے علمی جانشین علمائے دیو بند نے اصلاح کی اس مہم کو جاری رکھنے اور آگے بڑھانے کے لیے اپنی جدو جہد کا آغاز کیا۔ اس مشن کی سربراہی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کر رہے تھے۔

قرآن وحدیث کی تعلیمات کی اشاعت

مسلمانوں میں عقائد کی جو خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں اور دوسری قوموں کے اختلاط کے نتیجہ میں جو بدعقیدگیاں در آئی تھیں ان کی بنیادی وجہ مسلم عوام میں تعلیم کی کمی، دینی معلومات کا فقدان اور اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت تھی۔ علماء نے اندازہ لگالیا تھا کہ عقیدوں کی ان خرابیوں کا علاج اسلامی تعلیم کا فروغ اور دینی معلومات کو ہر خاص و عام تک پہنچانا ہے؛ جب دین کی صحیح معلومات عام ہو جائیں گی، ہر علاقہ، ہر شہر اور گاؤں میں دینی تعلیم سے واقف لوگ پیدا ہو جائیں گے تو ساری بدعقیدگیاں ختم ہونی شروع ہو جائیں گی۔ اس لیے اکابر ملت نے دینی مدارس کے قیام کو منصوبہ بند طریقہ سے جاری کرنے کو وقت کی سب سے اہم ضرورت سمجھا۔

قیام دارالعلوم کے بعد سے ہی پورے ملک میں جگہ جگہ بہت سے دینی مدارس کے کھلنے کا سلسلہ شروع ہوا۔ مدرسوں کا نظام اور طریقہ اس نہج پر رکھا گیا کہ ہر سطح کے لوگ ان مدارس سے استفادہ کر سکیں اور سماج کے ہر طبقہ کے

لوگوں کے لیے دینی تعلیم حاصل کرنا آسان بنادیا گیا۔ علمائے حق کے ذریعہ قائم کردہ ان مدارس کا فیض شہروں سے گذر کر دور افتادہ قریوں تک پہنچ گیا اور دینی تعلیم کا نور محلوں کوٹھیوں سے آگے بڑھ کر جھونپڑیوں تک پہنچ گیا۔ مسلم آبادیوں میں دینی علوم کے حاملین پیدا ہونے لگے جنھوں نے علوم دینیہ کی روشنی میں اپنے معاشرہ اور اپنی زندگی کی آلودگیوں کو دیکھا، اسلام کی عقیدۂ توحید اور اس کے عملی تقاضوں کو سمجھا تو ان میں خود تبدیلی پیدا ہوئی اور رفتہ رفتہ بدعات اور خرافات کی تاریکی دور ہونے لگی۔

تزکیۂ باطن اور اتباع سنت کی تحریک

جن لوگوں نے اپنی سابقہ زندگی کی بدعات وخرافات سے تائب ہوکر اسلام کی صحیح تعلیمات کی روشنی میں نئی زندگی شروع کی اور دین وشریعت کے تقاضوں پر پورے طور پر عمل پیرا ہونا چاہا تو قدرتی طور پر ایسے بزرگوں کی تلاش ہوئی جو اُن کو دین وشریعت کے تقاضوں سے آشنا کریں تاکہ وہ اپنی زندگی سدھارنے کے ساتھ ساتھ اپنے خاندان، اہل محلّہ اور اپنی آبادی کے لوگوں کو بھی صراط مستقیم پر لگائیں۔ امت کی اس دینی ضرورت کی تکمیل کے لیے پہلے ہی سے خانقاہیں موجود تھیں جہاں علوم شریعت سے آراستہ علمائے کرام سلوک واحسان کی دولت عوام میں تقسیم کرنے کے لیے تیار بیٹھے تھے۔ چناں چہ ان خانقاہوں نے صحیح اسلامی عقائد، سنت نبویہ اور تدین وتقوی کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔ خانقاہ رشیدیہ گنگوہ، خانقاہ رائے پور، خانقاہ مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآباد، خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون، خانقاہ مولانا سید محمد علی مونگیری، خانقاہ حسینیہ ٹانڈہ وغیرہ خانقاہوں اور بزرگوں اور ان کے خلفاء سے مربوط ہوکر لاکھوں کروڑوں انسانوں نے شرک وبدعت اور نافرمانی وگنہ گاری کی زندگی سے توبہ کی، قلوب کا تزکیہ کیا اور سنت نبویہ کی اتباع کے جذبہ سے سرشار ہوئے۔

اس طرح دینی مدارس اور اہل اللہ کی خانقاہوں نے مل کر اصلاح کا ایک پرجوش سلسلہ شروع کیا اور اس کے بہترین نتائج بھی سامنے آتے گئے۔ ہر قابل ذکر آبادی میں دین داروں اور دین وشریعت کے تقاضوں کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے والوں کی تعداد نمایاں ہونے لگی اور ان کی زندگیوں سے تمام بدعات وخرافات اور مشرکانہ عقائد رخصت ہونے لگے۔

وہابیت کا الزام

دوسری طرف علمائے دیوبند نے اردو زبان میں جو اس وقت ہندوستان میں عوام الناس کی زبان تھی، اسلامی عقائد واعمال پر کتابیں تصنیف کیں تاکہ معمولی نوشت وخواند کے لوگ بھی استفادہ کرسکیں۔ ان ہی کتابوں میں تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم کے علاوہ تحذیر الناس (مصنفہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ)، حفظ الایمان واصلاح الرسوم (مصنفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، براہین قاطعہ (مصنفہ حضرت مولانا خلیل احمد

سہارن پوریؒ) وغیرہ کے نام شامل ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے فتاوی کا ایک بڑا حصہ اسلامی عقائد کی تشریح وتوضیح اور بدعات وخرافات کی تردید پر مشتمل ہے۔ ان کتابوں کی تصنیف کا مقصد یہی تھا کہ مسلمان بدعات وخرافات اور مشرکانہ عقائد سے دور ہوکر دین کی صحیح تعلیم کو سمجھیں اور اپنی طرف سے دین میں ایجادات کر کے اُن کو مذہبی امور کی شکل نہ دے دیں۔

اہل بدعت کی طرف سے ان کتابوں کا جواب ممکن نہیں تھا کیوں کہ وہ شرک کو اسلام اور بدعات وخرافات کو اصل ایمان کہنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے، تو انھوں نے اہل حق کے دلائل کا جواب دینے کے بجائے ان پر وہابیت کا الزام لگانا شروع کیا۔ اس زمانے میں شیخ عبدالوہاب نجدی کی تشدد پسندانہ پالیسیوں کی وجہ سے لفظ وہابی ایک بہت بڑی گالی تھی اور جسے وہابی کہا جاتا تھا اس کو اسلام دشمن، گستاخ رسول اور انتہا پسند خیال کیا جاتا تھا۔ علمائے سوء کو اہل حق کے خلاف کچھ نہیں ملا تو انھوں نے ان کی کتابوں میں تحریف کر کے ان کو کافر اور گستاخ رسول بنانے کی مہم شروع کی۔ انھوں نے علمائے حق کو نشانہ بنایا اور ان گنت فتوے اور کتابچے ان مقربان بارگاہ خداوندی کو کافر قرار دینے کے سلسلہ میں لکھے اور شائع کیے۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ رسم ورواج، قبر پرستی وعرس، نذر ونیاز اور فاتحہ ومیلاد کی مخالفت کرنے والوں کی ذات کو نشانہ بنا کر اتنا متہم کر دیا جائے کہ عوام میں اشتعال اور ان سے نفرت اور دوری پیدا ہو جائے، پھر ان کی اصلاحی مہم اپنی موت آپ مر جائے گی۔

احمد رضا خان صاحب کی تکفیری مہم

علمائے حق کو بدنام کرنے کی مہم اس وقت شباب پر پہنچی جب مولوی احمد رضا خان بریلوی نے دیانت وامانت کو بالائے طاق رکھ کر ایک ایمان سوز منصوبہ بنایا اور اتنی رازداری برتی کہ کسی کو اس کی سُن گُن تک نہیں ملی۔ اس منصوبہ کا بنیادی عنصر ہی بڑا دل دوز اور اشتعال انگیز ہے۔ خانۂ کعبہ اور گنبد خضریٰ کے سایہ میں سازش، فریب، غلط بیانی اور اللہ کے بہت سے مقرب بندوں کے ایمان کو قتل کرنے کے دلی جذبے کی تکمیل کے لیے ریشہ دوانیاں کی گئیں۔ چناں چہ علمائے حق کی کتابوں میں تحریف کر کے ان کی عبارتوں میں تغیر وتبدل کر کے اس میں کفر کے احتمالات پیدا کر کے حرمین شریفین کے علماء کو دام فریب میں لاکر ان سے کفر کے فتوے حاصل کیے گئے۔ مولوی احمد رضا خان نے اپنے اس سیاہ کارنامے کو 'حسام الحرمین' کے نام سے شائع کیا۔

بعد میں جب علمائے عرب پر سازش کا انکشاف ہوا، تو انھوں نے علمائے دیوبند کے پاس ایک سوال نامہ بھیج کر عقائد کے متعلق وضاحت طلب کی جس کا جواب حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ نے تحریر فرمایا اور علمائے عرب نے اس پر مکمل اطمینان واعتماد کا اظہار کیا۔ سوال وجواب کا یہ مجموعہ المہند علی المفند کے نام سے شائع ہوا۔ اسی طرح حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے بھی اس کے جواب میں 'الشہاب الثاقب' تالیف فرمایا اور خان صاحب کے کذب وفریب کا پردہ چاک کر دیا۔

علمائے حق کو بدنام کرکے اوران کی تحریروں میں تغیر وتبدل کرکے ان پر کفر کے فتوی لگا کر مولوی احمد رضا خان نے علماء کی اصلاحی مہم کو ناکام بنانا اور بدعات وخرافات کی دیوار کو سہارا دینا چاہا۔ ان کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ انھوں نے بدعات وخرافات اور مشرکانہ عقائد میں مبتلا لوگوں کو ایک رشتہ میں پروکر ایک فرقہ کی شکل دے دی۔ اس فرقہ کی تشکیل میں سب سے بڑا اور اہم کردار ان کی 'کافرگری' کی مہم نے انجام دیا۔ اس وقت ہندوستان کے تمام مشاہیر علماء واولیاء، مجاہدین آزادی، اسلامی مدارس کے علماء واساتذہ، محدثین وفقہاء، مصلحین وقائدین اور مصنفین واہل قلم کوئی بھی ان کی شمشیر تکفیر سے محفوظ نہیں رہ گیا۔

رضاخانیت کا تعاقب

مولوی احمد رضا خان کی تکفیری مہم اور بدعات وخرافات کی حمایت کی بنیاد پر مسلمانوں میں مستقل طور پر ایسا فرقہ وجود میں آ گیا جو بدعات اور مشرکانہ رسوم کو دین کا حصہ سمجھتا اور علمائے حق کو کافر گردانتا اپنا فرض سمجھتا۔ یہ فرقہ بعد میں رضاخانی یا بریلوی کے نام سے جانا گیا۔ یہ فرقہ زبانی عشق رسول کا بہت دعویدار ہے اور اپنے سوا تمام طبقات اسلام کو قابل گردن زدنی اور دنیا کے ہر کافر مشرک سے بدتر سمجھتا ہے؛ لیکن عملاً اس کا حال یہ ہے کہ شریعت کے روشن چہرے کو مسخ کرکے دین میں نت نئے اضافے کرتا رہتا ہے اور من گھڑت افکار کو شریعت قرار دیتا ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے رسوم ورواج کو بدعت قرار دیا ہے اور اپنے ہر خطبے میں اس کی برائی بیان فرمایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے لے کر آج تک علمائے حق نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو سب سے زیادہ رد بدعت پر مرکوز رکھا کیوں کہ اسی سے شرک کی راہ نکلتی ہے۔ علمائے دیوبند میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور حضرت مولانا مرتضی حسن چاندپوریؒ وغیرہ نے شرک وبدعت کے رد میں ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔

رضاخانی طبقہ نے اپنے آباء واجداد کی متوارث گمراہیوں پر اصرار کرتے ہوئے علمائے حق کی شان میں نازیبا الفاظ بلکہ دشنام طرازیوں کا سلسلہ شروع کردیا۔ بالآخر علمائے حق نے ان کا تعاقب کیا، ان کو مجمع عام میں لاکر ان سے مناظرے کیے، ان کے عقائد کا پوسٹ مارٹم کیا اور ان کے الزامات کے مسکت جوابات دیے۔ علمائے حق، قرآن وحدیث کی روشنی میں بدعات وخرافات کی تردید کرتے جس کے جواب میں اہل بدعت اشتعال انگیز باتیں کرتے اور دشنام طرازی پر اتر آتے۔ ایسے انتہائی خطرناک حالات میں علمائے حق نے احقاق حق اور ابطال باطل کا فرض پوری دیانت داری سے ادا کیا۔ علماء نے پورے ملک میں اہل بدعت کا مقابلہ کیا، ان سے مناظرے کیے اور عوام پر حق واضح کیا۔ ایسے علماء کی فہرست میں چند نام یہ ہیں: حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوری، حضرت مولانا مرتضی حسن چاندپوری، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب، حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی، حضرت مولانا ابوالوفاء شاہ جہاں پوریؒ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ، حضرت مولانا محمد اسماعیل سنبھلیؒ، حضرت مولانا نور محمد

ٹانڈویؒ، حضرت مولانا ارشاد احمد فیض آبادیؒ وغیرہ۔

دوسری طرف علمائے حق نے تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں۔ انھوں نے بدعات کے تمام مسائل پر چھوٹی بڑی بے شمار کتابیں تصنیف کیں اور حق و باطل کو واضح کر کے عوام کے سامنے پیش کر دیا۔ اس میدان میں حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی، حضرت مولانا نور محمد ٹانڈوی، حضرت مولانا سرفراز خاں صفدر وغیرہ نے نمایاں خدمات انجام دیں اور مبتدعین کے تعاقب میں سرگرم عمل رہے۔

دارالعلوم دیوبند کی تاریخ سے واقف حضرات جانتے ہیں کہ اس کے فرزند اسلام کی سنت قائمہ کے حامی اور بدعت سے بہت دور ہیں اور ایسے کسی عمل کو جو شاہ راہ مسلسل سے نہ آئے وہ اسے اسلام کا نام دینے کے لیے تیار نہیں کیوں کہ ان کا موقف اسلام کی سنت قائمہ سے مکمل وفاداری ہے۔ ان کے نزدیک اہل سنت والجماعت وہ لوگ ہیں جو اسلام کی سنت قائمہ سے وابستہ اور جماعت صحابہ کے نقش پا سے دین کی راہیں تلاش کرنے والے ہوں اور بدعات کو فروغ دینے والے نہ ہوں۔ ان حضرات کا یقین ہے کہ بدعت کا دروازہ کھلا رکھنے سے تفریق بین المسلمین لازمی ہوگی کیوں کہ بدعات ہر گروہ کی اپنی اپنی ہوں گی یہ فقط سنت ہے جو تمام مسلمانوں کو ایک لڑی میں پرو سکتی ہے اور ملت واحدہ بنا کر رکھ سکتی ہے؛ اس لیے بدعات کے رد میں علمائے دیوبند کا یہ اہتمام کوئی منفی داعیہ نہیں بلکہ شاہراہ اسلام سے مخلصانہ عقیدت ہے۔

علمائے دیوبند کی انھیں مبارک کوششوں سے الحمدللہ آج ہندوستان میں دین اسلام اپنی پوری صحیح شکل میں نہ صرف موجود ہے بلکہ مدارس اسلامیہ، جماعت تبلیغ اور دینی اداروں کی برکت سے آج ہندوستان عالم اسلام کے اندر مستند دینی تعلیمات اور صحیح اسلامی روایات کے تحفظ و اشاعت میں سب سے ممتاز نظر آتا ہے۔

رد بدعت میں علمائے دیوبند کی علمی خدمات

(۱) تحذیر الناس، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
(۲) الجہد المقل فی تنزیہ المعز والمذل، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ
(۳) براہین قاطعہ، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ
(۴) المہند علی المفند یعنی عقائد علمائے دیوبند، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ
(۵) النفائس المرغوبۃ، حضرت مفتی کفایت اللہ شاہ جہانپوری ثم دہلویؒ
(۶) الشہاب الثاقب، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ
(۷) حفظ الایمان، حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۸) تنزیہ القرآن، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۹) بسط البنان، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

(۱۰) مفید المومنین فی رد المبتدعین، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۱۱) طریقۂ مولود شریف، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۱۲) اغلاط العوام، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۱۳) الجنۃ لاہل السنۃ، حضرت مولانا عبدالغنی پٹیالویؒ
(۱۴) سبیل السداد فی مسئلۃ الامداد، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ
(۱۵) السحاب المدرار، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ
(۱۶) توضیح البیان فی حفظ الایمان، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ
(۱۷) مجموعہ رسائل (دو درجن رسائل کا مجموعہ) مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ
(۱۸) علم غیب، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمیؒ
(۱۹) کلمۃ الایمان، حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ
(۲۰) سنت وبدعت، مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندیؒ
(۲۱) تبرید النواظر فی تحقیق الحاضر والناظر یعنی آنکھوں کی ٹھنڈک، حضرت مولانا سرفراز خاں صفدرؒ
(۲۲) راہِ سنت، مولانا سرفراز خاں صاحب صفدر
(۲۳) ازالۃ الریب عن عقیدۃ علم الغیب، مولانا سرفراز خاں صاحب صفدر
(۲۴) نور وبشر، مولانا سرفراز خاں صاحب صفدر
(۲۵) دل کا سرور، مولانا سرفراز خاں صاحب صفدر
(۲۶) تنقید متین بر تفسیر نعیم الدین، مولانا سرفراز خاں صفدر
(۲۷) مختارِ کل، مولانا سرفراز خاں صفدر
(۲۸) الشہاب المبین سماعِ موتی، مولانا سرفراز خاں صفدر
(۲۹) چراغ کی روشنی، مولانا سرفراز خاں صفدر
(۳۰) گلدستۂ توحید، مولانا سرفراز خاں صفدر
(۳۱) تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور، مولانا سرفراز خاں صفدر
(۳۲) عبارات اکابر، مولانا سرفراز خاں صفدر
(۳۳) اظہار الغیب فی اثبات علم الغیب، مولانا سرفراز خاں صفدر
(۳۴) ملا علی قاری اور مسئلۂ علم غیب، مولانا سرفراز خاں صفدر
(۳۵) تفریح الخواطر فی رد تنویر الخواطر، مولانا سرفراز خاں صفدر
(۳۶) بوارق الغیب، مولانا منظور احمد نعمانیؒ

(۳۷) مطالعۂ بریلویت، علامہ خالد محمود صاحب
(۳۸) فتح بریلی کا دل کش نظارہ، مولانا منظور احمد نعمانیؒ
(۳۹) صاعقۂ آسمانی برفرقۂ رضاخانی، مولانا منظور احمد نعمانیؒ
(۴۰) سیف یمانی برفرقۂ رضاخانی، مولانا منظور احمد نعمانیؒ
(۴۱) تاریخ میلاد، مولانا منظور احمد نعمانیؒ
(۴۲) امعان النظر فی اذان القبر، مولانا منظور احمد نعمانی
(۴۳) حضرت شاہ اسمٰعیل شہید اور معاندین اہل بدعت کے الزامات، مولانا منظور احمد نعمانیؒ
(۴۴) فیصلہ کن مناظرہ، مولانا منظور احمد نعمانی
(۴۵) شارع حقیقی، مولانا حبیب الرحمٰن محدث اعظمی
(۴۶) اعلی حضرت بریلوی کا تعارف نامہ، مولانا نور محمد ٹانڈوی
(۴۷) اعلی حضرت بریلوی کا حقہ، مولانا نور محمد ٹانڈوی
(۴۸) تکفیری افسانے، مولانا نور محمد ٹانڈوی
(۴۹) بدعات وممنوعات، مولانا نور محمد ٹانڈوی
(۵۰) مولوی حشمت علی رضاخانی کا تکفیری فتوی، مولانا نور محمد ٹانڈوی
(۵۱) صاعقۃ الرحمٰن علی حزب الشیطان، مولانا نور محمد ٹانڈوی
(۵۲) ابن الوقت کی خانہ تلاشی، مولانا اسماعیل مرادآبادی
(۵۳) براءۃ الابرار عن مکائد الاشرار، مولانا عبدالرؤف جگن پوری
(۵۴) شمشیر حقانی برگردن رضاخانی، مولانا عبدالرؤف جگن پوری
(۵۵) اصلاح فاتحہ، مولانا عبدالرؤف جگن پوری
(۵۶) تعزیر سلطانی برمفتری کذاب رضاخانی، مولانا عبدالرؤف جگن پوری
(۵۷) حق پر کون ہے؟ مولانا امام علی دانش صاحب
(۵۸) زلزلہ درزلزلہ، مولانا امام علی دانش صاحب
(۵۹) بدعت اور شرک، مفتی کفیل الرحمٰن نشاط دیوبندیؒ
(۶۰) زلزلہ درزلزلہ، مولانا نجم الدین احیائی
(۶۱) بریلوی فتنے کا نیا روپ، مولانا محمد عارف سنبھلیؒ
(۶۲) بریلوی تراجم قرآن کا علمی تجزیہ، مولانا اخلاق حسین قاسمیؒ
(۶۳) بریلویت کا تنقیدی جائزہ، مولانا جمیل احمد نذیری

(۶۴) بریلویت کا شیش محل، مولانا محمد طاہر حسین گیاوی
(۶۵) رضاخانیت کے علامتی مسائل، مولانا محمد طاہر حسین گیاوی
(۶۶) انگشت بوسی سے بائبل بوسی تک، مولانا محمد طاہر حسین گیاوی
(۶۷) بریلی مذہب پر ایک نظر، مولانا عبداللہ قاسمی غازی پوری
(۶۸) دیوبند سے بریلی تک، مولانا عبدالقدوس رومی
(۶۹) دیوبند سے بریلی تک، مولانا ابوالاوصاف جون پوری
(۷۰) قاطع الورید، مولانا محمد اسحاق بلیاوی
(۷۱) رضاخانی مذہب، مولانا ریاض احمد قاسمی
(۷۲) ہمارا دین حق، مولانا ریحان الدین قاسمی
(۷۳) خیر الکلام فی مسئلۃ القیام، مولانا خالد سیف اللہ گنگوہی
(۷۴) محاضرۂ رضاخانیت، مولانا مفتی محمد امین پالن پوری
وغیرہ

ماخذ:

- دارالعلوم دیوبند: احیائے اسلام کی عظیم تحریک، ص ۳۵۰ تا ۴۳۵

علمائے دیوبند اور فتنۂ عدم تقلید کا تعاقب

برصغیر ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کے ساتھ اسلامی علوم وفنون اور تہذیب وروایت کی آمد کا آغاز ہو گیا تھا۔ ہندوستان کے تقریباً تمام ہی حکمراں علم دوست اور مذہبی واقع ہوئے تھے۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہندوستان کی تقریباً تمام اہم مسلم حکومتوں نے مذہبِ حنفی کا اتباع کیا اور فقہ حنفی ہی تمام قوانین وضوابط کی بنیاد بنا رہا۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی غالب اکثریت مذہب حنفی کی پابند تھی۔ پوری مسلم تاریخ میں تقلید سے انحراف، اسلامی روایات سے بغاوت اور سلفِ صالحین سے نفرت وکدورت کا کوئی قابلِ ذکر ثبوت نہیں ملتا؛ لیکن آخری زمانے میں جب سلطنتِ مغلیہ رو بہ زوال تھی اور ہندوستان میں انگریزوں کے ناپاک قدم پڑ چکے تھے، اس وقت نت نئی جماعتوں نے جنم لینا شروع کیا۔ عدمِ تقلید کا فتنہ بھی اسی تاریک زمانے کی پیداوار ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے جانشینوں کی کوششوں سے ہندوستان میں ہمہ جہت اصلاحی تحریک شروع ہوئی۔ حضرت سید احمد شہید رائے بریلویؒ اور حضرت مولانا اسماعیل شہیدؒ کی تحریک کا ایک محاذ جس طرح جہاد اور سیاسی اصلاح کا تھا، اسی طرح مسلم معاشرہ میں بدعات اور کفریہ وشرکیہ عقائد کے خلاف بھی محاذ کھولا گیا تھا۔ ان تحریک کے بانیوں کی جہاد بالاکوٹ میں ۱۲۴۶ھ/ ۱۸۳۱ء میں شہادت کے بعد بعض مفسد مزاجوں کے ذہن میں ائمۂ دین متین کی تقلید کا انکار اور فقہ وفقہاء بالخصوص حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی طرف سے عناد کا خیال پیدا ہوا۔ اس جماعت کے سرغنہ مولوی عبدالحق بنارسی تھے، جنھوں نے حضرت سید احمد شہیدؒ کی خلافت کے مدعی بن کر لوگوں کو لامذہبیت کی طرف بلایا۔ وہ سفرِ حج میں سید صاحب کے ہم قافلہ تھے؛ لیکن ائمۂ کرام پر بدزبانی اور دیگر فاسد نظریات کی وجہ سے سید صاحب نے ان کو اپنے قافلہ سے نکال دیا تھا۔ مولوی عبدالحق بنارسی نے ہزار ہا لوگوں کو عمل بالحدیث کے پردے میں قیدِ مذہب سے ہی بیگانہ کر دیا۔ عمل بالحدیث کے نام سے صحابہ وسلف سے بےزاری اور ائمۂ فقہ کی توہین کی یہ تحریک بظاہر مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے کی گھناؤنی سازش تھی۔ مولوی عبدالحق بنارسی کے انجام سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، جیسا کہ انھوں نے خود اعتراف کیا کہ میں نے عمل بالحدیث کے پردے میں وہ کام کیا کہ عبداللہ بن سبا سے نہ بنا تھا۔(۱)

بدقسمتی سے اس تحریک میں مولانا نذیر حسین دہلوی، نواب صدیق حسن خان قنوجی اور مولانا محمد حسین بٹالوی جیسے لوگ شامل ہو گئے۔ ان حضرات نے تقلید سے بیزاری اور نام نہاد عمل بالحدیث کو خوب فروغ دیا۔ یہ تمام غیر مقلد علماء انگریزوں کے بےحد خیرخواہ، برطانوی حکومت کے قصیدہ خواں اور پکے وفادار تھے۔ انھوں نے انگریزی حکومت کے خلاف جہاد کے فتوے پر دستخط سے انکار کیا اور جہاد کی تنسیخ پر رسائل بھی لکھے۔ ان کی خدمات کے صلہ

میں برطانوی حکومت کی طرف سے ان کو انعامات اور نوازشیں ملیں؛ حتی کہ انگریزی سرکار نے ہی اس جماعت کو جو پہلے خود کو ''محمدی'' کہتی تھی ''اہلِ حدیث'' کا نیا اور پُر فریب نام الاٹ کیا۔ آج بھی یہ جماعت خود کو فخریہ اسی نام سے یاد کرتی ہے۔ (۲)

علمائے دیوبند کا ردِ عمل

دارالعلوم دیوبند کے اکابر وعلماء جماعتِ ولی اللّٰہی کے وارث ہونے کی حیثیت سے اسلامی علوم وروایات کے امین تھے اور ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت کے مخالف تھے۔ دارالعلوم کے قیام کے ساتھ ہی جن داخلی فتنوں سے علمائے دیوبند کو سابقہ پڑا، ان میں ایک اہم فتنہ عدمِ تقلید کا بھی تھا۔ حضرت شاہ اسحاق محدث دہلویؒ کے مدینہ ہجرت کر جانے کے بعد دہلی میں میاں نذیر حسین دہلوی نے جو اکثر مسائل میں امام شافعیؒ کے مسائل پر عمل کرتے تھے؛ مگر کسی امام کی تقلید کے قائل نہ تھے، حنفیوں کے خلاف ایک محاذ کھول دیا اور احناف کو دعوتِ مبارزت دینے لگے۔ انھوں نے ایسے تلامذہ تیار کیے جو پورے ملک میں ان کے خیالات ورجحانات کی تبلیغ کرتے۔ جن جن علاقوں میں ان کے تلامذہ تھے ان علاقوں میں ان کے مسلک کی اشاعت ہوئی اور ملک کے بقیہ حصوں میں وہ زیادہ کامیاب نہیں ہو سکے۔

چوں کہ میاں نذیر حسین صاحب کا مرکز نشر واشاعت دہلی تھا؛ اس لیے قریبی مقامات تک ان کی تبلیغی سرگرمیوں کی اطلاع پہنچتی رہتی تھی۔ یہ غیر مقلدین کسی امام کی تقلید کو ضلالت وگمراہی سے تعبیر کرتے اور دینی وشرعی مسائل پر گفتگو اور بحثوں میں انتہائی جارحانہ رویہ اختیار کرتے۔ چناں چہ اکابر علمائے دیوبند نے اس فتنہ کا بھرپور تعاقب کیا اور عوام الناس کے دلوں میں دین وشریعت، صحابہ وسلف اور اسلامی علوم وروایات کی عظمت وعقیدت کو کم نہیں ہونے دیا۔

درسِ حدیث کا نیا طریقہ

اکابرین دیوبند نے ایک طرف حدیث کے طریقۂ تدریس میں نمایاں تبدیلی پیدا کی؛ تاکہ علماء کا ایک ایسا طبقہ پیدا ہو سکے جس کو قرآن وحدیث اور فقہِ اسلامی پر مکمل بصیرت اور اعتماد حاصل ہو۔ تیرھویں صدی ہجری کے وسط تک درسِ حدیث میں صرف حدیث کا ترجمہ اور مذاہبِ اربعہ کا بیان کر دینا کافی سمجھا جاتا تھا؛ مگر جب اہلِ حدیث کی جانب سے احناف پر شد ومد کے ساتھ یہ الزام لگایا گیا کہ ان کا مذہب حدیث کے مطابق نہیں ہے تو حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ اور ان کے بعض تلامذہ نے مذہبِ حنفی کے اثبات وترجیح پر توجہ فرمائی۔ علمائے دیوبند میں حضرت نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت شیخ الہندؒ اور دوسرے حضرات نے اس سلسلہ کو یہاں تک فروغ دیا کہ آج حدیث کی کوئی معروف درس گاہ اس طرزِ تدریس سے خالی نظر نہیں آتی۔ درسِ حدیث میں حنفیہ کے اثبات وترجیح کا یہ طریقہ اور تنقیحات وتشریحات کا وہ انداز جو آج دارالعلوم دیوبند کا طرۂ امتیاز ہے اور کم وبیش مدارسِ عربیہ کے درسِ حدیث میں مروج ومتداول ہے، اسے غیر مقلدیت کے اسی فتنہ کے ردِ عمل میں فروغ دیا گیا۔ (۳)

دوسری طرف اکابر وعلمائے دیوبند نے کتبِ احادیث کی شروح کا سلسلہ شروع کیا جس میں فقہی احادیث پر ان حضرات نے تفصیلی کلام کیا اور احناف کی مستدل روایات کو واضح کیا اور بظاہر ان کے خلاف نظر آنے والی روایات کا مدلل جواب پیش کیا۔ ان حضرات کی یہ علمی کاوشیں الامع الدراری شرح بخاری، فیض الباری شرح بخاری، فتح الملہم شرح صحیح مسلم، الکوکب الدری شرح جامع ترمذی، بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد، معارف السنن شرح جامع ترمذی، اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک، امانی الاحبار شرح معانی الآثار للطحاوی وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ کتبِ احادیث کی شرح وتحقیق کا یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے اور اس میں بیش بہا اضافے بھی کیے گئے ہیں۔ اس ضمن میں سب سے اہم علمی خدمت 'اعلاء السنن' کے ذریعہ انجام دی گئی، جس کی تکمیل حضرت تھانویؒ کی زیر نگرانی خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے ہاتھوں انجام پائی۔ اس ضخیم مجموعہ میں فقہِ حنفی کے تمام مسائل کے مستدلات یعنی احادیث وآثار کو یکجا کرنے کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا گیا ہے۔

مختلف فیہ مسائل پر تحریریں

ملک بھر میں اگرچہ غیر مقلدین آٹے میں نمک کے برابر تھے؛ لیکن ان کی جارحیت، ائمۂ فقہ کی شان میں گستاخی اور چھوٹے چھوٹے مسائل پر تعصب کی وجہ سے بہت سے مقامات پر عوام الناس میں تشویش پیدا ہونے لگی تھی جس کی اطلاعات خطوط وغیرہ کے ذریعہ اکابر دیوبند کو ہوتی تھی۔ ان حضرات نے ملتِ اسلامیہ کو درپیش دیگر مسائل سے نمٹنے کے ساتھ ساتھ ان مسائل کی طرف بھی توجہ دینا ضروری سمجھا؛ چناں چہ حضرت نانوتویؒ نے قرأت خلف الامام، آمین بالجہر، رفع یدین، تراویح وغیرہ مسائل پر قلم اٹھایا۔ حضرت نانوتویؒ اس وقت عیسائیت، آریہ سماج، سناتن دھرم جیسی اسلام دشمن طاقتوں سے نبرد آزما تھے اور ان کی زیادہ تر توجہ ان خارجی طاقتوں کی طرف تھی جو اسلام کے قلعہ پر حملہ آور تھیں۔ اسی طرح حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے بھی اسلام پر حملہ آور تمام داخلی فتنوں کے خلاف محاذ کھول دیا تھا؛ چناں چہ حضرت گنگوہیؒ نے بھی تقلید، تراویح، قرأۃ فاتحہ خلف الامام، رفع یدین، آمین بالجہر، جمعہ فی القریٰ وغیرہ مسائل پر تحقیقی رسائل رقم فرمائے۔

غیر مقلدین، عوام میں شورش پیدا کرنے اور مسلمانوں کے درمیان افتراق وانتشار پیدا کرنے کے لیے نت نئے حربے اختیار کرتے۔ انھوں نے اپنے چند مخصوص مسائل کے سلسلہ میں عوامی سطح پر بہت عامیانہ لب ولہجہ میں احناف کے خلاف بدگمانیاں پیدا کرنے کے لیے اپنے اعتراضات اشتہارات کی شکل میں شائع کرنا شروع کیا جس سے ان کا مقصد عوام میں اشتعال پیدا کرنا اور خود کو مشہور کرنا تھا۔ علمائے حق کو مجبور ہوکر ان کی حرکتوں کا مناسب جواب دینا پڑا۔ مولوی محمد حسین امرتسری کے اسی طرح کے ایک اشتہار کے جواب میں حضرت شیخ الہندؒ نے 'ادلۂ کاملۂ' تحریر فرمائی اور غیر مقلدین کے دس سوالات کا جواب لکھا۔ مولوی امرتسری کی طرف سے اس کتاب کا کوئی جواب نہیں آیا؛ بلکہ ان کے ایک ہم خیال مولوی احمد حسن امروہوی نے اس کا جواب لکھنے کی کوشش کی اور مولوی محمد

حسین امرتسری نے اس کو ہی کافی سمجھا۔ پھر حضرت شیخ الہندؒ نے اس کے جواب میں 'ایضاح الادلۃ' تحریر فرمائی جو بڑے سائز کے چار سو صفحات پر شائع ہوئی۔ یہ کتاب حضرت شیخ الہندؒ کا ایک علمی شاہ کار ہے اور مسائل مختلف فیہ میں قولِ فیصل کا درجہ رکھتی ہے۔

حضرات علمائے دیوبند نے دینِ اسلام کی نشر واشاعت کے ساتھ شریعتِ اسلامیہ کی حدود وثغور کی حفاظت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ عمل بالحدیث کے نام سے اباحیت، ذہنی آزادی اور ہویٰ پرستی کے اس فتنہ کے سلسلہ میں انھوں نے حسبِ موقع وضرورت زبان وقلم کا استعمال کیا۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین کے ذریعہ اٹھائے گئے مسائل پر ان حضرات نے تحقیقی مواد یکجا کر دیا۔ اس میدان میں خصوصیت سے حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مولانا ناظر حسن دیوبندیؒ، مولانا خیر محمد جالندھریؒ، مولانا منصور علی مرادآبادی وغیرہ حضرات نے تحقیق کا حق ادا کر دیا۔

غیر مقلدیت سلفیت کے پردے میں

ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف عوامی ردِ عمل اور تحریکِ آزادی میں شدت کی وجہ سے یہ فتنہ کچھ کمزور سا پڑ گیا اور خصوصاً ملک کے آزاد ہونے کے بعد یہ انگریزوں کی سرپرستی سے محروم ہو گیا؛ جس کی وجہ سے ایک عرصہ تک یہ فتنہ کچھ زیادہ طاقت ور نہ رہا؛ لیکن عالمِ عرب خصوصاً سعودی عرب میں تیل کی دولت کے ظہور کے بعد اس فتنے نے دوبارہ نہایت شد و مد کے ساتھ بال و پر نکالنے شروع کیے۔ عرب کی سلفی و وہابی تحریک سے ہم آہنگ ہو کر اس فرقہ کے لوگوں نے عربوں میں سلفیت کے پس پردہ اثر ورسوخ قائم کرنا شروع کیا اور وہاں سے مالی امداد پا کر ہندوستان میں دوبارہ افتراق بین الامت کے مشن پر لگ گئے۔ اس فرقہ نے بالکل خارجیوں جیسا طریقۂ کار اپنا کر نصوص فہمی کے سلسلہ میں سلفِ صالحین کے مسلمہ علمی منہاج کو پس پشت ڈال کر اپنے علم وفہم کو حق کا معیار قرار دے کر اجتہادی اور مختلف فیہ مسائل کو حق و باطل اور ہدایت وضلالت کے درجہ میں پہنچا دیا، اور فرد وطبقہ جو اُن کی اس غلط فکر سے ہم آہنگ نہیں تھا، اس کو وہ ہدایت سے عاری، مبتدع، ضال ومضل، فرقۂ ناجیہ بلکہ دین اسلام سے ہی خارج قرار دے دیا۔ اس فرقہ نے بالخصوص علمائے دیوبند کے خلاف ہمہ گیر مہم چھیڑ دی اور انھیں نہ صرف دائرۂ اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج قرار دیا؛ بلکہ دائرۂ اسلام سے ہی خارج کر دینے کی ناپاک و نامراد کوشش میں لگ گئے۔

غیر مقلدین کی اس تکلیف دہ اور دل آزار مہم کے خلاف علمائے دیوبند نے پھر اس موضوع پر قلم اٹھایا اور جن مسائل کو غیر مقلدین نے حق و باطل کا معیار بنا دیا تھا، ان کو واضح کیا کہ ان میں اختلاف کی کیا نوعیت ہے اور ان اختلافات میں کہاں تک جانا ''اختلاف امتی رحمۃ'' کا مصداق ہے اور کہاں تک جانا "بغياً بينهم" کا مصداق ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ، حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ، حضرت مولانا ابوبکر غازی پوریؒ وغیرہم نے نہایت قابلِ قدر خدمات انجام دیں اور علمی طور پر اس فتنہ کا سدِ باب کیا۔

غیر مقلدوں کی اشتعال انگیزیوں اور حکومت سعودی عرب کی طرف سے ان کی سرپرستی کے ردِ عمل میں حضرت مولانا اسعد مدنیؒ کی سربراہی میں جمعیۃ علمائے ہند نے ۲،۳ مئی ۲۰۰۱ء میں دہلی میں تحفظِ سنت کانفرنس کا سلسلہ شروع کیا؛ تاکہ علمی طور پر اس فتنہ کا جواب دینے کے ساتھ ساتھ سعودی عرب کی حکومت کو بھی اس فتنہ کی سرپرستی پر خبردار کیا جائے۔ اسی طرح دارالعلوم دیوبند نے بھی ۱۳؍ فروری ۲۰۱۳ء کو مدارسِ اسلامیہ اور علماء کا نمائندہ اجلاس بلایا اور ملک وبیرون ملک میں اس فتنہ کے تعاقب کا عہد کیا۔ علمائے دیوبند نے پورے ملک کے طول وعرض میں تحفظِ سنت کے اجلاسوں اور کانفرنسوں کے ذریعہ شریعتِ اسلامیہ پر مسلم عوام کے اعتماد کو بحال کیا اور غیر مقلدین کے خارجیت زدہ ناپاک مشن پر قدغن لگانے کی بھرپور کوشش کی۔

فقہ اور فقہاء کے سلسلہ میں علمائے دیوبند کا موقف

علمائے دیوبند احکامِ شرعیہ فرعیہ اجتہادیہ میں فقہ حنفی کے مطابق عمل کرتے ہیں؛ بلکہ برصغیر میں آباد کم وبیش پچاس کروڑ مسلمانوں میں نوے فیصد سے زائد اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی مسلک ہے؛ لیکن اپنے اس مذہب ومسلک کو آڑ بنا کر دوسرے فقہی مذاہب کو باطل ٹھہرانے یا ائمہٴ مذاہب پر زبانِ طعن دراز کرنے کو جائز نہیں سمجھتے؛ کیوں کہ یہ حق وباطل کا مقابلہ نہیں ہے؛ بلکہ صواب وخطا کا تقابل ہے۔ مسائلِ فرعیہ اجتہادیہ میں ائمہٴ اجتہاد کی تحقیقات میں اختلاف کا ہو جانا ایک ناگزیر حقیقت ہے اور شریعت کی نظر میں یہ اختلاف صحیح معنوں میں اختلاف ہے ہی نہیں۔

رہا جماعتِ مجتہدین میں سے کسی ایک کی پیروی وتقلید کو خاص کر لینا تو دین کے بارے میں آزادیٔ نفس سے بچنے اور خودرائی سے دور رہنے کے لیے امت کے سوادِ اعظم کا طریق مختار یہی ہے، جس کی افادیت وضرورت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ بابِ تقلید میں علمائے دیوبند کا یہی طرز عمل ہے۔ وہ کسی بھی امام، مجتہد یا اس کی فقہ کی کسی جزئی کے بارے میں تمسخر، سوئے ادب یا رنگ ابطال وتردید سے پیش آنے کو خسرانِ دنیا وآخرت سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک یہ اجتہادات شرائع فرعیہ ہیں اصلیہ نہیں کہ اپنے فقہ کو موضوع بنا کر دوسروں کی تردید یا تفسیق وتضلیل کریں؛ البتہ اپنے اختیار کردہ فقہ پر ترجیح کی حد تک مطمئن رہیں۔ (۴)

ردِ غیر مقلدیت میں علمائے دیوبند کی علمی خدمات

(۱) توثیق الکلام فی الانصات خلف الامام، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
(۲) الحق الصریح، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
(۳) لطائف قاسمی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
(۴) سبیل الرشاد، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
(۵) ہدایۃ المعتدی فی قرأۃ المقتدی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

(۶) الرأی النجیح، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
(۷) ادلۂ کاملہ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ
(۸) ایضاح الادلہ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ
(۹) الاقتصاد فی الضاد، حضرت مولانا رحیم اللہ بجنوریؒ
(۱۰) الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۱۱) استحباب الدعوات عقیب الصلوات، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۱۲) القول البدیع فی اشتراط المصر للتجمیع، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۱۳) فصل الخطاب فی مسئلۃ ام الکتاب، حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیریؒ
(۱۴) خاتمۃ الکتاب فی مسئلۃ فاتحۃ الکتاب، حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ
(۱۵) نیل الفرقدین فی مسئلۃ رفع الیدین، حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیریؒ
(۱۶) بسط الیدین لنیل الفرقدین، حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ
(۱۷) کشف الستر عن صلاۃ الوتر، حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیریؒ
(۱۸) ہدایۃ المقتدین، حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ
(۱۹) الفرقان فی قرأۃ ام القرآن، حضرت مولانا ناظر حسن دیوبندیؒ
(۲۰) الجواب الکامل فی ازہاق الباطل، حضرت مولانا ناظر حسن دیوبندیؒ
(۲۱) خیر التنقید فی مسئلۃ التقلید، حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ
(۲۲) خیر المصابیح فی عدد التراویح، حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ
(۲۲) الفتح المبین فی کشف مکائد غیر المقلدین، حضرت مولانا منصور علی مرادآبادیؒ
(۲۳) نور العینین فی تحقیق رفع الیدین، حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ
(۲۴) قرآن وحدیث کے خلاف غیر مقلدین کے ۵۰ مسائل، حضرت مفتی مہدی حسن شاہجہان پوریؒ
(۲۵) کشف الغمۃ بسراج الامۃ، حضرت مفتی مہدی حسن شاہجہان پوریؒ
(۲۶) امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ
(۲۷) الازہار المربوعۃ فی رد الآثار المتبوعۃ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن محدث اعظمیؒ
(۲۸) رکعات تراویح، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن محدث اعظمیؒ
(۲۹) الاعلام المرفوعۃ فی حکم الطلاقات المجموعۃ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن محدث اعظمیؒ
(۳۰) تحقیق اہل حدیث، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن محدث اعظمیؒ
(۳۱) الالبانی: شذوذہ واخطاؤہ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن محدث اعظمیؒ

(۳۲) حجیتِ حدیث، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
(۳۳) اجتہاد وتقلید کی بے مثال تحقیق، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
(۳۴) حفظ الرحمٰن لمذہب النعمان، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ
(۳۵) امام ابوحنیفہ، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن بجنوریؒ
(۳۶) تقلید ائمہ، حضرت مولانا محمد اسماعیل سنبھلی
(۳۷) قرأت خلف الامام، حضرت مولانا سید فخر الدین مراد آبادیؒ
(۳۸) رفع یدین، حضرت مولانا سید فخر الدین مراد آبادیؒ
(۳۹) آمین بالجہر، حضرت مولانا سید فخر الدین مراد آبادیؒ
(۴۰) الکلام المفید فی اثبات التقلید، حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ
(۴۱) تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتی فی البرزخ والقبور، حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ
(۴۲) احسن الکلام مسئلہ فاتحہ خلف الامام، حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ
(۴۳) طائفۂ منصورہ، حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ
(۴۴) عمدۃ الاثاث (طلاق ثلاث)، حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ
(۴۵) مقامِ ابی حنیفہؒ، حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ
(۴۶) ینابیع (تراویح)، حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ
(۴۷) وقفۃ مع اللامذھبیۃ، حضرت مولانا ابوبکر غازی پوریؒ
(۴۸) غیر مقلدین کی ڈائری، حضرت مولانا ابوبکر غازی پوری
(۴۹) ارمغانِ حق، حضرت مولانا ابوبکر غازی پوری
(۵۰) صحابۂ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا موقف، حضرت مولانا ابوبکر غازی پوری
(۵۱) عورتوں کا طریقۂ نماز، حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی
(۵۲) فقہ حنفی اقرب الی النصوص ہے، مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری
(۵۳) حضرت امام ابوحنیفہؒ پر ارجاء کی تہمت، حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی
(۵۴) علم حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کا مقام ومرتبہ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی اعظمی
(۵۵) مسائل نماز، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی اعظمی
(۵۶) امام کے پیچھے مقتدی کی قرأت کا حکم، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی اعظمی
(۵۷) تحقیق مسئلۂ رفعِ یدین، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی اعظمی
(۵۸) خواتینِ اسلام کی بہترین مسجد، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی اعظمی

(۵۹) طلاق ثلاث، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی اعظمی
(۶۰) صحابۂ کرام کا مقام اور غیر مقلدین کا موقف، حضرت مولانا عبدالخالق سنبھلی
(۶۱) اجماع وقیاس کی حجیت، حضرت مولانا جمیل احمد سکروڈوی
(۶۲) محاضرات ردغیر مقلدیت، مولانا مفتی محمد راشد اعظمی
(۶۳) مسائل وعقائد میں غیر مقلدین اور شیعہ مذہب کا توافق، مولانا محمد جمال میرٹھی
(۶۴) توسل واستغاثہ بغیر اللہ اور غیر مقلدین، مولانا مفتی محمود حسن بلندشہری
(۶۵) غیر مقلدین کے ۵۶ اعتراضات کے جوابات، مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی
(۶۶) ایضاح المسالک، مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی
(۶۷) مجموعۂ رسائل ومقالات (شائع شدہ بر موقع اجلاس تحفظ سنت، جمعیۃ علمائے ہند)
(۶۸) مجموعۂ رسائل، حضرت مولانا مفتی مہدی حسن شاہ جہان پوری
(۶۹) رسائل غیر مقلدیت، جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد
(۷۰) فضائل اعمال پر اعتراض: ایک اصولی جائزہ، مولانا مفتی عبداللہ معروفی
(۷۱) تقلید کی شرعی حیثیت، حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی
(۷۲) غیر مقلدیت: اسباب وتدارک، مولانا مفتی عبداللہ معروفی
(۷۳) تذکرۃ النعمان، مولانا عبداللہ بستوی مدنی
وغیرہ

حوالہ جات:

(۱) کشف الحجاب، قاری عبدالرحمٰن پانی پتی ص ۲۱، بحوالہ محاضرہ ردغیر مقلدیت، مولانا مفتی محمد راشد اعظمی، جزء اول ص ۲۴
(۲) الحیاۃ بعد الممات، مولوی تلطف حسین؛ الاقتصاد فی مسائل الجہاد، مولوی محمد حسین بٹالوی؛ دیکھئے: محاضرہ ردغیر مقلدیت، جزء اول، ص ۷ تا ۱۴
(۳) تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد اول، ص ۱۱۲
(۴) علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج، ص ۱۴۲ تا ۱۴۶

غیر اسلامی افکار وتحریکات کے خلاف

علمائے دیوبند کی خدمات

اٹھارہویں صدی میں یورپ سے اٹھنے والے اقتصادی اور سائنسی انقلاب میں جہاں سماجی وسیاسی اور تجارتی واقتصادی سطح پر بہت ساری مثبت تبدیلیاں وجود میں آئیں، وہیں مذہبی دنیا میں اس نے کہرام بپا کر دیا۔ یورپ کا سائنسی انقلاب دراصل مذہب یعنی عیسائیت سے بغاوت ہی کے بعد وجود میں آیا تھا کیوں کہ عیسائیت علم وسائنس کی ترقیات کے راستے میں رکاوٹ تھی۔ یورپ کے مذہب بیزار انقلابیوں نے بالآخر مذہب کو فعال اور معاشرتی زندگی سے نکال کر اسے چرچوں اور انفرادی زندگیوں تک محدود کر دیا۔ مذہب کو ناکارہ، فرسودہ اور از کار رفتہ سمجھ کر زندگی کے ہر گوشے کو سیکولزم (لامذہبیت یا مذہب بیزاری) اور تعقل کے پہلو سے دیکھنے اور پرکھنے کا سلسلہ شروع ہوا۔

فتنۂ اعتزال جدید

یہی سائنسی انقلاب جب سامراجی طاقتوں کے ذریعہ ان کی نوآبادیات میں آیا جہاں اسلام کے نام لیوا موجود تھے تو اُن میں بھی نفسیاتی طور پر شکست خوردہ اور احساس کمتری میں مبتلا طبقہ نے یورپ کے اسی مزاج کو بعینہٖ قبول کر لیا جب کہ اسلام اور اس کی تعلیمات عقل سلیم کے عین مطابق اور بشری ضروریات کو حاوی تھیں اور ترقی پذیر زمانے کے ساتھ شانہ بشانہ چل سکتی تھیں۔ سائنس اور عقل کی حیرت انگیز ایجادات وترقیات کی روشنی سے ان کی آنکھیں خیرہ ہوگئیں اور انھوں نے اسی روشنی میں اسلامی تعلیمات کو بھی پرکھنا شروع کر دیا۔ بے لگام تعقل پسندی اور جدت پسندی میں انھوں نے فرقۂ معتزلہ کی طرح عقل کو ہی معیار کامل قرار دے کر قرآن وحدیث کی نصوص تک کو ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ وحی الٰہی، معجزات، مابعد الطبیعیاتی امور جیسے جنت وجہنم، ملائکہ اور مافوق الفطرت واقعات کے انکار یا اس میں تاویل وتوجیہ اور تحریف کی کوششوں میں لگ گئے، جب کہ تغیر پذیر سائنس نے کچھ ہی عرصہ میں اسلامی افکار وتعلیمات کی تائید کر دی اور ان عقلیت پسندوں کی رکیک تاویلات واعتراضات کی ہوا نکل گئی۔ اعتزال جدید کے ان علم برداروں کو جدید معتزلہ، نیچری اور مختلف ناموں سے پکارا گیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی ژرف نگاہی اور مومنانہ فراست سے وقت کی رفتار کو بھانپ لیا تھا اور حجۃ اللہ البالغۃ جیسی عظیم الشان کتاب لکھ کر آئندہ کے جدید سائنسی دور میں اسلامی تعلیمات کی معنویت اور معقولیت کو

اجاگر کردیا تھا۔ ولی اللٰہی مشن کے وارث وامین علمائے دیوبند نے اس تحریک کو آگے بڑھایا۔ خصوصاً حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تمام کتابیں عقل ومنطق کے اعلی معیار پر فائز ہیں۔ آپ نے اپنی کتابوں میں متکلمانہ رنگ میں اسلام کی صداقت وحقانیت پر بہترین مواد اکٹھا کردیا ہے۔ اسلامی تعلیمات کو عقلی انداز سے ثابت کرنے میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو بھی خاص ملکہ حاصل تھا۔ آپ کی کتابیں عقل ونقل کی شاہد عدل ہیں؛ المصالح العقلیۃ للمسائل النقلیۃ، اشرف الجواب اور الانتباہات المفیدہ اس موضوع پر بے مثال کتابیں ہیں۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ بھی حکمت قاسمی کے ترجمان تھے اوران کی کتابیں بھی عقل ومنطق کی میزان پر پوری اُترتی ہیں۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ نبیرۂ حجۃ الاسلام حضرت نانوتویؒ کی تحریریں اور تقریریں بھی بہت مدلل اور معقول ہوتی تھیں۔ آپ تقریباً تمام ہی اسلامی موضوعات پر عقلی ونقلی دلائل سے بحث فرماتے تھے۔ سائنس اور اسلام، معجزات، تقدیر، برزخ وغیرہ موضوعات پر آپ کی مستقل کتابیں اور رسائل موجود ہیں۔

تحریک خاکسار

عنایت اللہ مشرقی کی خاکسار تحریک بھی اسی سلسلۂ زیغ وضلال کی ایک کڑی تھی۔ مشرقی نے اپنی 'تذکرہ' نامی کتاب میں اہل حق کے خلاف راہ اختیار کی اور الحادو زندقہ کی باتیں لکھیں۔ اس نے امت مسلمہ کو اہل حق سے دور کرنے کے لیے 'مولوی کا غلط مذہب' کے نام سے رسالے شائع کیے۔ حضرات علمائے حق نے اس کی بھی خوب خبر لی اور امت پر اس کی گمراہی کھول کر واضح کی۔ اس موضوع پر حضرت مفتی محمد شفیع صاحب نے 'الارشاد الی بعض احکام الالحاد' (مشرقی اور اسلام) اور مولانا بہاء الحق قاسمی امرتسریؒ نے 'خاکساری فتنہ' نامی کتابیں تصنیف فرمائیں۔

فتنۂ انکار حدیث

بیسوی صدی کے نئے فتنوں میں ایک فتنہ انکار حدیث ہے جو عقلیت پرستی کے فتنوں کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اس فرقہ نے انکار حدیث کے نظریہ کو رواج دیا اور اپنی گمراہی کو چھپانے کے مقصد سے اپنے لیے 'اہل قرآن' نام تجویز کیا۔ یہ دراصل آزاد مزاجوں اور اباحیت پسندوں کا ایک گروہ تھا جو اسلام کے پردے میں اسلام پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس جماعت کا مقصد یہ تھا کہ اسلام کو محض ایک نظریاتی معمہ بنا کر اسے مسلمانوں کی عملی زندگی سے نکال دیا جائے۔ ظاہر ہے کہ عملی زندگی سے اس کا رشتہ کٹ جانے کے بعد مسلمانوں کا من حیث القوم وجود ہی ختم ہوجاتا۔

قرآن حکیم میں اوامر ونواہی ہیں جن میں بہت سے احکام ایسے ہیں جن کا اجمالی حکم قرآن میں دیا گیا اوران پر عمل کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا۔ ان احکام کی تفصیلات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائیں۔ جو لوگ آزاد منش ہیں، اعمال کی بندش میں آنے سے کتراتے ہیں اوران کا نفس زندگی کے شعبوں میں اسلام کو اپنانے کے لیے تیار نہیں؛ لہٰذا یہ لوگ حدیث کے منکر ہوجاتے ہیں۔ چوں کہ قرآن کریم میں

تمام احکام کی تفصیلات مذکور نہیں ہیں؛اس لیے آزادی کا راستہ نکالنے کے لیے انکار حدیث کا سہارا لیتے ہیں۔ بلاشبہ حدیث کا انکار اور صرف قرآن پر اصرار ایک کھلی ہوئی گمراہی تھی ،لیکن انھوں نے اہل قرآن کے پرفریب نام سے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی۔ بہت سے لوگ جو حقیقت حال سے واقف نہیں تھے اور صحیح وغلط میں تمیز نہیں کر سکتے تھے وہ ان کی تحریروں سے متاثر ہوگئے۔

مشہور منکرین حدیث عبداللہ چکڑالوی، اسلم جیراج پوری اور غلام احمد پرویز وغیرہ کا ایک طبقہ سامنے آیا جس نے مستشرقین کے مشن کے مطابق احادیث کے عظیم الشان ذخیرہ سے متعلق شکوک وشبہات کا بیج بونے کی کوشش کی۔ انھوں نے حضرات صحابۂ کرام اور سلف صالحین کی دین متین کو محفوظ بنانے کی مساعئ جمیلہ پر پانی پھیرنا چاہا۔

بالآخر علمائے دیوبند نے فتنۂ انکار حدیث کی طرف بھی توجہ فرمائی اور علمی وتاریخی طور پر ان کے دعووں کی قلعی کھول کر رکھ دی۔ انھوں نے عوام پر واضح کر دیا کہ یہ نام نہاد اہل قرآن نہ صرف علم حدیث کے منکر ہیں بلکہ قرآن کریم کے بھی منکر ہیں۔ دشمنان دین مستشرقین یہود ونصاری نے ان کو مسلمانوں میں بد دینی پھیلانے پر لگایا ہے اور یہ انھیں کے شاگرد ہیں اور انھیں کی باتیں زبانی اور تحریری طور پر مسلمانوں میں پھیلاتے ہیں۔ در اصل انگریزوں نے اسکولوں اور کالجوں میں الحاد وزندقہ کی جو تخم ریزی کی تھی یہ ان ہی پودوں کے برگ وبار ہیں۔

منکرین حدیث کے رد میں علمائے دیوبند کی کتابیں درج ذیل ہیں:

(۱) نصرۃ الحدیث، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب محدث اعظمیؒ
(۲) انکار حدیث کے نتائج، حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ
(۳) انکار حدیث کے نتائج، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
(۴) فتنۂ انکار حدیث اور اس کا پس منظر، حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ
(۵) فتنۂ انکار حدیث، مولانا ولی حسن خان ٹونکی
(۶) انکار حدیث کیوں؟، علامہ محمد ایوب صاحب دہلوی
(۷) نظریۂ دو قرآن پر ایک نظر، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب
(۸) صرف ایک اسلام، مولانا سرفراز خان صفدرؒ
(۹) تدوین حدیث، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی
(۱۰) سیف ملول بر دشمن حدیث رسول، محمد فضل اللہ وانمباڑی
(۱۱) فکر غامدی: ایک تحقیقی اور تاریخی مطالعہ، مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
(۱۲) کتابت حدیث عہد رسالت وصحابہ میں، مولانا محمد رفیع عثمانی
(۱۳) سنت کا مقام اور فتنۂ انکار حدیث،، مولانا محمد رفیع عثمانی
(۱۴) حجیت حدیث، حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی

مودودیت یا جماعت اسلامی

تجدد پسندی، عقل پرستی اور نام نہاد احیائے اسلام کی بنیاد پر وجود میں آنے والا ایک فرقہ مودودیت یا جماعت اسلامی بھی ہے۔ جناب ابوالاعلی مودودی اس جماعت کے بانی ہیں جنھوں نے اپنے اثر انگیز طرز تحریر اور جدت پسند صحافتی لٹریچر سے ایک حلقہ بنالیا تھا جو بعد میں اس جماعت کی بنیاد بنا۔ ۱۹۴۱ء میں جماعت کی تشکیل سے قبل جب مودودی صاحب کے نظریات سامنے نہیں آئے تھے، عقیدہ اور نصب العین کی کوئی تعیین نہیں تھی، مودودی صاحب سیدھے سادھے چل رہے تھے، بلکہ علماء سے مودودی صاحب کا ربط بھی تھا۔ جمعیۃ علمائے ہند میں اکابر دیوبند کے زیر سایہ انھوں نے کئی اہم کتابیں تصنیف کیں جن کو سراہا گیا۔ لیکن جماعت اسلامی کی تشکیل کے بعد جب اس کا دستور سامنے آیا تو اس کی بعض دفعات قابل اعتراض تھیں۔ یہیں سے اکابر کا اختلاف شروع ہوا۔

جماعت اسلامی کے دستور کی پہلی دفعہ میں دین کے لیے معیار حق کی تعیین کی گئی ہے کہ اللہ ورسول کے علاوہ کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے اور کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔ یہ دفعہ صحابۂ کرام کے اجتماعی عمل اور فیصلہ کے حجت ہونے کی نفی کرتی ہے؛ حالاں کہ اہل سنت والجماعۃ کے نزدیک یہ بھی حجت شرعیہ ہے۔ مودودی دستور کی رو سے جماعت صحابہ معیار حق باقی نہیں رہتی۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں انھوں نے لکھا کہ وہ ''ٹھیٹھ اسلامی نظام'' کو برپا نہیں کر سکے، وہ ''ٹھیک منہاج نبوت'' پر قائم نہیں رہ سکے، ان کے دور میں جاہلیت کے جراثیم در آئے تھے، حضرت عثمانؓ سے فلاں فلاں غلطیاں ہوئیں، حضرت معاویہؓ کے سیرت وکردار پر جاہلیت کے فلاں فلاں داغ دھبے تھے، ابوموسی اشعریؓ اور عمرو بن عاص نے اقامت دین کے بجائے ڈپلومیسی سے کام لیا، وغیرہ وغیرہ۔ یہی نہیں بلکہ انھوں نے انبیائے کرام علیہم السلام کے سلسلہ میں بھی نامناسب تبصرے کیے۔ اسی لیے مودودی تحریک کی خاصیت ہے کہ جو شخص اس سے جس قدر زیادہ وابستہ ہوگا اسی قدر اس کے لوح قلب پر صحابۂ کرام اور اسلاف امت بلکہ انبیائے کرام علیہم السلام کی ''کمزوریوں'' کا نقش قائم ہوگا۔ مودودی صاحب کی کتابوں: خلافت وملوکیت، تجدید واحیائے دین وغیرہ میں یہ مضامین موجود ہیں۔

جماعت اسلامی کے دستور میں اس کا نصب العین اور اس کی تمام سعی وجہد کا مقصود دنیا میں حکومت الٰہیہ کا قیام اور آخرت میں رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ حکومت الٰہیہ کے قیام کے اس منصوبہ کو مودودی صاحب نے اپنی کتاب ''قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں'' میں واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ (الٰہ، رب، عبادت، دین) کی چار بنیادی اصطلاحوں کے مفہوم پر پردہ پڑ جانے کی وجہ سے قرآن کی تین چوتھائی سے زیادہ تعلیم بلکہ اس کی حقیقی روح نگاہوں سے مستور ہوگئی۔ گویا اتنی صدیوں سے ملت اسلامیہ ایسی شخصیتوں سے بانجھ رہی اور علمائے امت کی ان اصطلاحوں تک رسائی نہیں ہوسکی۔ مودودی صاحب کے نزدیک اعمال شریعت کا بنیادی مقصد اقامت دین اور حکومت الٰہیہ کا قیام ہے، جو چیز دین کی ایک شاخ تھی اسے دین کی بنیاد بنا دیا گیا جن کی وجہ سے تمام اعمال شریعت کا محور بجائے رضائے الٰہی کے 'سیاست' ہوگیا۔ نماز

کی غایت ''فوجی ٹریننگ''، زکاۃ کا مقصد ''حاصلات''، روزے کی علت ''فوجی جفاکشی کی مشق''، حج کا روحانی اجتماع ''انٹرنیشنل کانفرنس'' اور ارکان اربعہ کا مجموعہ ''ٹریننگ کورس'' بن گیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکالا گیا کہ تمام وہ مؤمنین بلکہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ السلام جن کے لیے اقامت دین اور حکومت الٰہیہ مقدر نہیں تھی وہ ''ناکام انسان'' اور ''ناکام پیغمبر'' نظر آنے لگے۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے مودودی صاحب کی کتاب ''اسلامی عبادات پر ایک تحقیقی نظر'')

مودودی صاحب نے قرآنی آیات کو اپنے نظریات کے مطابق ڈھالا اور تفسیر بالرائے کے مرتکب ہوئے۔ ان کے نزدیک قرآن کو سمجھنے کے لیے کسی تفسیر کی حاجت نہیں، ایک اعلی درجہ کا پروفیسر ہونا کافی ہے۔ (تفہیمات، ۲۹۲)

احادیث کے سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ یہ دعوی کرنا صحیح نہیں کہ بخاری و مسلم میں جتنی احادیث درج ہیں ان کے مضامین کو جوں کا توں بلا تنقید قبول کر لینا چاہیے۔ کسی روایت کے سنداً صحیح ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا نفس مضمون بھی ہر لحاظ سے صحیح ہو اور جوں کا توں قابل قبول ہو۔ (رسائل و مسائل ۴۱/۲) اسی بنیاد پر انھوں نے بخاری و مسلم کی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے متعلق ثلاث کذبات کی حدیث پر کلام کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''وہ دراصل ان مہمل افسانوں میں سے ہے جو بائبل میں انبیاء کے نام پر گھڑے گئے ہیں۔'' (رسائل و مسائل ۳/۲) مودودی صاحب نہ مسلک اہل حدیث کو تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتے تھے اور نہ ہی حنفیت اور شافعیت کے پابند تھے۔ (رسائل و مسائل ۱۵۳/۱) مودودی صاحب مسلکاً آزاد تھے بلکہ ان کی تحریروں سے مجتہد مطلق ہونے کا ادعاء ظاہر ہوتا ہے۔

مودودی صاحب کے زور قلم سے امت مسلمہ کے اندر جب فاسد عقائد و افکار کی اشاعت کا آغاز ہوا تو علمائے حق نے افراط و تفریط کے بغیر ان کے متعلق رائے پیش کی اور قرآن و حدیث اور شریعت اسلامیہ کی روشنی میں مودودی عقائد و افکار کی حیثیت واضح کی۔ مودودی صاحب کے مضامین پر سب سے پہلے رد و کدح کرنے والے علماء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ وغیرہ ہیں۔ حضرت مدنیؒ نے مودودی دستور و عقائد کی تشریح میں تفصیلی رسالہ لکھا۔ نیز مودودی صاحب کے چار رفقاء میں سے جو جماعت اسلامی کے امیروں میں شامل تھے دو حضرات یعنی حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ اور حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے چھ ماہ بعد ہی استعفاء دے دیا۔ مولانا نعمانیؒ نے مودودی صاحب کے ساتھ اپنی رفاقت کی سرگزشت کی تفصیلات بھی لکھ کر شائع کیں۔

علمائے حق نے مودودی صاحب اور جماعت اسلامی کے افکار و عقائد کے تعارف و تعاقب میں ایک بڑا ذخیرہ جمع فرما دیا جس سے ہر صاحب عقل و دانش کو معلوم ہو جائے گا کہ مودودیت ایک مستقل فرقہ ہے جو اہل سنت والجماعۃ کے نظریات سے کوسوں دور ہے۔ اس کی زرق برق تحریر اور شگفتہ و شستہ انشاء پردازی و طلاقت لسانی میں آج کا پڑھا لکھا انسان بھی گم ہو جاتا ہے، الفاظ کی بھول بھلیوں میں بھٹک جاتا ہے اور اس کی زہرناکی کو سمجھ نہیں پاتا۔ مودودیت دراصل اعتزال، خارجیت اور شیعیت کا مسموم معجون مرکب ہے جس نے خارجیوں کی طرح حکومت کو اولین درجہ دیا، صحابہ کو مطعون کیا، معتزلہ کی طرح عقل کو نقل پر ترجیح دی اور شیعوں کی طرح حضرات صحابہ

پر الزامات لگائے۔ ان جملہ فرقوں کی طرح اپنے نظریات کے مطابق تفسیر بالرائے کا ارتکاب کیا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں: محاضرہ ردمودودیت، مولانا عبدالخالق سنبھلی، جزءاول ص ۱۱۱ تا ۱۳۹)

ردمودودیت میں علمائے دیوبند کی علمی خدمات

(۱) مودودی دستور وعقائد کی حقیقت، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ
(۲) مکتوبات ہدایت، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ
(۳) تنبیہات، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ
(۴) ایمان وعمل، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ
(۵) فتنۂ مودودیت، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ
(۶) جماعت اسلامی کا دینی رخ، حضرت مولانا عبدالصمد رحمانیؒ
(۷) جماعت اسلامی کے نظریات وافکار، حضرت مولانا عبدالصمد رحمانیؒ
(۸) جماعت اسلامی پر تبصرہ، مولانا عبدالصمد رحمانی
(۹) دارالعلوم کا ایک فتوی اوراس کی حقیقت، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ
(۱۰) الاستاذ المودودی وشئ من حیاتہ وافکارہ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ
(۱۱) حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب، حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ
(۱۲) مولانا مودودی کے ساتھ میری رفاقت کی سرگزشت، حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ
(۱۳) کشف حقیقت یعنی تحریک مودودیت اپنے اصلی رنگ میں، حضرت مولانا قاری سعید احمد صاحبؒ
(۱۴) مودودی صاحب کا ایک غلط فتوی اوران کے چند دیگر باطل نظریات، حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ
(۱۵) براءۃ عثمانؓ، حضرت مولانا ظفر عثمانیؒ
(۱۶) مقام صحابہ، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ
(۱۷) شواہد تقدس اورتردید الزامات، حضرت مولانا محمد میاں دیوبندیؒ
(۱۸) درر منثورہ، حضرت مولانا محمد میاں دیوبندیؒ
(۱۹) آئینۂ تحریک مودودی، حضرت مفتی مہدی حسن صاحب
(۲۰) عصر حاضر میں دین کی تفہیم وتشریح، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ
(۲۱) مودودی مذہب، مولانا عزیز احمد بی اے
(۲۲) جماعت اسلامی کے دینی رجحانات، مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب
(۲۳) حضرت معاویہؓ اورتاریخی حقائق، حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی

(۲۴) اسلام اور جدت پسندی، حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی
(۲۵) محاضراتِ ردمودودیت، مولانا عبدالخالق سنبھلی
(۲۶) مقدمۂ تفہیم القرآن کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، مولانا ریاست علی بجنوری
(۲۷) مودودی صاحب اکابرامت کی نظر میں، مولانا حکیم اختر صاحب
(۲۸) جماعت اسلامی کا دینی رخ، مولانا قاضی مظہر حسین صاحب
(۲۹) علمی محاسبہ، مولانا قاضی مظہر حسین صاحب
(۳۰) مودودی مذہب، مولانا قاضی مظہر حسین صاحب
(۳۱) مودودی کے نام کی کھلی چٹھی، مولانا قاضی مظہر حسین صاحب
(۳۲) مکتوبات ثلاثہ، مولانا عبدالرشید محمود گنگوہی
(۳۳) مودودی صاحب اوران کی تحریرات کے متعلق چند اہم مضامین، از علمائے دیوبند، دارالاشاعت کراچی
(۳۴) عصمت انبیاء اور مولانا مودودی، مولانا طاہر حسین گیاوی
(۳۵) مودودی صاحب اپنے افکار وخیالات کے آئینہ میں (ترجمہ الاستاذ المودودی)، مولانا اعجاز احمد اعظمی
(۳۶) تفہیم القرآن پر ایک تحقیقی جائزہ، مفتی جمیل الرحمٰن پرتاپ گڑھی
وغیرہ

علمائے دیوبند کی اصلاحی وتبلیغی خدمات

دارالعلوم دیوبند کے اکابر وعلماء نے جہاں درس وتدریس، تصنیف وتالیف، ملی واجتماعی معاملات میں رہ نمائی کے ذریعہ ملت اسلامیہ کی خدمت کی ہے، وہیں انھوں نے اصلاحی وتبلیغی میدانوں میں پورے برصغیر بلکہ پورے عالم میں بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ اس سلسلہ میں انھوں نے سیکڑوں اصلاحی کتابیں لکھیں اور مسلمانوں کے عقائد واعمال کی اصلاح کے لیے ملک کے کونے کونے میں وعظ وتقریر کی مجلسیں قائم کیں۔ جہاں جہاں اور جب جب مسلمانوں کو کسی بھی ایسے معاملہ کا سامنا ہوا جس سے ان کے دین وایمان کو نقصان پہنچ سکتا تھا یا ان کی مذہبی شناخت متاثر ہوسکتی تھی، علمائے دیوبند نے بر وقت اس کا ادراک کرتے ہوئے مسلمانوں کو اس سے باخبر کیا۔ دارالعلوم کے اکابر ومشائخ نے جس طرح مسلم نونہالوں کی تعلیم وتربیت کے لیے اسلامی مدارس ومراکز قائم فرمائے اسی طرح انھوں نے عامۃ المسلمین کی روحانی تربیت کا بھی انتظام فرمایا۔

خانقاہوں کے ذریعہ اصلاحی خدمات

دارالعلوم کے اکابر ومشائخ جس طرح دینی علوم کے حامل وامین اور اسلامی روایات کے پاس دار تھے، اسی طرح وہ نسبت باطنی سے آراستہ اور روحانی طور پر تربیت یافتہ بھی تھے۔ علمی سلسلہ کی طرح علمائے دیوبند کا روحانی سلسلہ بھی حضرات اولیائے کرام ومشائخ عظام کے واسطہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فریضۂ منصبی یعنی تعلیم وتزکیہ کے مطابق علمائے دیوبند نے تعلیم کے ساتھ تزکیہ اور مدارس کے ساتھ خانقاہوں کا سلسلہ بھی قائم فرمایا۔ انھوں نے اخلاقی رذائل اور عادات قبیحہ کے ازالہ اور اعمال صالحہ، اخلاق فاضلہ اور عقائد صحیحہ سے لوگوں کو آراستہ کرنے کے لیے خانقاہیں قائم کیں اور مسترشدین کے لیے ذکر وشغل اوراد ووظائف متعین کیے۔ اکابرین دیوبند نے سلوک واحسان اور تصوف وطریقت کو دین کے اہم جزء کا درجہ دیا کیوں کہ تہذیب اخلاق، تزکیۂ نفس اور سلوک باطن کی تکمیل کے بغیر اعتدالِ اخلاق، استقامتِ ذوق ووجدان، باطنی بصیرت، ذہنی پاکیزگی اور مشاہدۂ حقیقت ممکن نہیں۔ لیکن انھوں نے بے بصر معتقدین کی غلوزدہ رسموں، بے بصرانہ نقالیوں اور خلاف سنت وشریعت امور کا ہمیشہ انکار کیا۔ ان کے نزدیک سیدھا اور بے غل وغش راستہ سنت نبوی کا اتباع، سلف صالحین صحابہ وتابعین اور ائمۂ مجتہدین وفقہائے دین کا تلقین کردہ راستہ ہی سلامتی کی شاہراہ ہے۔

مشائخ دیوبند نے ان خانقاہوں کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں معرفت کی روشنی پیدا کی اور لاکھوں نفوس کو ذکر وفکر کی دولت تقسیم کرتے رہے۔ ان بزرگوں کے ہاتھوں پر لاکھوں لوگوں کو سابقہ گناہوں کی زندگی سے توبہ اور

تجدید ایمان کی توفیق نصیب ہوئی۔ اپنی سابقہ گناہوں کی زندگی سے تائب ہونے والے اور اسلام کی صحیح تعلیمات کی روشنی میں نئی زندگی شروع کرنے والے ان ہی خانقاہوں کی طرف متوجہ ہوتے جہاں ان کو ذکر وفکر کے ساتھ سنت کی اتباع، نفس کے محاسبہ اور آخرت کی تیاری کا سبق دیا جاتا۔

ان روحانی مربیوں اور ان کے خلفاء سے مربوط ہو کر لاکھوں کروڑوں انسانوں نے شرک و بدعت اور نافرمانی وگنہ گاری کی زندگی سے توبہ کی، قلوب کا تزکیہ کیا اور سنت نبویہ کے اتباع کے جذبہ سے سرشار ہوئے۔ ان کی زندگیوں میں اہل اللہ کی خانقاہوں کی برکت سے دین وشریعت کے تقاضوں کی سمجھ پیدا ہوئی اور سنت کی اتباع کا ذوق پیدا ہوا، اور نتیجۃً ان کی زندگیوں سے تمام بدعات وخرافات اور مشرکانہ عقائد رخصت ہوگئے۔ برصغیر ہند میں ان بزرگوں کی خانقاہوں نے صحیح اسلامی عقائد، سنت نبویہ اور تدین وتقوی کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

دارالعلوم دیوبند سے وابستہ جن ارباب احسان وسلوک نے ملک کے اطراف میں روحانی تربیت کے مراکز اور خانقاہیں قائم کرکے بے شمار لوگوں کی رہ نمائی فرمائی ان کی فہرست طویل ہے، یہاں کچھ خاص حضرات مشائخ کی ایک فہرست پیش کی جارہی ہے جن کے ہاتھ پر توبہ اور بیعت کرنے والوں کی تعداد لاکھوں میں رہی ہے:

(۱) سید الطائفہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ
(۲) قطب ارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
(۳) حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ
(۴) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۵) شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
(۶) حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ
(۷) حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ
(۸) حضرت مولانا سید میاں اصغر حسین دیوبندیؒ
(۹) حضرت مولانا ضرغام الدین فیض آبادیؒ
(۱۰) حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ
(۱۱) حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مدنیؒ
(۱۲) حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ
(۱۳) حضرت مولانا مفتی محمد حسنؒ
(۱۴) حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ
(۱۵) حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ
(۱۶) حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ

(۱۷) حضرت مولانا اسعد اللہ رام پوریؒ
(۱۸) حضرت مولانا عبدالحق اکوڑویؒ
(۱۹) حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ
(۲۰) حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوریؒ
(۲۱) حضرت مولانا شاہ وصی اللہ فتح پوریؒ
(۲۲) حضرت مولانا مسیح اللہ خاں جلال آبادیؒ
(۲۳) حضرت مولانا قاری فخرالدین گیاویؒ
(۲۴) حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ
(۲۵) حضرت مولانا عبدالجبار معروفیؒ
(۲۶) حضرت مولانا ابرارالحق ہردوئیؒ
(۲۷) حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلویؒ
(۲۸) حضرت مولانا قاری صدیق احمد باندویؒ
(۲۹) حضرت مولانا عبدالحلیم جون پوریؒ
(۳۰) حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ
(۳۱) حضرت مولانا احمد علی آسامیؒ

علم تصوف میں تصنیفی خدمات

علمائے دیوبند نے نہ صرف تصوف کو سنت وشریعت سے ہم آہنگ کرتے ہوئے اسے عملی طور پر نباہا بلکہ علمی طور پر بھی سلوک واحسان کی اہمیت وضروریت اوراس کے صحیح طریقۂ کار کی طرف رہ نمائی کی۔تصوف میں غلو پسند افراد کی وجہ سے جو افراط وتفریط درآئی تھی علمائے حق نے اس کو دور کیا اور تصوف وطریقت کے سلسلہ میں معتدل اور متوازن رائے قائم کی۔تصوف کے سلسلہ میں علمائے دیوبند کی تصنیفات کی ایک فہرست پیش کی جارہی ہے:

(۱) غذائے روح، حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ
(۲) ضیاء القلوب، حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ
(۳) شمائم امدادیہ، حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ
(۴) جمال قاسمی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
(۴) امدادالسلوک، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
(۶) مکاتیب رشیدیہ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

(۷) اتمام النعم ترجمہ تبویب الحکم، حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ
(۸) اکمال الشیم، حضرت مولانا عبداللہ گنگوہیؒ
(۹) فیوض یزدانی ترجمہ الفتح الربانی، حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ
(۱۰) تبلیغ دین ترجمہ الثلاثین من الاربعین، حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ
(۱۱) تبویب تربیت السالک، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۱۲) تربیت السالک، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۱۳) التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۱۴) التصرف فی تحقیق التصوف، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۱۵) التکشف عن مہمات التصوف، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۱۶) خصوص الکلم فی حل نصوص الحکم، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۱۷) عنوان التصوف، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۱۸) کلید مثنوی مولانا روم، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۱۹) مبادی التصوف، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۲۰) مسائل السلوک کلام ملک الملوک، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۲۱) الافاضات الیومیہ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۲۲) انفاس عیسیٰ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۲۳) کمالات امدادیہ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۲۴) السنۃ الجلیۃ فی الچشتیۃ العلیۃ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۲۵) حیاۃ المسلمین، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۲۶) تعلیم الدین، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۲۷) قصد السبیل، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۲۸) جزاء الاعمال، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۲۹) سلاسل طیبہ، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ
(۳۰) مکتوبات شیخ الاسلام، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ
(۳۱) الدر المنضود ترجمہ البحر المورود للشعرانیؒ، حضرت مولانا ظفر احمد تھانویؒ
(۳۲) رحمۃ القدوس، حضرت مولانا ظفر احمد تھانویؒ
(۳۳) القول المنصور فی ابن منصور، حضرت مولانا ظفر احمد تھانویؒ
(۳۴) رفع الاشتباہ عن اولیاء اللہ، حضرت مولانا عبدالصمد رحمانی

(۳۵) مقامات تصوف، حضرت مولانا اسماعیل سنبھلیؒ
(۳۶) تصوف کیا ہے؟ حضرت مولانا منظور احمد نعمانیؒ
(۳۷) مقام توحید، حضرت مولانا منظور احمد نعمانیؒ
(۳۸) نسبت اور ذکر وشغل، حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ
(۳۹) وصیۃ السالکین، حضرت مولانا وصی اللہ الہ آبادیؒ
(۴۰) الافادات الوصیۃ، حضرت مولانا وصی اللہ الہ آبادیؒ
(۴۱) وصیۃ الاحسان، حضرت مولانا وصی اللہ الہ آبادیؒ
(۴۲) دیباچہ معرفت، حضرت مولانا وصی اللہ الہ آبادیؒ
(۴۳) تصوف ونسبت صوفیہ، حضرت مولانا وصی اللہ الہ آبادیؒ
(۴۴) وصیۃ الاخلاق، حضرت مولانا وصی اللہ الہ آبادیؒ
(۴۵) وصیۃ الاخلاص، حضرت مولانا وصی اللہ الہ آبادیؒ
(۴۶) خمخانۂ باطن، حضرت مولانا وصی اللہ الہ آبادیؒ
(۴۷) معیت الہیہ، حضرت مولانا عبدالغنی پھولپوریؒ
(۴۸) معرفت الہیہ، حضرت مولانا عبدالغنی پھولپوریؒ
(۴۹) مقالات احسانی، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ
(۵۰) اکابر کا سلوک واحسان، حضرت مولانا زکریا کاندھلویؒ
(۵۱) تاریخ دعوت وعزیمت، حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ
(۵۲) حکم الذکر بالجہر، حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ
(۵۳) شریعت وتصوف، حضرت مولانا مسیح اللہ خاں شروانیؒ
(۵۴) ذکر الٰہی، حضرت مولانا مسیح اللہ خاں شروانیؒ
(۵۵) نجات دارین، مولانا زاہد الحسینی
(۵۶) ترجمہ انفاس العارفین، مولانا یوشع سہارنپوری
(۵۷) ترجمہ احیاء العلوم، مولانا ندیم الواجدی
وغیرہ

شعبۂ تبلیغ دارالعلوم دیوبند

انیسویں صدی کے پہلے عشرہ میں ہندوستان کے اندر آریہ سماج کی جارحانہ سرگرمیوں اور تحریک ارتداد کے پھیلنے کی وجہ سے دارالعلوم نے تبلیغ اور دعوت دین کے لیے مستقل شعبہ قائم کیا۔ دارالعلوم کے مبلغین کی کوششوں سے

الحمدللہ ارتداد کا بڑھتا ہوا سیلاب رک گیا اور شدھی وسنگٹھن کی کوششوں سے جو مسلمان دین سے برگشتہ ہو گئے تھے وہ اسلام میں واپس آ گئے۔ بعد میں تبلیغ ودعوت کے دائرہ کو وسیع کرتے ہوئے یہ نظام قائم کیا گیا کہ دارالعلوم کے مستقل مبلغین ملک کے طول وعرض میں تبلیغ دین کا دینی فریضہ انجام دینے لگے۔ اس کے ساتھ ساتھ دارالعلوم میں بھی ایسے طلبہ تیار کیے جانے لگے جو وعظ وپند کے علاوہ تقریر ومناظرہ میں معترضین ومخالفین کا کماحقہ مقابلہ کر سکیں۔

دارالعلوم کے شعبۂ تبلیغ کے پلیٹ فارم سے اب تک متعدد مبلغین وعلماء وابستہ رہ چکے ہیں جن میں چند اہم علماء کے نام یہ ہیں: مولانا ابوالوفاء شاہ جہانپوری، مولانا حامد الانصاری غازی، مولانا خلیق احمد سردھنوی، مولانا عزیز احمد قاسمی فیض آبادی، مولانا ہادی حسن صاحب، مولانا سید معظم علی نجیب آبادی، مولانا محمد یونس بگھروی، مولانا عتیق الرحمٰن آروی، مولانا سید سیف اللہ ہاشمی، مولانا عبدالسمیع گونڈوی، مولانا سید ارشاد احمد فیض آبادی وغیرہ۔

دارالعلوم دیوبند کے فضلاء اور تربیت یافتہ علماء کی اصلاحی وتبلیغی خدمات اظہر من الشمس ہیں۔ کوئی اہم دینی واصلاحی اجلاس اور موقر اسلامی پلیٹ فارم علمائے دیوبند سے خالی نہیں ہوتا، یہی نہیں بلکہ اس کی قیادت اور باگ ڈور عموماً علمائے دیوبند کے ہاتھوں میں رہتی ہے۔

تبلیغی جماعت

علمائے دیوبند نے امت مسلمہ کے نونہالوں کو دینی تعلیم وتربیت سے آراستہ کرنے کے لیے مدارس کھولے، سالکین طریقت کی اصلاح وتربیت کے لیے خانقاہیں قائم کیں، مسلمانوں میں دینی لہر پیدا کرنے کے لیے مواعظ وتقاریر کا سلسلہ شروع کیا۔ تاہم عوام الناس کی ایک بڑی تعداد علم دین سے دور اور اسلامی تعلیمات سے ناواقف تھی۔ ان مسلمانوں کے دین وایمان کی فکر کرنے اور ان کے اندر اسلامی روح کو بیدار کرنے کا کام جماعت تبلیغ نے شروع کیا۔ اس تحریک نے عام مسلمانوں تک پہنچ کر فرداً فرداً ان کو دین کی راہوں پر لگایا، کلمہ اور اسلامی عقائد سکھائے، نماز کا پابند بنایا اور ان میں اللہ کی راہ میں وقت اور مال خرچ کرنے کا حوصلہ پیدا کیا۔

تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ ہیں جو کاندھلہ ضلع مظفر نگر کے اس خانوادۂ علم وفضل سے تعلق رکھتے ہیں جس میں ایک سے ایک ماہتاب اور آفتاب پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا یحییٰ کاندھلویؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ، حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ وغیرہ اکابر علمائے دیوبند بھی اسی خاک سے پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا الیاس کاندھلویؒ نے مظاہر علوم سہارن پور اور دیوبند میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ سے علوم ظاہری کی تکمیل کی۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ سے سلوک کے مراحل طے کیے۔ بیسویں صدی کے دوسرے عشرہ میں آپ نے بستی نظام الدین دہلی میں مستقل قیام پذیر ہو کر میوات کے میو قوم میں تبلیغی سرگرمیاں شروع کیں۔ شب وروز محنت کر کے میوات میں آپ نے مکاتب قائم کیے اور گشت کے ذریعہ عمومی دعوت وتبلیغ کا منصوبہ بنایا جو آہستہ آہستہ

نہایت کامیابی سے پھیلنے لگا۔

۱۹۲۶ء میں آپ نے میوات کے باشندوں کی جماعتیں بنا کر تبلیغ کے کام میں لگایا۔ ۱۹۳۷ء میں میواتی مبلغین کو میوات سے باہر مختلف قریبی شہروں اور صوبوں میں بھیجا۔ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے اس کام نے اہل علم کو اپنی طرف متوجہ کرنا شروع کیا۔ چنانچہ مظاہر علوم سہارن پور، دارالعلوم دیوبند اور ندوۃ العلماء لکھنؤ کے علماء واساتذہ نے مولانا کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی خدمات پیش کیں اور آپ سے ہدایات لے کر اپنے اپنے مقام پر تبلیغ کا کام شروع کیا۔ تبلیغ کی تحریک میں علماء ابتدا سے شریک رہے اور اکابر علماء جیسے حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا عبدالقادر رائپوریؒ وغیرہم تبلیغی جلسوں میں شریک ہوتے تھے۔ حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ اور حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے اس تحریک میں بہت سرگرم حصہ لیا اور زبان وقلم سے اس تحریک کو ترقی دی۔ اللہ تعالی نے حضرت مولانا الیاس کاندھلویؒ کے خلوص کی برکت سے اس تحریک کو ایسی کامیابی عطا فرمائی کہ تبلیغی جماعتیں مختلف علاقوں اور شہروں میں بھیجی جانے لگیں اور پھر پورے برصغیر میں اصلاح وتبلیغ کا کام بڑی باقاعدگی سے ہونے لگا۔ جماعت تبلیغ کو مرکز اور ملک کے طول وعرض میں علماء سے تعاون ملا اور ان کی کاوشوں سے یہ کام پھیلتا چلا گیا۔

۱۹۴۴ء میں حضرت مولانا الیاس کاندھلویؒ کے حادثۂ وفات کے بعد جماعت تبلیغ کا دوسرا دور حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کی قیادت میں شروع ہوا۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان اور پھر بنگلہ دیش میں تبلیغی تحریک کا تسلسل قائم ہوا۔ پھر بلاد عربیہ، افغانستان، ترکی، انڈونیشیا، ملایا، برما، سری لنکا وغیرہ میں تبلیغی نظام کو پھیلایا گیا۔ بعد میں یہ سلسلہ دراز ہوتا ہوا یوروپ، امریکہ، افریقہ، آسٹریلیا اور ایشیا کے دور دراز ملکوں میں بھی پہنچ گیا۔

تبلیغی جماعت کے کارناموں کی داستان بڑی ایمان افروز ہے۔ یہ تحریک بڑے خلوص وللّٰہیت اور سوز وگداز کے ساتھ شروع ہوئی جو اس کی مقبولیت کی واضح دلیل ہے۔ بلاشبہ جماعت تبلیغ عصر حاضر کی عظیم الشان دینی وتبلیغی تحریک ہے جس نے قرون اُولیٰ کے بعد پوری اسلامی تاریخ میں اتنے بڑے پیمانے پر دین کی نشر واشاعت اور تبلیغ کا اس طرز پر نظم کیا کہ چلتے پھرتے مدرسے پوری دنیا کی ہر ہر مسجد میں قائم ہوگئے۔ تبلیغی جماعت نے پوری دنیا میں اسلامی انقلاب پیدا کیا اور مسلمانوں کو مذہب سے جوڑنے میں اہم کردار ادا کیا۔

علمائے دیوبند کی قرآنی خدمات

علمائے دیوبند نے درس و تدریس، وعظ و نصیحت اور دوسرے مشاغل کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کے میدان میں جو عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ہیں وہ نہ صرف برصغیر کے مسلمانوں کے لیے بلکہ دنیائے اسلام کے لیے بھی ایک قابل فخر سرمایہ ہے۔ علوم دینیہ سے متعلق کوئی علم و فن ایسا نہیں ہے جس میں ان کی تصنیفات و تالیفات موجود نہ ہوں، ان میں بڑی بڑی ضخیم کتابیں بھی ہیں اور چھوٹے چھوٹے رسالے اور کتابچے بھی ہیں، یہ کتابیں زیادہ تر تو اردو اور عربی و فارسی زبانوں میں ہیں مگر ان کے علاوہ دیگر علاقائی اور بین الاقوامی زبانوں میں بھی ان کی کتابیں ہیں۔ تصنیف و تالیف کے میدان میں فضلائے دارالعلوم نے جو قابل قدر خدمات انجام دی ہیں وہ برصغیر کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہیں۔

قرآن کریم اسلام کی بنیاد اور شریعت کی اساس ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ سب سے زیادہ لائق توجہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے دیوبند نے قرآن کریم و علوم القرآن پر ایک عظیم الشان ذخیرہ چھوڑا ہے۔ یہ وراثت انھیں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور ان کے خانوادہ سے حاصل ہوئی۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے بدلتے ہوئے سیاسی و سماجی اور ملکی و عالمی حالات کے پیش نظر ضروری محسوس کیا کہ قرآن کریم کا متداول زبانوں میں ترجمہ کیا جائے اور اس کے علوم و معارف کو امت کے سامنے پیش کیا جائے، چناں چہ انھوں نے خود قرآن کریم کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا جو اس وقت کے ہندوستان کی علمی زبان تھی۔ دوسری طرف آپ نے اصول تفسیر میں الفوز الکبیر جیسی محققانہ کتاب تصنیف فرمائی۔ آپ کے بعد آپ کے فرزندوں میں حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے فارسی زبان میں تفسیر عزیزی تالیف فرمائی۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے دیگر دو صاحب زادوں حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ اور شاہ رفیع الدین صاحبؒ نے اس زمانے کی عوامی زبان اردو میں قرآن کریم کا بالترتیب با محاورہ اور تحت اللفظ ترجمہ کیا جو بعد کے اردو زبان کے تمام ترجموں کی بنیاد بنا۔

علمائے دیوبند نے بھی اس وراثت کو آگے بڑھاتے ہوئے قرآن اور قرآنی علوم پر جو بیش بہا مواد اکٹھا کیا اس کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ اس کے مقابلہ میں برصغیر کی کوئی جماعت ان کی خدمات کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔ پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین یوسف (پاکستان) کی تحقیق کے مطابق ۱۹۹۰ء تک تقریباً تین سو علمائے دیوبند نے قرآن کریم کو اپنا موضوع بنایا اور ۲۱ زبانوں میں قرآن کی خدمات انجام دیں۔ مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے ۸۴ تراجم کیے گئے ہیں اور تقریباً دو سو مکمل اور نامکمل مطبوعہ تفسیریں لکھی گئی ہیں۔ علوم القرآن کے حوالہ سے علمائے دیوبند نے ۳۴ موضوعات پر کتابیں لکھی ہیں جس میں ۲۰/ احکام القرآن پر، ۳۳/ اصول تفسیر و تراجم پر، ۶/ اعجاز القرآن پر، ۱۰/

فصاحت وبلاغت پر، ۱۵/تاریخ قرآن پر، ۳/ارض القرآن پر، ۴۴/قصص القرآن پر، ۲۹ لغات القرآن پر، ۸ فضائل قرآن پر، ۱۵/تاریخ تجوید پر، ۱۲۰/تجوید وقرأت پر، ۱۵/اسباب نزول قرآن پر، ۱۴/قرآنی ادعیہ پر، ۷/اسمائے حسنیٰ پر، ۱۹/گمراہ فرقوں کی تفسیری آراء کے رد میں، ۵/قرآنی انڈیکس پر، ۵ فلسفۂ قرآن پر اور تقریباً سو کتابیں متفرق قرآنی موضوعات پر لکھی گئی ہیں۔ (پندرہ روزہ نجات پشاور، ڈیڑھ سو سالہ خدمات دارالعلوم دیوبند کانفرنس نمبر، ص ۴۳۸) ۱۹۹۰ء کے بعد علمائے دیوبند کی جو تصنیفات وجود میں آئی ہیں وہ ان کے علاوہ ہیں۔

ترجمۂ قرآن، تفسیر اور علوم قرآنی پر علمائے دیوبند کی تصنیفات

علمائے دیوبند کی تمام قرآنی خدمات کا احاطہ تو نہیں کیا جاسکتا، تاہم ذیل کے صفحات میں کچھ اہم تراجم قرآن (اردو اور دیگر زبانوں کے)، نیز تفسیر، علوم القرآن اور متعلقات قرآن سے متعلق مشہور کتابوں کی فہرست پیش خدمت ہے:

تراجم قرآن:

(۱) ترجمۂ قرآن مجید، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۲) ترجمہ وتفسیر، حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ
(۳) ترجمۂ قرآن مجید، حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ
(۴) ترجمۂ قرآن، سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلویؒ
(۵) توضیح القرآن، مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب
(۶) ترجمۂ قرآن مجید (کشمیری)، مولانا محمد یوسف شاہ کشمیریؒ
(۷) ترجمۂ قرآن مجید (کشمیری)، مولانا میرک شاہ اندرابی کشمیریؒ
(۸) ترجمہ وتفسیر شیخ الہند (ہندی)، مولانا سید ارشد مدنی صاحب وجناب محمد سلیمان صاحب
(۹) ترجمۂ شیخ الہند (گجراتی)، مولانا غلام محمد صادق راندیری
(۱۰) ترجمۂ شیخ الہند (فارسی) باہتمام حکومت افغانستان شائع شدہ ۱۹۴۰ء
(۱۱) ترجمۂ شیخ الہند وتفسیر عثمانی (پشتو)
(۱۲) ترجمۂ قرآن بنگالی، مولانا محمد طاہر صاحبؒ
(۱۳) ملخص معارف القرآن بنگالی (حضرت مفتی محمد شفیع صاحب) ترجمہ: مولانا محی الدین خان
(۱۴) ترجمہ قرآن آسامی، مولانا شیخ عبدالحق آسامیؒ
(۱۵) ترجمہ وتفسیر قرآن تیلگو، مولانا عبدالغفور کرنولی فاضل دیوبند

(۱۶) ترجمہ قرآن کنز (حضرت تھانویؒ)، دارالاشاعت بنگلور ۱۹۶۶ء
(۱۷) انگلش ٹرانسلیشن آف دی قرآن، مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب
(۱۸) انوار القرآن (پشتو زبان)، مولانا سید انوار الحق صاحب کاکاخیل
(۱۹) ترجمۂ قرآن (گوجری کشمیری زبان)، مولانا فیض الوحید صاحب

تفاسیر قرآن:

(۱) تفسیر بیان القرآن، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۲) تفسیر عثمانی (موضح الفرقان حاشیہ ترجمہ شیخ الہند)، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندیؒ
(۳) تفسیر معارف القرآن، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ
(۴) تفسیر معارف القرآن، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
(۵) شرح تفسیر بیضاوی، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
(۶) تفسیر ثنائی (اردو)، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ
(۷) تفسیر احمدی، مولانا احمد علی لاہوریؒ
(۸) ہدایت القرآن (۹/ پارے)، مولانا محمد عثمان کاشف الہاشمی
(۹) ہدایت القرآن تکملہ، مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری
(۱۰) درسِ قرآن، مفتی ظفیر الدین صاحب مفتاحی
(۱۱) تفسیر القرآن، مولانا شائق احمد عثمانی
(۱۲) بیان القرآن (اول، دوم)، مولانا احمد حسن صاحب
(۱۳) احسن التفاسیر، مولانا سید حسن دہلوی
(۱۴) تفسیر کلام الرحمٰن، مولانا غلام محمد صاحب
(۱۵) تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن (عربی)، مولانا ثناء اللہ امرتسری
(۱۶) تفسیر درس قرآن، مولانا عبدالحی فاروقی
(۱۷) تقریر القرآن، مولانا محمد طاہر صاحب دیوبندی
(۱۸) تفسیر حبیبی، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مروانی
(۱۹) مفتاح القرآن، مولانا شبیر از ہر میرٹھی
(۲۰) تفسیر قرآن، مولانا سرفراز خان صفدر صاحب
(۲۱) موضح فرقان، مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلوی

(۲۱) تفسیر تقریر القرآن، مولانا عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری
(۲۲) تفسیر تعلیم القرآن، مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب
(۲۳) معالم العرفان فی دروس القرآن، مولانا صوفی عبدالحمید سواتی
(۲۴) جواہر التفاسیر، مولانا عبدالحکیم لکھنوی
(۲۵) درسِ قرآن، قاری اخلاق احمد صاحب دیوبندی
(۲۶) تفسیر بیان السبحان، مولانا عبدالدائم الجلالی
(۲۷) انوار القرآن، مولانا محمد نعیم صاحب دیوبندی
(۲۸) حاشیہ تفسیر بیضاوی (عربی)، حضرت مولانا عبدالرحمٰن امروہویؒ
(۲۹) ترجمہ تفسیر جلالین، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ
(۳۰) حاشیہ تفسیر جلالین، مولانا حبیب الرحمٰن دیوبندی
(۳۱) حاشیہ جلالین عربی، مولانا احتشام الحق کاندھلوی
(۳۲) ترجمہ تفسیر ابن عباس، مولانا عبدالرحمٰن کاندھلوی
(۳۳) ترجمہ تفسیر مدارک، مولانا سید انظر شاہ مسعودی کشمیری
(۳۴) ترجمہ ابن کثیر، مولانا انظر شاہ مسعودی کشمیریؒ
(۳۵) معالم التنزیل، مولانا محمد علی صدیقی کاندھلوی
(۳۶) حواشی قرآن مجید مترجمہ شاہ عبدالقادر، حضرت مولانا احمد لاہوری
(۳۷) کمالین ترجمہ جلالین، حضرت مولانا محمد نعیم صاحب دیوبندی
(۳۸) جمالین شرح جلالین، مولانا محمد جمال میرٹھی
(۳۹) تفسیر الحاوی (تقریر بیضاوی)، مولانا جمیل احمد، مفتی شکیل احمد
(۴۰) تفسیر سورۂ حجرات، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ
(۴۱) تفسیر سورۂ بقرہ، مولانا عبدالعزیز صاحب ہزاروی
(۴۲) الدرر المکنون فی تفسیر سورۃ الماعون، پروفیسر حکیم عبدالصمد صارم صاحب
(۴۳) تفسیر سورۂ فاتحہ، یونس، یوسف، کہف، مولانا احمد سعید صاحب دہلویؒ
(۴۴) احسن البیان فی ما یتعلق بالقرآن، مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی
(۴۵) مرآۃ التفسیر، مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی
(۴۶) مقدمہ علی تفسیر البیضاوی، مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی

(۴۷) فیض الکریم تفسیر قرآن عظیم، مولانا صبغت اللہ صاحب
(۴۸) کشف القرآن، مولانا محمد یعقوب صاحب شرودی
(۴۹) تفسیر نور القرآن (۷ر جلدیں)، مولانا مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی

متعلقات قرآن:

(۱) اسرار قرآنی، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ
(۲) مشکلات القرآن (عربی)، حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ
(۳) سبق الغایات فی نسق الآیات، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۴) آداب القرآن، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۵) یتیمۃ البیان، مولانا محمد یوسف بنوریؒ
(۶) علوم القرآن، مفتی تقی عثمانی صاحب
(۷) علوم القرآن، مولانا عبید اللہ اسعدی قاسمی
(۸) علوم القرآن، مولانا شمس الحق افغانی صاحب
(۹) احکام القرآن، مولانا شمس الحق افغانی صاحب
(۱۰) مفردات القرآن، مولانا شمس الحق افغانی صاحب
(۱۱) مشکلات القرآن، مولانا شمس الحق افغانی صاحب
(۱۲) حکمت النون، مولانا محمد طاہر صاحب دیوبندیؒ
(۱۳) تلاوۃ القرآن، مولانا وصی اللہ صاحب الہ آبادیؒ
(۱۴) فیض الرحمٰن، مولانا یعقوب الرحمٰن عثمانیؒ
(۱۵) حل القرآن، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۱۶) ہدیۃ المہدیین فی آیۃ خاتم النبیین، حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب دیوبندیؒ
(۱۷) لغات القرآن، مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب
(۱۸) تذکرۃ المفسرین، مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب
(۱۹) ضرورۃ القرآن، مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب
(۲۰) بیان القرآن علی علم البیان، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ
(۲۱) روح القرآن، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ

(۲۲) اعجاز القرآن، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندیؒ
(۲۳) التحریر فی اصول التفسیر، مولانا محمد مالک کاندھلوی
(۲۴) منازل العرفان فی علوم القرآن، مولانا محمد مالک کاندھلوی
(۲۵) العون الکبیر شرح الفوز الکبیر، حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری
(۲۶) الفوز العظیم شرح اردو الفوز الکبیر، مولانا خورشید انور صاحب فیض آبادی
(۲۷) الروض النضیر شرح اردو الفوز الکبیر، مولانا حنیف گنگوہی
(۲۸) الخیر الکثیر شرح اردو الفوز الکبیر، مفتی امین صاحب پالنپوری
(۲۹) السراج المنیر ترجمہ تفسیر کبیر اول، مولانا شیخ عبد الرحمٰن صاحب
(۳۰) التنقید السدید علی التفسیر الجدید، ابو المآثر مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ
(۳۱) تدوین قرآن، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ
(۳۲) تاریخ تدوین القرآن، مولانا مصطفیٰ اعظمی
(۳۳) تاریخ قرآن، مولانا عبد الصمد صارم
(۳۴) التعوذ فی الاسلام، حضرت مولانا طاہر قاسمی
(۳۵) دینی دعوت کے قرآنی اصول، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ
(۳۶) فہم قرآن، حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ
(۳۷) قصص القرآن، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ
(۳۸) منحۃ الجلیل، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ
(۳۹) وحی الٰہی، حضرت مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ
(۴۰) قرآن پاک آپ سے کیا کہتا ہے؟، حضرت مولانا منظور احمد نعمانی
(۴۱) ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن، مولانا سرفراز خان صفدر صاحب
(۴۲) تفسیروں میں اسرائیلی روایات، مولانا نظام الدین اسیر ادروی
(۴۳) لغات القرآن، مولانا عبد الرشید نعمانی
(۴۴) منتخب لغات القرآن، مولانا نسیم احمد بارہ بنکوی
(۴۵) جائزہ تراجم قرآنی، مولانا محمد سالم قاسمی وغیرہ
(۴۶) قرآن اور اس کے حقوق، مفتی حبیب الرحمٰن خیر آبادی
(۴۷) قرآن محکم، مولانا عبد الصمد رحمانیؒ

(۴۸) قرآن پاک اور سائنس، مولانا خلیل احمد صاحب
(۴۹) قرآن مجید اور انجیل مقدس، مولانا محمد عثمان فارقلیط
(۵۰) تذکیر بسورۃ الکہف، مولانا مناظر احسن گیلانی
(۵۱) فوائد القرآن، مولانا میرک شاہ کشمیریؒ
(۵۲) بدیہیاتِ قرآن، مولانا محمد عارف جمیل مبارک پوری
وغیرہ

تجوید وقرأت

دارالعلوم دیوبند نے فن تجوید وقرأت کی طرف بھی خصوصی توجہ کی اور ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء میں باقاعدہ طور پر ایک مستقل شعبۂ تجوید قائم ہوا۔ تدریس کے لیے نظر انتخاب ممتاز ماہر فن حضرت قاری عبد الوحید خان الہ آبادی (م:۱۳۶۵ھ) پر پڑی۔ آپ استاذ الاساتذہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی کے تلمیذ ارشد تھے۔ آپ دارالعلوم دیوبند میں کم وبیش ۴۵ سال تک خدمتِ قرآن کی مسند پر فائز رہے اور دارالعلوم کے سیکڑوں علماء نے آپ سے استفادہ کیا۔ آپ کے بعد حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کے دوسرے باکمال اور نامور ترین شاگرد حضرت قاری حفظ الرحمٰن پرتاپ گڈھی دارالعلوم کے شعبۂ تجوید کی مسند صدارت پر فائز کیے گئے۔ آپ کے زمانہ میں ملک وبیرون ملک سے فن تجوید و قرأت کے شائق طلبہ جوق در جوق آنے شروع ہوئے اور اس دور میں اس شعبہ کا فیض ملک سے باہر دور دراز تک پہنچ گیا۔ آپ کو اس وقت کے دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث وصدر المدرسین حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی سرپرستی اور ان کا خصوصی تعاون حاصل تھا۔ قرآن پاک کی تصحیح طالب علم کے لیے لازم قرار دی گئی اور بغیر مشقی وکتابی تعلیم کے سند نہ دیے جانے کا ضابطہ بنایا گیا۔

دوسری طرف حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے تجوید قرآن پر گراں قدر کتب ورسائل تحریر فرمائے۔ آپ کا رسالہ جمال القرآن آج برصغیر کے تمام اداروں کے نصاب تجوید میں داخل ہے۔ اس آخری دور میں مولانا قاری ابوالحسن صاحب اعظمی نے علم تجوید وقرأت میں مختلف موضوعات پر چھوٹی بڑی درجنوں کتابیں لکھیں اور تجوید وقرأت کے مختلف گوشوں پر تحقیقی مواد اکٹھا کر دیا ہے۔

دارالعلوم نے اس فن میں صرف عظیم الشان رجال کار ہی پیدا نہیں کیے بلکہ اسی کے ساتھ فن کی علمی، تصنیفی اور طباعتی خدمات کا نہایت شاندار سلسلہ قائم کیا۔ آج فن تجوید میں جو چھوٹی بڑی کتابیں اور رسائل وشروح نظر آتی ہیں اور جو کتابیں بیشتر مدارس میں داخل نصاب ہیں، وہ بلاواسطہ یا بالواسطہ دارالعلوم دیوبند ہی کے فیض یافتگان کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔

فن تجوید وقراءت میں علمائے دیوبند کی کچھ اہم تصانیف حسب ذیل ہیں:

(۱) جمال القرآن، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی
(۲) تجوید القرآن (منظوم)، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی
(۳) حق القرآن (منظوم)، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی
(۴) تنشیط الطبع فی اجراء السبع، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی
(۵) وجوہ المثانی، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی
(۶) ہدیۃ الوحید، حضرت قاری عبدالوحید خان صاحب الہ آبادی
(۷) عنایات رحمانی شرح قصیدۂ شاطبیہ لامیہ (تین جلدیں)، مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتی
(۸) اسہل الموارد شرح رائیہ للشاطبی، مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتی
(۹) کاشف العسر شرح ناظمۃ الزہر للشاطبی، مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتی
(۱۰) مفتاح الکمال شرح تحفۃ الاطفال للجزری، مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتی
(۱۱) تسہیل القواعد، مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتی
(۱۲) تنویر شرح التیسیر فی السبعہ، قاری رحیم بخش صاحب پانی پتی
(۱۳) الوجوہ المفسر ہ (اردو ترجمہ)، قاری رحیم بخش صاحب پانی پتی
(۱۴) تکمیل الاجر فی القراءات العشر، قاری رحیم بخش صاحب پانی پتی
(۱۵) علم قرأت اور قرائے سبعہ، قاری ابوالحسن صاحب اعظمی
(۱۶) النفحۃ العنبریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ، قاری ابوالحسن صاحب اعظمی
(۱۷) النفحات القاسمیۃ شرح متن الشاطبیۃ، قاری ابوالحسن صاحب اعظمی
(۱۸) التحفۃ الجمیلۃ شرح رائیہ للشاطبی، قاری ابوالحسن صاحب اعظمی
(۱۹) التبشیر شرح التیسیر، قاری ابوالحسن صاحب اعظمی
(۲۰) الفوائد الدریۃ ترجمۃ المقدمۃ الجزریۃ، قاری ابوالحسن صاحب اعظمی
(۲۱) قواعد التجوید، قاری ابوالحسن صاحب اعظمی
(۲۲) قراءات عشرہ کا حامل قرآن مجید، قاری ابوالحسن صاحب اعظمی
(۲۳) تیسیر القراءات فی السبع المتواترات، قاری ابوالحسن صاحب اعظمی
(۲۴) قرآنی املاء اور رسم الخط، قاری ابوالحسن صاحب اعظمی
(۲۵) رسم المصحف اور اس کے مصادر، قاری ابوالحسن صاحب اعظمی
(۲۶) کاتبین وحی، قاری ابوالحسن صاحب اعظمی
(۲۷) دربار رسالت کے نو قراء، قاری ابوالحسن صاحب اعظمی

(۲۸) نعم الورود فی احکام المدود، قاری ابوالحسن صاحب اعظمی
(۲۹) حسن الاقتداء فی الوقف والابتداء، قاری ابوالحسن صاحب اعظمی
(۳۰) تحصیل الاجر فی القراءات العشر، قاری ابوالحسن صاحب اعظمی
(۳۱) حسن المحاضرات فی رجال القراءات، قاری ابوالحسن صاحب اعظمی
(۳۲) مشکلات القراءات، قاری ابوالحسن صاحب اعظمی
(۳۳) اصول التجوید، قاری جمشید علی صاحب
(۳۴) اصول القراءات، قاری جمشید علی صاحب
(۳۴) اللولؤ المکنون فی روایۃ قالون، قاری عبدالرؤف بلندشہری
(۳۵) معین الطلبہ فی اجراء قرءأت السبعۃ، قاری عبدالرؤف بلندشہری
(۳۶) دارالعلوم دیوبند اور خدمات تجوید وقرأت، قاری ابوالحسن صاحب اعظمی
وغیرہ

علمائے دیوبند اور خدمت حدیث

ہندوستان میں اسلام کی آمد گو پہلی صدی ہجری (ساتویں صدی عیسوی) سے شروع ہوچکی تھی اور صحابہ و تابعین کی ایک تعداد سندھ اور قریبی علاقوں میں پہنچ چکی تھی، لیکن ہندوستان کے شمالی اور وسطی علاقوں میں اسلام اور مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ گیارہویں صدی عیسوی میں محمود غزنوی کے دور میں شروع ہوا اور پھر ۱۲۰۶ء میں غوریوں کے ذریعہ ہندوستان میں پہلی مسلم سلطنت کے قیام کے بعد ہی سے ہندوستان میں علماء وصلحاء کی کثرت سے آمد شروع ہوئی۔ دہلی سلطنت (۱۲۰۶-۱۵۲۶ء) کے ابتدائی زمانے میں وسط ایشیا اور بغداد وعراق میں تاتاریوں کی خونیں یورشوں کی وجہ سے ہجرت کرنے والے علماء وفقہاء کی ایک بڑی تعداد کو ہندوستان نے اپنے دامن میں جگہ دی۔

ہندوستان کی ابتدائی تاریخ میں علم فقہ اور پھر منطق وفلسفہ کو منتہائے کمال سمجھا جاتا تھا اوران فنون کے ماہرین یہاں پیدا ہوئے۔ فن حدیث کی طرف خال خال ہی لوگوں نے توجہ دی۔ تاہم ہندوستان کے علماء متقدمین نے فن حدیث میں کئی اہم کارنامے انجام دیے جو پوری علمی دنیا میں سراہے گئے؛ جیسے شیخ حسن بن محمد الصغانی (۱۱۸۱-۱۲۵۲ء) کی مشارق الانوار، شیخ علاء الدین علی متقی ہندی (۱۴۸۰-۱۵۶۷ء) کی کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، شیخ محمد بن طاہر پٹنی (۱۵۰۴-۱۵۷۸ء) کی مجمع البحار اور المغنی فی اسماء الرجال وغیرہ۔ مغلیہ دورحکومت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۵۵۲-۱۶۴۲ء) نے علم حدیث کی اشاعت میں گراں قدر خدمات انجام دیں اوراشعۃ اللمعات ولمعات التنقیح وغیرہ قیمتی کتابیں تالیف فرمائیں۔

ہندوستان میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۷۰۳-۶۲-۱۷ء) نے علم حدیث کو نیا موڑ دیا۔ شاہ صاحب کی اولاد وتلامذہ کے ذریعہ یہ سلسلہ پورے ہندوستان میں پھیل گیا۔ شاہ صاحب کے زمانے تک علم حدیث میں مشارق الانوار اور مشکاۃ المصابیح نہائی کتابیں تھیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اوران کے صاحبزادے شیخ نورالحق نے اس سلسلہ کو مزید وسعت دینے کی کوشش کی تھی، لیکن ہندوستان میں علم حدیث کی اشاعت کا شرف خانوادۂ ولی اللہی کو حاصل ہونا مقدر ہو چکا تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حرمین شریفین جاکر علم حدیث کی تکمیل کی اور واپس آکر دہلی میں صحاح ستہ کی تعلیم کا آغاز کیا۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ اوران کے اخلاف نے صحاح ستہ کی درس وتدریس کو اپنی سعی وکوشش سے جزونصاب بنادیا۔

مغلیہ حکومت کے سقوط کے بعد دارالعلوم دیوبند کی شکل میں انتہائی نامساعد حالات میں ہندوستان کے اندر اسلام کی حفاظت واشاعت کا مرکز قائم کیا گیا۔ دارالعلوم دیوبند نے جہاں ان نازک حالات میں اسلام اور مسلم

تہذیب کی حفاظت و بقا کا سامان پیدا کیا، وہیں دینی علوم خصوصاً علم حدیث کی اشاعت میں زبردست کردار ادا کیا۔علمائے دیوبند کی عظیم الشان خدمتِ حدیث ہندوستان کی علمی و تحقیقی تاریخ کا نہایت روشن باب ہے جس کا دیگر ملکوں کے علماء و محققین نے کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔ عالم اسلام کے سیاسی و علمی زوال کے دور میں دارالعلوم نے تفسیر و فقہ کے ساتھ علمِ حدیث کی بھی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ حدیث کی تدریسی و تصنیفی ہر میدان کی خدمت میں دارالعلوم کے نمایاں کارناموں سے تاریخ کے اوراق بھرے ہوئے ہیں اور یہ صرف دعویٰ ہی نہیں ہے بلکہ ان خدمات سے متأثر ہوکر دنیائے اسلام کے تبحر عالم، نامور اہل قلم، مشہور علمی رسالہ ''المنار'' مصر کے ایڈیٹر علامہ سید رشید رضا لکھتے ہیں:

''ہمارے بھائی ہندوستانی علماء کی توجہ اس زمانہ میں علم الحدیث کی طرف متوجہ نہ ہوتی تو مشرقی ممالک سے یہ علم ختم ہو چکا ہوتا کیونکہ مصر، شام، عراق اور حجاز میں دسویں صدی ہجری سے چودھویں صدی کے اوائل تک یہ علم ضعف کی آخری منزل پر پہنچ گیا تھا''۔ (مقدمہ مفتاح کنوز السنۃ)

شیخ یوسف سید ہاشم الرفاعی وزیر حکومت کویت نے دارالعلوم میں ایک جلسۂ عام میں تقریر کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ

:''اسلام پر اعتراضات کے دفعیہ کے لیے ہم جلیل القدر علماء کے محتاج ہیں، حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر کے معیار کے علماء کی ضرورت ہے اور ہمیں فخر ہے کہ اس درجہ کے علماء اس دارالعلوم میں موجود ہیں''۔ (تاریخ دارالعلوم ص: ج ا، ص ۴۱۶)

عالم اسلام کے ممتاز محدثین اور محقق علماء دارالعلوم کی خدمات حدیث کے نہ صرف معترف بلکہ مداح ہیں۔ شیخ زاہد الکوثری، شیخ عبدالفتاح ابوغدہ، شیخ عوامہ کو ان میں سے بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے۔

علمائے دیوبند نے علم حدیث کی ہر ہر پہلو اور ہر ہر گوشے سے خدمت کی ہے اور حدیث کا کوئی میدان ان کی علمی کاوشوں سے خالی نہیں ہے، لیکن درس حدیث خصوصی طور پر ان کے فکر و تدبر اور غور و تحقیق کی جولان گاہ رہا ہے جس میں ڈیڑھ سو سال سے یہ حضرات مسلسل اپنی تحقیقات کے نادر موتی بکھیرتے رہے ہیں۔

علمائے دیوبند نے حدیث کی تدریس میں پرانے انداز پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ برصغیر میں درس حدیث کا ایسا منفرد طرز اختیار کیا جو متقدمین کی درسی خصوصیات کا حامل ہونے کے ساتھ دلائل ائمہ اور حالات کے مطابق مذہب حنفی کے اثبات و ترجیح پر بھی مشتمل ہوتا ہے۔ نیز، وہ ان تمام مسائل پر سیر حاصل بحث کرتے ہیں جو دور حاضر میں اسلام کے لیے بظاہر ایک چیلنج کی صورت اختیار کر گئے ہیں۔ خدمت حدیث کا یہ درسی انداز اکابرینِ دیوبند کی فکری پرواز کا نتیجہ ہے، ورنہ اس سے پہلے ہندوستان کے تمام ہی محدثین حدیث کے ترجمہ اور مذاہب ائمہ کے بیان پر اکتفا کرتے تھے، ان کے دلائل کا تذکرہ اور اس میں موازنہ کا بالکل رواج نہ تھا۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور دیگر حضرات اکابر کا حدیث کی تنقیح و تشریح کا درسی سلسلہ اتنا

مقبول ہوا کہ ہندوستان، برما، افغانستان، ملیشیا، بخارا، ترکستان اور انڈونیشیا کے پروانۂ حدیث کھنچ کھنچ کر یہاں آنے لگے اور آج حدیث کی کوئی معروف درس گاہ اس کے فیض یافتگان سے خالی نظر نہیں آتی۔

دارالعلوم دیوبند اور اس کے طرز پر قائم مدارس اسلامیہ کے ذریعہ برصغیر میں ایسے باصلاحیت محدثین پیدا ہوئے جنھوں نے زندگی کا وافر حصہ کتبِ حدیث خاص کر صحیح بخاری وصحیح مسلم کو پڑھنے پڑھانے یا اس کی شرح لکھنے میں صرف کیا۔ ان محدثین میں سے چند نمایاں نام حسب ذیل ہیں: حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، مولانا غلام رسول ہزاروی، مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ، مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ، مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ، مولانا احمد حسن امروہویؒ، مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا اصغر حسین دیوبندیؒ، علامہ ابراہیم بلیاویؒ، مولانا جلیل احمد علویؒ، مولانا ظہور احمد دیوبندیؒ، مولانا فخر الدین احمد مرادآبادیؒ، مولانا ظفر احمد عثمانی تھانویؒ، مولانا احمد رضا بجنوریؒ، مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مولانا حمید الدین فیض آبادیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ، مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ، مولانا محمد اسماعیل سنبھلیؒ، مولانا عبد الجبار اعظمیؒ، مولانا اسلام الحق اعظمیؒ، مولانا بشیر احمد بلند شہریؒ، مولانا انظر شاہ کشمیریؒ، مولانا محمد میاں دیوبندیؒ، مولانا شریف حسن دیوبندیؒ، مولانا عبد الحق اکوڑوی، مولانا عبد الاحد دیوبندیؒ، مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ، مولانا نصیر احمد خان بلند شہریؒ، مولانا عثمان غنیؒ، مولانا خورشید عالم دیوبندیؒ، مولانا محمد نعیم دیوبندیؒ، مولانا محمد سالم قاسمیؒ، مولانا زین العابدین اعظمیؒ، مولانا سعید احمد پالن پوری، مولانا نعمت اللہ اعظمی، مولانا ارشد مدنی، مولانا عبد الحق اعظمی، مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی، مولانا قمر الدین گورکھپوری، مولانا ریاست علی بجنوریؒ، مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی اعظمی، مولانا سرفراز خان صفدرؒ، مولانا سلیم اللہ خان کراچوی، مولانا مصطفی اعظمی، مولانا ابواللیث اعظمی وغیرہ۔

علمائے دیوبند نے درس حدیث کے مبارک شغل کو پورے برصغیر کے گوشے گوشے اور دنیا کے دوسرے حصوں تک پہنچا دیا۔ علمائے دیوبند کے درس حدیث کی خصوصیات کی بناء پر دنیا بھر سے طالبان علومِ حدیث کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر امنڈ پڑا اور ڈیڑھ سو سالوں سے اب تک یہ سلسلہ پیہم جاری ہے۔ دارالعلوم دیوبند نے اپنے یومِ قیام سے اب تک ہزارہا ہزار حدیث کے رجال کار دنیا میں پھیلا دیے ہیں۔

علاوہ ازیں، یہ دارالعلوم ہی کا طغرائے امتیاز ہے کہ اس نے حدیث کی خدمت کے لیے شروع ہی سے سب سے بلند وبالا اور پرشکوہ عمارت دارالحدیث کے نام سے تعمیر کی جو شاید اسلامی تاریخ میں اپنی نوعیت کی ایک منفرد کوشش تھی اور علم حدیث کے تئیں علمائے دیوبند کی عظمت کی غماز اور اس سلسلہ میں ان کی عظیم الشان خدمات کا ایک نقش جمیل ہے۔

یہ تو علمائے دیوبند کی صرف درسی خدمات کا ایک جائزہ تھا، اس سے آگے بڑھ کر جب ہم تصنیفی دنیا میں نظر دوڑاتے ہیں تو یہاں بھی علم حدیث کا کوئی گوشہ ایسا نظر نہیں آتا جس پر حضرات علمائے دیوبند کی علمی وتحقیقی کاوشیں

موجود نہ ہوں، خواہ وہ متون حدیث کی شرحیں لکھنے کا موضوع ہو یا احادیث کے ذخیرہ کو تحقیق وتعلیق کے ساتھ شائع کرنے کا، خواہ اصول حدیث کا موضوع ہو یا حدیث کی تاریخ کا۔ ذیل میں حدیث کے عنوان سے ہونے والی تالیفی خدمات کا اجمالاً تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

صحیح بخاری اور علمائے دیوبند کی خدمات

(۱) تعلیقات جامعۃ علی صحیح البخاری (عربی): حضرت مولانا احمد علی سہارن پوریؒ نے بخاری کے ۲۵؍اجزاء پر تعلیقات کی، باقی پانچ حصوں پر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے تعلیق کی۔

(۲) لامع الدراری علی صحیح البخاری: یہ مجموعہ دراصل حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا درسِ بخاری ہے جو حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ نے اردو زبان میں قلم بند کیا تھا جس کا ان کے صاحب زادے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے عربی زبان میں ترجمہ کیا اور تعلیق وتحقیق کے بعد اس عظیم کتاب کو طبع کیا۔ یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور اس کی ۱۰ جلدیں ہیں۔

(۳) فیض الباری علی صحیح البخاری: یہ محدث کبیر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کا درس بخاری ہے جس کو ان کے شاگرد رشید مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ نے عربی زبان میں مرتب کیا ہے۔ سب سے پہلے یہ شرح مصر سے شائع ہوئی، اس کے بعد سے دنیا کے بے شمار ممالک میں لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے، چنانچہ آج عرب وعجم میں اس شرح کو صحیح بخاری کی اہم شروح میں شمار کیا جاتا ہے۔ عرب وعجم میں علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کا شمار مستند ومعتبر محدثین میں کیا جاتا ہے اور مشرق ومغرب کے تمام علمی حلقوں میں ان کی صلاحیتوں کا اعتراف کیا گیا ہے۔

(۴) الابواب والتراجم للبخاری: اس کتاب میں بخاری شریف کے ابواب کی وضاحت کی گئی ہے۔ صحیح بخاری میں احادیث کے مجموعہ کے عنوان پر بحث ایک مستقل علم کی حیثیت رکھتی ہے جسے ترجمۃ الابواب کہتے ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ نے اس کتاب میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور علامہ ابن حجر العسقلانیؒ جیسے علماء کے ذریعہ بخاری کے ابواب کے بارے میں کی گئی وضاحتیں ذکر کرنے کے بعد اپنی تحقیقی رائے پیش کی ہے۔ یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور اس کی ۶ جلدیں ہیں۔

(۵) انوار الباری فی شرح صحیح البخاری: حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کا درس بخاری، مرتبہ مولانا احمد رضا بجنوری

(۶) شرح تراجم البخاری: شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ

(۷) شرح تراجم البخاری: مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ

(۸) التقریر علی صحیح البخاری: شیخ زکریا کاندھلویؒ، شیخ محمد یونس صاحب

(۹) ارشاد القاری الی صحیح البخاری: مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ

(۱۰) تلخیص البخاری شرح صحیح البخاری: مولانا شمس الضحیٰ مظاہریؒ
(۱۱) تحفۃ القاری فی حل مشکلات البخاری: مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
(۱۲) ترجمہ صحیح بخاری: مولانا شبیر احمد عثمانیؒ
(۱۳) فضل الباری شرح صحیح بخاری: مولانا شبیر احمد عثمانیؒ
(۱۴) تحقیق وتعلیق لامع الدراری علی جامع البخاری: شیخ محمد زکریا کاندھلویؒ
(۱۵) النبراس الساری فی اطراف البخاری (عربی): مولانا عبدالعزیز گوجرانوالاؒ
(۱۶) انعام الباری شرح بخاری، مولانا محمد امین چاٹگامی
(۱۷) امداد الباری فی شرح البخاری: مولانا عبدالجبار اعظمیؒ، مولانا زین العابدین اعظمیؒ
(۱۸) جامع الدراری فی شرح البخاری: مولانا عبدالجبار اعظمیؒ
(۱۹) التصویبات لما فی حواشی البخاری من التصحیفات: مولانا عبدالجبار اعظمیؒ
(۲۰) الخیر الجاری علی صحیح البخاری: مولانا خیر محمد مظفر گڑھیؒ
(۲۱) النور الساری علی صحیح البخاری: مولانا خیر محمد مظفر گڑھیؒ
(۲۲) احسان الباری لفہم البخاری: مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ
(۲۳) جواہر البخاری علی اطراف البخاری: مولانا قاضی زاہد حسینیؒ
(۲۴) انعام البخاری فی شرح اشعار البخاری: مولانا عاشق الٰہی بلند شہری ومہاجر مدنیؒ
(۲۵) ایضاح البخاری: حضرت مولانا فخر الدین احمد مرادآبادیؒ کا درس بخاری،
مرتب: مولانا ریاست علی بجنوری
(۲۶) القول الفصیح فی تراجم البخاری، حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ مرادآبادی
(۲۷) دروس بخاری: حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کا درس بخاری، جامع مولانا نعمت اللہ اعظمی
(۲۸) نصر الباری شرح البخاری (۱۴ جلدیں): مولانا عثمان غنیؒ
(۲۹) حمد المتعالی علی تراجم صحیح البخاری: مولانا سید بادشاہ گل تلمیذ حضرت مدنیؒ
(۳۰) فضل البخاری فی فقہ البخاری: مولانا عبدالرؤوف ہزارویؒ، تلمیذ علامہ کشمیری
(۳۱) تسہیل الباری فی حل صحیح البخاری: مولانا قاری صدیق احمد باندویؒ
(۳۲) کشف الباری فی شرح البخاری: مولانا سلیم اللہ خان صاحب
(۳۳) شرح البخاری، تجرید البخاری: مولانا محمد حیات سنبھلیؒ
(۳۴) انعام الباری، دروس بخاری شریف: مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کا درس بخاری،
مرتب: مولانا مفتی محمد انور حسین صاحب

(۳۵) تحفۃ القاری: مولانا مفتی محمد سعید احمد پالن پوری کا درس بخاری
(۳۶) تفہیم البخاری (ترجمہ اردو صحیح بخاری، ۳؍جلدیں)، مولانا ظہور الباری قاسمی
(۳۷) تقریر بخاری، مولانا کفیل احمد علوی

صحیح مسلم اور علمائے دیوبند کی خدمات:

(۱) موسوعۃ فتح الملہم بشرح صحیح امام مسلم: یہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی شرح مسلم ہے جس کو عرب وعجم میں بڑی شہرت حاصل ہوئی ہے۔ شرح کو عربی زبان میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے تحریر کیا تھا لیکن مکمل ہونے سے قبل ہی آپ کا انتقال ہوگیا۔

(۲) تکملۃ فتح الملہم: حضرت مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہ نے کتاب الرضاعۃ سے اخیر تک ۶ جلدوں میں اس شرح کو عربی زبان میں مکمل کیا اور ابتدائی ۶ جلدوں پر تعلیقات بھی تحریر فرمائیں۔ امت مسلمہ خاص کر عرب علماء میں اس شرح کو خاص مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ لبنان کے متعدد ناشرین اس شرح کے بے شمار نسخے شائع کر چکے ہیں۔

(۳) الحل المفہم لصحیح مسلم: یہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا درس مسلم ہے جو شیخ محمد یحییٰ کاندھلویؒ نے قلمبند کیا تھا اور شیخ محمد زکریا کاندھلویؒ نے اپنی تعلیقات کے ساتھ اس کو دو جلدوں میں شائع کرایا۔

(۴) نعمۃ المنعم فی شرح المجلد الثانی لمسلم: حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی دامت برکاتہم کی تالیف ہے جو کتاب البیوع سے لے کر باب استحباب المواساۃ بفضول الماء تک ہے جس کی ۳۸۳ صفحات پر مشتمل ایک جلد شائع ہو چکی ہے۔

(۵) صحیح مسلم شریف مترجم عربی اردو: مولانا عابد الرحمٰن کاندھلوی
(۶) تفہیم المسلم، مفتی کفیل الرحمٰن نشاط عثمانی ومفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی
(۷) القول المفہم فی حل مغلقات الصحیح لمسلم (عربی)، مولانا شوکت علی قاسمی سیتامڑھی

سننِ ترمذی کی خدمات

(۱) العرف الشذی شرح ترمذی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
(۲) الورد الشذی علی جامع ترمذی، حضرت مولانا شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ
(۳) الکوکب الدری، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
(۴) معارف السنن شرح جامع ترمذی (عربی)، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ
(۵) معارف مدنیہ تقریر ترمذی حضرت مدنیؒ، حضرت مولانا سید طاہر حسنؒ

(۶) تقریر ترمذی، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ
(۷) العرف الشذی علی جامع الترمذی، حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ
(۸) شرح ترمذی، حضرت علامہ ابراہیم بلیاویؒ
(۹) الطیب الشذی شرح ترمذی، مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب
(۱۰) درس ترمذی، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب
(۱۱) تحفۃ الالمعی شرح ترمذی، مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری
(۱۲) الحدیث الحسن فی جامع الترمذی، شعبۂ تخصص فی الحدیث، دارالعلوم دیوبند
(۱۳) حسن صحیح فی جامع الترمذی، شعبۂ تخصص فی الحدیث، دارالعلوم دیوبند
(۱۴) حسن غریب فی جامع الترمذی، شعبۂ تخصص فی الحدیث، دارالعلوم دیوبند
(۱۵) حدیث غریب فی جامع الترمذی، شعبۂ تخصص فی الحدیث، دارالعلوم دیوبند
(۱۶) شرح ترمذی (عربی)، مولانا شمس الحق افغانی صاحب
(۱۷) شرح ترمذی (عربی)، مولانا سید بادشاہ گل صاحب
(۱۸) معارف الترمذی، مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری صاحب
(۱۹) خزائن السنن شرح ترمذی، مولانا سرفراز خان صفدر صاحب
(۲۰) شرح ترمذی، مولانا موسیٰ خان روحانی بازی صاحب
(۲۱) شرح ترمذی، مولانا عبدالستار اعظمی صاحب

بقیہ کتب ستہ کی خدمات

(۱) بذل المجہود شرح ابوداؤد (عربی ۵ر جلدیں)، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ
(۲) انوار المحمود حاشیہ سنن ابی داؤد، حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ
(۳) التعلیق المحمود حاشیہ ابوداؤد، حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ
(۴) حاشیہ بذل المجہود شرح ابوداؤد، حضرت مولانا شیخ زکریا صاحبؒ
(۵) الدر المنضود شرح ابی داؤد، مولانا محمد عاقل صاحب سہارن پوری
(۶) شرح ابوداؤد، مولانا عبدالماجد صاحب
(۷) القول المحمود فی حل معضلات سنن ابی داؤد، مولانا شوکت علی قاسمی سیتامڑھی
(۸) شیوخ الامام ابوداؤد السجستانی، مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی اعظمی
(۹) حاشیہ سنن نسائی، مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب

(۳) حاشیہ سنن ابن ماجہ، حضرت مولانا انور شاہ کشمیری وحضرت مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ
(۱۰) حاشیہ ابن ماجہ، مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب
(۱۱) رفع الحاجہ ترجمہ ابن ماجہ، مولانا عبدالماجد صاحب
(۱۱) شرح ابن ماجہ (عربی) مولانا منظور نعمانی صاحب
(۱۴) مصباح الزجاجہ، مولانا اسعد قاسم سنبھلی

دیگر کتب حدیث کی خدمات

(۱) اوجز المسالک ۶/جلدیں، حضرت مولانا شیخ زکریا صاحبؒ
(۲) حاشیہ مؤطا امام مالک، مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب
(۳) کشف المغطی عن رجال المؤطا، مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب
(۴) نخب الافکار شرح شرح معانی الآثار (علامہ بدرالدین العینیؒ) تحقیق: مولانا ارشد مدنی صاحب
(۵) تقریب شرح معانی الآثار، مولانا نعمت اللہ اعظمی
(۶) ایضاح الطحاوی، مفتی شبیر احمد قاسمی
(۷) درس طحاوی، مولانا جمیل احمد سکروڈوی
(۸) الکلام الحاوی علی الطحاوی، مولانا سرفراز خان صفدرؒ
(۹) مصباح الطحاوی، مولانا اسعد اللہ صاحب سہارن پور
(۱۰) تراجم الاحبار من رجال معانی الآثار، مولانا سید محمد ایوب سہارن پوری
(۱۱) حاشیہ طحاوی، مولانا سید محمد ایوب سہارن پوری
(۱۲) التعلیق الصبیح شرح مشکوۃ المصابیح (عربی ۷/جلدیں)، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
(۱۳) مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ المصابیح، مولانا عبداللہ جاوید
(۱۴) معارف المشکوٰۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح، حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب عالی
(۱۵) شرح مشکوۃ المصابیح، مولانا موسی خان روحانی بازی
(۱۶) حاشیہ مشکوۃ، مولانا نصیر الدین کامل پوری
(۱۷) تنظیم الاشتات شرح مشکاۃ، مولانا ابوالحسن چاٹگامی
(۱۸) قلائد الازہار شرح کتاب الآثار ۳/جلدیں، مولانا مفتی مہدی حسن شاہجہاں پوریؒ
(۱۹) شرح شمائل ترمذی، مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب
(۲۰) خصائل نبوی، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ

(۲۱) جمع الفضائل شرح الشمائل، مولانا محمد اسلام قاسمی، متون احادیث کی تعلیق وتحقیق
(۱) سنن سعید بن منصور (عربی)، مولانا حبیب الرحمٰن محدث اعظمیؒ
(۲) حاشیہ آثار السنن (عربی)، حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ
(۳) تعلیق وتحقیق مصنف عبدالرزاق (عربی) ۱۱ر جلدیں، مولانا حبیب الرحمٰن محدث اعظمیؒ
(۴) تعلیق وتحقیق المطالب العالیہ (عربی) ۴ر جلدیں، مولانا حبیب الرحمٰن محدث اعظمیؒ
(۵) تعلیق وتحقیق کتاب الزہد والرقاق، مولانا حبیب الرحمٰن محدث اعظمیؒ
(۶) تعلیق وتحقیق مسند حمیدی (عربی)، مولانا حبیب الرحمٰن محدث اعظمیؒ
(۷) تعلیق وتحقیق علی صحیح ابن خزیمہ، ڈاکٹر محمد مصطفیٰ قاسمی اعظمی
(۸) تحقیق وتعلیق علی کتاب المغنی فی ضبط الاسماء لرواۃ الانباء، مولانا زین العابدین اعظمی
(۹) تحقیق وتخریج جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد، شعبۂ تخصص فی الحدیث، مظاہر علوم سہارن پور
(۱۰) رسائل (من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل، اعلام المحدثین، نخب من اسماء رجال الصحاح)، مولانا زین العابدین اعظمی

مجموعۂ احادیث وکتب متعلقہ

(۱) اعلاء السنن (۱۸ جلدیں)، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ
(۲) معارف الحدیث، حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ
(۳) الفیۃ الحدیث، حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ
(۴) جامع الآثار، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۵) تابع الآثار، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۶) منتخب احادیث، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ
(۷) مشکوٰۃ الآثار، حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندیؒ
(۸) روض الریاحین ترجمہ بستان المحدثین، حضرت مولانا عبدالسمیع دیوبندیؒ
(۹) حفظ اربعین انتخاب مسلم شریف، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۱۰) المسک الزکی، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۱۱) اطفاء الفتن ترجمہ احیاء السنن، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۱۲) الادراک والتوصل الی حقیقۃ الاشتراک والتوسل، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۱۳) منحۃ الحبیب فی شرح الفیۃ الحدیث، مولانا محمد ادریس کاندھلوی

(۱۴) مستزاد الحقیر علی زاد الفقیر ،مولانا بدر عالم میرٹھیؒ
(۱۵) الباقیات شرح انما الاعمال بالنیات،مولانا دریس کاندھلویؒ
(۱۶) تحفۃ الاخوان شرح حدیث شعب الایمان،مولانا دریس کاندھلویؒ
(۱۷) جواہر الاصول فی اصول الحدیث،مولانا عبدالرحمٰن مروانی
(۱۸) شرح جواہر الاصول،قاضی اطہر مبارکپوریؒ
(۱۹) دراسات فی الاحادیث النبویہ،ڈاکٹر مصطفیٰ قاسمی اعظمی
(۲۰) الاتحاف لمذہب الاحناف،علامہ انور شاہ کشمیریؒ
(۲۱) دررِ فرائد ترجمہ جمع الفوائد،مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ
(۲۲) مذہب مختار ترجمہ وحواشی معانی الاخیار،مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ
(۲۳) اللآلی المنثورۃ،افادات حضرت شیخ الہندؒ،مولانا عبدالحفیظ بلیاویؒ
(۲۴) عمدۃ المفہم فی حل مقدمۃ مسلم،مولانا عبدالقادر محمد طاہر صاحب رحیمیؒ
(۲۵) فضل اللہ الصمد فی توضیح الادب المفرد،حضرت مولانا فضل اللہ جیلانیؒ
(۲۶) فیض المنعم شرح مقدمۃ مسلم،حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری
(۲۷) نعمۃ المنعم شرح مقدمۃ مسلم،حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی
(۲۸) فیض الملہم شرح مقدمۃ مسلم،حضرت مولانا اسلام الحق صاحب کوپا گنجیؒ
(۲۹) نصرۃ المنعم شرح مقدمۃ مسلم،حضرت مولانا عثمان غنیؒ صاحب
(۳۰) ایضاح المسلم شرح مقدمۃ مسلم،مولانا محمد غانم صاحب دیوبندی
(۳۱) شرح مقدمہ شیخ عبدالحق،مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی اعظمی
(۳۲) معین اللبیب تعلیق علی الفیۃ الحدیث (عربی)،مولانا توقیر عالم پورنوی
(۳۳) تحفۃ الاریب شرح الفیۃ الحدیث،مولانا توقیر عالم پورنوی
(۳۴) انتخاب صحاحِ ستہ،حضرت مولانا زین العابدین سجاد میرٹھیؒ
(۳۵) ترجمان السنۃ،حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ
(۳۶) معارف السنۃ،مولانا احتشام الحسن کاندھلوی
(۳۷) حدیثِ رسول کا قرآنی معیار،حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ
(۳۸) حجیت حدیث،حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ
(۳۹) حجیت حدیث،حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
(۴۰) نصرۃ الحدیث،حضرت مولانا حبیب الرحمٰن محدث اعظمیؒ

(۴۱) حجیت حدیث، مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب
(۴۲) تدوین حدیث، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ
(۴۳) کتابتِ حدیث، حضرت مولانا سید منت اللہ رحمانیؒ
(۴۴) اسباق حدیث، حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی
(۴۵) حدیث کے اصلاحی مضامین، دس جلدیں، مولانا مفتی احمد خان پوری
(۴۶) حدیث اور فہم حدیث، مولانا مفتی عبداللہ معروفی
(۴۷) صحاح ستہ: تعارف وخصوصیات، مولانا محمد اشرف عباس قاسمی
(۴۸) علماء دیوبند وخدماتہم فی الحدیث (عربی)، ڈاکٹر عبدالرحمٰن البرنی
وغیرہ

علمائے دیوبند کی فقہی خدمات

ہندوستان کی اسلامی تاریخ سے دل چسپی رکھنے والوں کو معلوم ہوگا کہ ابتدائی صدیوں میں جب ہندوستان میں سندھ وغیرہ علاقوں میں مسلمانوں کی قابل ذکر آبادیاں شروع ہوئیں اس وقت سے ہی سے یہاں فقہ حنفی کا رواج ہوا۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی غالب اکثریت ہمیشہ سے مذہب حنفی کی پابند تھی۔ ہندوستان کی تقریباً تمام اہم مسلم حکومتوں نے مذہب حنفی کا اتباع کیا اور فقہ حنفی ہی ہندوستان میں تمام قوانین وضوابط کی بنیاد بنا رہا۔ سلاطین دہلی (۱۲۰۶-۱۵۲۶ء) اور سلطنت مغلیہ (۱۵۲۶-۱۸۵۷ء) کے عہد میں فقہ کی زبردست خدمات انجام دی گئیں۔ سلطنت دہلی کے عہد میں فقہ اسلامی تعلیمی نصاب کا اہم ترین جزء تھا، بلکہ فقہ کی تعلیم منتہائے کمال سمجھی جاتی تھی۔ اسی زمانے میں فتاوی غیاثیہ، فتاوی فیروز شاہی اور فتاوی قراخانی وغیرہ فقہی مجموعے وجود میں آئے، خاص طور پر فقہ اسلامی کا عظیم الشان انسائیکلوپیڈیا فتاوی تاتارخانیہ اسی زمانے کی یادگار اور فخر ہندوستان ہے۔ مغل عہد حکومت میں بھی فقہ حنفی ہی ہندوستانی قانون تھا لیکن نصاب میں علوم عقلیہ کو زیادہ اہمیت دی گئی۔ مغل عہد حکومت میں ہی علماء کی ایک جماعت کے تعاون سے شہنشاہ اورنگ زیب عالم گیرؒ (۱۶۵۸-۱۷۰۷ء) نے فتاوی کا ایک مجموعہ تیار کرایا جو اس وقت فتاوی ہندیہ یا فتاوی عالم گیری کے نام سے پوری دنیا میں مشہور ہے۔ اس عہد میں فقہ وفتاوی کے موضوعات پر متعدد اہم تصانیف (مثلاً فتاوی بابری، فتاوی برہنہ، نظام الاحتساب، فتاوی نقشبندیہ، فتاوی السراج المنیر وغیرہ) معرض وجود میں آئیں۔ ہندوستان کے عہد اسلامی میں فقہ اسلامی کے بے شمار محققین، علماء اور اساتذہ پیدا ہوئے۔

سلطنت مغلیہ کے زوال اور اسلامی نظام تعلیم کے بکھر جانے کے بعد جب دارالعلوم دیوبند کو ہندوستان کی علمی و دینی وراثت کو سنبھالنے اور ترقی دینے کی توفیق میسر آئی تو اس نے فقہ اسلامی کو نصاب تعلیم میں کما حقہ جگہ دی اور فقہ و اصول فقہ کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی کیوں کہ فقہ کتاب وسنت کا نچوڑ اور اسلامی نظام حیات اور تہذیب وتمدن کا سب سے بڑا سرمایہ ہے۔ علمائے دیوبند نے جس طرح دین کے تمام شعبوں کو اپنے دامن میں سمیٹا اور ہر ایک کی خدمت کا شرف حاصل کیا ہے، اسی طرح شریعت کے بنیادی شعبۂ فقہ کی بھی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔ علمائے دیوبند کی عظیم الشان خدمات کے باعث آج دارالعلوم دیوبند پوری دنیا میں فقہ حنفی کا سب سے بڑا گہوارہ تصور کیا جاتا ہے اور علمائے دیوبند اس کے سب سے بڑے ترجمان، جب کہ فقہ حنفی پر پوری دنیا میں مسلمانوں کی غالب اکثریت کا عمل ہے اور اسلامی ممالک حتی کہ سعودی عرب وغیرہ کی عدالتوں میں فقہ حنفی اساس کی حیثیت رکھتا ہے۔

علمائے دیوبند فقہ میں حنفی مسلک کے پیرو اور ترجمان ہیں۔ ان کا فقہی سرچشمہ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ کا مدون کردہ فقہ واصول فقہ ہے، لیکن ان کی تصنیفات اور تحریروں میں مسلکی تعصب اور تشدد پسندی کا نشان

تک نہیں ملتا۔ علمائے دیوبند فقہِ اسلامی کے چاروں مذاہب کو اہل سنت و جماعت کا ترجمان مانتے ہیں اور سب سے یکساں عقیدت ومحبت رکھتے ہیں۔

دارالافتاء

دارالعلوم جس وقت قائم ہوا اس زمانے میں پرانے علماء کی درس گاہیں ویران اور مسندیں خالی ہوچکی تھیں۔ علماء خال خال رہ گئے تھے اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ کوئی مسئلہ بتانے والا مشکل سے ملتا تھا۔ اسی لیے دارالعلوم کے قیام کے ساتھ ہی مسلمانوں نے دینی رہ نمائی کے سلسلہ میں دارالعلوم کی طرف نگاہ اٹھائی اور ملک کے اطراف وجوانب سے طلب فتاوی کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوگیا۔ اولاً یہ کام اساتذہ کے سپرد رہا، چناں چہ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ صدارت تدریس کے ساتھ فتوی نویسی کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ مگر جب طلب فتاوی کی تعداد غیر معمولی طور پر بڑھنے لگی تو باضابطہ شعبہ کے قیام کی طرف توجہ مبذول ہوئی اور ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء میں دارالافتاء کا باضابطہ قیام عمل میں آیا اور حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانیؒ اس اہم خدمت کے لیے منتخب ہوئے۔ حضرت ممدوح اپنے زمانے کے یگانۂ روزگار عالم اور زبردست فقیہ ہونے کے علاوہ زہد وتقوی میں بھی امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ اس وقت سے اب تک اس خدمت پر ایسے حضرات مامور ہوتے رہے جن کو فقہ میں زیادہ سے زیادہ بصیرت حاصل ہوتی تھی۔ دارالافتاء کی گراں قدر شخصیات میں حضرت مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ، حضرت مولانا مفتی اعزاز علی امروہویؒ، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب عثمانی دیوبندیؒ، مولانا مفتی سہول بھاگل پوریؒ، مفتی سید مہدی حسن شاہجہاں پوریؒ، مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ، مولانا مفتی نظام الدین اعظمیؒ، مفتی ظفیر الدین صاحب مفتاحی، مولانا مفتی حبیب الرحمٰن خیرآبادی وغیرہم شامل ہیں۔

دارالافتاء، دارالعلوم کا نہایت اہم شعبہ ہے اور اس سے ملک وبیرون ملک کے علماء وعوام مختلف مسائل میں رہ نمائی حاصل کرتے ہیں۔ آغاز ہی سے دارالافتاء کی طرف مسلمانان ہند کا بے پناہ رجوع ہوا اور رفتہ رفتہ اسے مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی۔ برصغیر کی حدود سے آگے بڑھ کر پوری دنیا کے مسلمان اپنے اہم مسائل میں دارالافتاء کی طرف رجوع کرنے لگے اور اس کی رائے کو قابل اعتبار سمجھنے لگے۔

دارالافتاء سے جو فتاوی طلب کیے جاتے ہیں ان میں روزمرہ کے معمولی مسائل کے علاوہ اہم، پیچیدہ اور غور طلب مسائل، پنچایتوں کے فیصلے، عدالتوں کی اپیلیں اور مختلف الاحکام فتاوی کثرت سے ہوتے ہیں۔ دارالافتاء کے فتاوی کو ہر جگہ وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ عدالتیں یہاں کے فتاوی کو اہمیت دیتی ہیں۔ عوام کے علاوہ علماء بھی اکثر مسائل میں اس کی جانب رجوع کرتے ہیں۔ اس اہمیت ونزاکت کے باوجود دارالافتاء کا کام عام اور خاص مسلمانوں میں ہمیشہ اطمینان اور وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند کی فقہی خدمات

کا روشن باب ہے اور دارالافتاء کے باوقار اور مستند فتاوی کی وجہ سے پورے برصغیر میں آج فتوی کو مسلمانوں کی دینی زندگی میں جو اہم اور بے نظیر مقام حاصل ہے اس کا سہرا دارالافتاء کو جاتا ہے۔

دارالعلوم کے دارالافتاء سے گذشتہ ایک سو بیس سال کے درمیان صادر ہونے والے فتاوی کی تعداد آٹھ لاکھ سے متجاوز ہے۔ اس وقت ہر سال تقریباً دس ہزار استفتاءات کے جوابات لکھے جاتے ہیں۔ دارالافتاء میں یہاں سے جاری شدہ فتاوی کی نقل سیکڑوں رجسٹروں کی شکل میں محفوظ ہے۔

اب تک صرف پہلے مفتی حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ کے فتاوی کو کتابی شکل میں مرتب کر کے فتاوی دارالعلوم کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ شروع کی بارہ جلدیں (تا کتاب اللقطہ) حضرت مفتی ظفیر الدین مفتاحیؒ کی مرتب کردہ ہیں، تیرہویں جلد سے اٹھارہویں جلد کی ترتیب کا کام حضرت مولانا مفتی محمد امین پالن پوری نے انجام دیا ہے۔ دارالافتاء سے سابق صدر مفتیان میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ اور حضرت مفتی نظام الدین اعظمیؒ کے کچھ فتاوی الگ سے بھی شائع ہوئے ہیں۔

آن لائن فتوی

دارالعلوم نے امت مسلمہ کی ضرورت اور سہولت کا لحاظ کرتے ہوئے ملک میں انٹرنیٹ کی شروعات کے ساتھ ہی آن لائن فتوی کا سلسلہ بھی شروع کیا اور بعد میں اس کے لیے اردو اور انگریزی میں فتاوی کی سہولت مہیا کرنے والی ڈاٹا بیس ویب سائٹ شروع کی جو اس وقت دنیا کی سب سے بڑی دولسانی فتوی سروس ہے۔ ویب سائٹ پر اردو اور انگریزی زبانوں میں اس وقت تقریباً تیس ہزار فتاوی آن لائن شائع ہو چکے ہیں اور ہر وقت ویب سائٹ پر موجود رہتے ہیں۔ اس سروس سے پوری دنیا کے مسلمانوں کے لیے دارالعلوم دیوبند سے شرعی امور میں رہ نمائی حاصل کرنا آسان تر ہو گیا ہے۔

مدارس اسلامیہ میں قائم دارالافتاء

دارالعلوم ہی کے طرز پر ملک و بیرون ملک کے مدارس اسلامیہ میں دارالافتاء کا سلسلہ قائم ہے جن میں بیشتر مفتیانِ کرام دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتہ اور دارالعلوم کے فقہی طرز و منہاج کے پیروکار ہیں، اس طرح ان اداروں کی خدمات بھی ایک طرح سے دارالعلوم ہی کے فیض کا تسلسل ہے۔ ان اداروں میں مظاہر علوم سہارن پور، مدرسہ قاسمیہ شاہی مراد آباد، المعہد العالی للتدریب فی القضا والافتاء پٹنہ، المعہد العالی الاسلامی حیدرآباد وغیرہ نمایاں ہیں۔

امارت شرعیہ

ماضی میں مسلمانوں کے اجتماعی نظام کی نگرانی مسلم حکومتیں کیا کرتی تھیں اور تمام اجتماعی احکام وقوانین کا اجراء ونفاذ اسلامی حکومتوں کے ذریعہ ہوا کرتا تھا۔لیکن ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کے زوال کے ساتھ مسلمانوں کے اقتدار کا خاتمہ ہوگیا۔اسی پس منظر میں مسلمانوں کی شیرازہ بندی اوران کی دینی واجتماعی زندگی کو صحیح اسلامی خطوط پر منظّم کرنے کے لیے آزادیٔ ہند سے قبل کل ہند سطح پر امارت شرعیہ کے قیام کی تجویز ہوئی جس کے اصل محرک حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی وغیرہ تھے،لیکن کل ہند سطح پر امارت شرعیہ کا خواب ابتداء شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا۔تاہم حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب نے ۱۹۲۱ء میں امارت شرعیہ بہار واڑیسہ قائم کی۔

اس وقت سے یہ تنظیم مسلمانوں کو شرعی طور پر منظّم کرنے اوران کو نظام شرعی پر قائم رکھنے میں مسلسل اور کامیاب کوشش کررہی ہے۔امارت شرعیہ کی نگرانی میں خصوصاً بہار، اڑیسہ، جھارکھنڈ میں اور ملک کے دیگر حصوں میں دارالقضاء قائم ہیں۔امارت شرعیہ کے پلیٹ فارم سے حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد، حضرت مولانا منت اللہ رحمانی، حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب، مولانا عبدالصمد رحمانی، مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمی اور مولانا سید نظام الدین وغیرہ حضرات نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔

۱۹۸۶ء میں جمعیۃ علمائے ہند کی طرف سے کل ہند سطح پر امارت شرعیہ کے قیام کے لیے ایک اجتماع طلب کیا گیا جس میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن محدث اعظمیؒ کو امیر الہند مقرر کیا گیا۔حضرت محدث اعظمی کے انتقال کے بعد ۱۹۹۲ء میں حضرت مولانا اسعد مدنیؒ کو امیر الہند ثانی منتخب کیا گیا اور پھر ۲۰۰۶ء میں حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب بجنوریؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کو امیر الہند ثالث منتخب کیا گیا۔جمعیۃ علماء ہند دہلی میں امارت شرعیہ کے تحت محکمۂ شرعیہ، دارالافتاء، بیت المال، رویت ہلال وغیرہ کا نظام قائم ہے۔

ادارۃ المباحث الفقہیہ اور اسلامک فقہ اکیڈمی

اسی طرح ہندوستان میں فقہ اور فتوی کے میدان میں عوام الناس کی ضروریات کی تکمیل اور بدلتے زمانہ کے مطابق نئے اور پرانے مسائل میں غور وخوض اور اجتماعی فیصلہ لینے کے لیے مختلف ادارے وجود میں آئے جن کی تشکیل وتعمیر اور ترقی میں ابنائے دارالعلوم ہی نے بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ان اداروں میں ادارۃ المباحث الفقہیہ اور اسلامک فقہ اکیڈمی نہایت اہم اور قابل ذکر ہیں۔

جدید معاملات ومسائل میں علماء وارباب افتاء کے باہمی مشورہ واتفاق رائے سے شریعت کا واضح موقف متعین کرنے کے لیے جمعیۃ علمائے ہند کی طرف سے حضرت مولانا مفتی محمد میاں دیوبندیؒ کی سرکردگی میں ۱۹۷۰ء

میں ادارۃ المباحث الفقہیہ کا قیام عمل میں آیا۔اس ادارہ کے تحت نئے مسائل کے سلسلہ میں اجتماعی غور وخوض کے لیے فقہی اجتماعات منعقد کیے جاتے ہیں جس میں ملک کے مختلف گوشے میں فقہ وفتاوی کی خدمات انجام دینے والے علمائے دیوبند شریک ہوتے ہیں۔ادارہ کی اہم خدمات میں اس کے تحت نظام قضا کا قیام ہے جو کسی نہ کسی شکل میں اب بھی قائم ہے۔

صنعتی اور معاشرتی انقلابات کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے مسائل ومشکلات کے اجتماعی حل کی طرف دوسری اہم اور قابل قدر کوشش اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کی شکل میں ظاہر ہوئی۔حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمی نے ۱۹۸۹ء میں دہلی میں اس ادارہ کی بنیاد رکھی۔اس وقت یہ اکیڈمی فقہ اسلامی کے موضوع پر نہایت اہم اور گراں قدر خدمات انجام دے رہی ہے۔نئے مسائل کے حل میں اکیڈمی کی کوششوں کو نہ صرف ہندوستان بلکہ عالم اسلام میں بڑی مقبولیت اور شہرت حاصل ہوئی۔

اسلامک فقہ اکیڈمی تین میدانوں میں اہم خدمات انجام دے رہی ہے: (۱) فقہی سیمیناروں کا انعقاد (۲) فقہی لٹریچر کی اشاعت (۳) تربیتی ورکشاپ کا قیام۔اکیڈمی کے سیمیناروں میں بے شمار جدید مسائل پر غور وخوض اور بحث ومباحثہ کے بعد اجتماعی فیصلے لیے گئے اور ان میں ہندوستان کے علاوہ پاکستان، بنگلہ دیش، ایران، سعودی عرب، عراق، مصر، کویت، یمن، برونائی اور برطانیہ کے مفکرین اور علماء کی بھی شرکت ہوتی رہی ہے۔ اکیڈمی نے فقہی لٹریچر کی طباعت واشاعت کے میدان میں بھی اہم خدمات انجام دی ہیں اور اردو، عربی، انگلش، ہندی وغیرہ زبانوں میں فقہی مواد شائع کیا ہے۔اس سلسلہ میں اکیڈمی کی ایک اہم خدمت موسوعہ فقہیہ کا اردو ترجمہ ہے جسے وزارت اوقاف کویت نے عالم اسلام کے ممتاز فقہاء کے ذریعہ ۱۹۶۷ء میں ۴۵ جلدوں میں تیار کرایا تھا۔

مجموعۂ فتاوی

علمائے دیوبند کی ایک بڑی تعداد نے فقہ اسلامی کو اپنی علمی وتحقیقی سرگرمیوں کا مرکز بنایا اور انھوں نے مسلمانوں کی شرعی رہ نمائی کا فریضہ انجام دیا۔فقہ وفتوی سے متعلق عظیم خدمات انجام دینے والوں کی ایک بڑی تعداد ہے، البتہ ان میں سے کچھ حضرات کے منتخب فتاوی متعدد جلدوں میں شائع ہو کر عام ہو چکے ہیں۔ان فتاوی میں بہت سے مسائل پر اہم اور تفصیلی فتاوی بھی ہیں جو مستقل کتاب کا درجہ رکھتے ہیں۔بہر حال علمائے دیوبند کے کچھ اہم مجموعہائے فتاوی حسب ذیل ہیں:

(۱) فتاوی دارالعلوم دیوبند، ۱۸ جلدیں، حضرت مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ

(۲) فتاوی رشیدیہ مع باقیات فتاوی، دو جلدیں، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

(۳) امدادالفتاوی، چھ جلدیں، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

(۴) عزیز الفتاوی، آٹھ اجزاء، حضرت مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ

(۵) امداد المفتیین، آٹھ اجزاء، حضرت مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ
(۶) کفایۃ المفتی، نو جلدیں، حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ
(۷) فتاوی خلیلیہ، ایک جلد، حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ
(۸) فتاوی شیخ الاسلام، ایک جلد، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
(۹) فتاوی محمودیہ، ۲۵ جلدیں، حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ
(۱۰) احسن الفتاوی، آٹھ جلدیں، حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ
(۱۱) خیر الفتاوی، پانچ جلدیں، حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ
(۱۲) فتاوی رحیمیہ، چھ جلدیں، حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ
(۱۳) فتاویٰ حقانیہ، چھ جلدیں، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک وغیرہ
(۱۴) فتاوی مفتی محمود، چھ جلدیں، حضرت مولانا مفتی محمود سرحدیؒ
(۱۵) ثمینۃ الفتاویٰ، چار جلدیں، مولانا محمد یعقوب صاحب شرودیؒ
(۱۶) آپ کے مسائل اور ان کا حل، نو جلدیں، حضرت مولانا مفتی یوسف لدھیانویؒ
(۱۷) منتخبات نظام الفتاوی، تین جلدیں، حضرت مفتی نظام الدین اعظمیؒ
(۱۸) کتاب الفتاوی، چھ جلدیں، حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
(۱۹) فتاوی امارت شرعیہ، دو جلدیں، حضرت مولانا ابوالمحاسن سجادؒ وغیرہ
(۲۰) فتاوی قاضی، ایک جلد، قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ
(۲۱) فتاوی احیاء العلوم، ایک جلد، حضرت مولانا مفتی محمد یاسین مبارک پوری
(۲۲) فتاوی عثمانی، تین جلدیں، حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی
(۲۳) فتاوی قاسمیہ، ۲۶ جلدیں، مولانا مفتی شبیر احمد قاسمی
(۲۴) کتاب المسائل، تین جلدیں، مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری
(۲۵) کتاب النوازل، ۱۹ جلدیں، مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری
(۲۶) محمود الفتاوی، چار جلدیں، مولانا مفتی احمد خان پوری ڈابھیل
(۲۷) فتاوی بسم اللہ، دو جلدیں، مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ سورتی
(۲۸) فتاوی حبیبیہ، دو جلدیں، مفتی حبیب الرحمٰن خیر آبادی
(۲۹) فتاوی یوسفیہ، تین جلدیں، مولانا مفتی محمد یوسف تاؤلوی
(۳۰) حبیب الفتاوی، ایک جلد، مولانا مفتی حبیب اللہ چمپارنی

(۳۱) دین فطرت: آپ کے مسائل اوران کا حل، ایک جلد، مفتی عزیز الرحمٰن فتح پوری
(۳۲) جامع الفتاوی، چار جلدیں، مولانا مہربان علی بڑوتوی
(۳۳) فتاوی علمائے ہند، مولانا انیس الرحمٰن قاسمی

فقہ القرآن وفقہ الحدیث

قرآن مجید کا ایک حصہ فقہی احکام پر مشتمل ہے اور ان میں عبادات، معاشرت، تعزیرات، خصومات، اقتصادیات، دستوری قوانین اور بین الاقوامی قوانین وغیرہ سے متعلق اصول واحکام مذکور ہیں۔ اسی وجہ سے اہل علم نے احکام قرآنی کو اپنی تحریر اور فکر ونظر کا موضوع بنایا ہے۔ اس موضوع پر دیوبند کے حلقہ سے نہایت مہتم بالشان کام حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی زیر سرپرستی انجام پایا ہے۔ حضرت تھانویؒ کے حکم سے چار بلند پایہ علماء مولانا ظفر احمد تھانویؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، مولانا جمیل احمد تھانویؒ نے قرآن میں فقہ حنفی کے موافقات کو جمع کرنے کا اہتمام کیا، چناں چہ احکام القرآن کے نام سے پانچ ضخیم جلدوں میں یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچا جو بلاشبہ قرآن میں موجود فقہی احکام کا ایک موسوعہ اور انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اسی طرح علمائے دیوبند کے ذریعہ لکھی جانے والی قرآن کریم کی تفاسیر میں احکام قرآنی کا ایک بڑا ذخیرہ پوری فقہی تفصیلات ودلائل کے ساتھ موجود ہے۔

احکام فقہیہ سے متعلق احادیث کا سب سے بڑا مجموعہ اعلاء السنن ہے جو حضرت تھانویؒ ہی کی سرپرستی میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانوی کے ذریعہ انجام پایا۔ علامہ زاہد الکوثری، شیخ عبد الفتاح ابوغدہ اور عالم اسلام کے دیگر اہل تحقیق اور اصحاب نظر علماء نے اس کارنامہ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا ہے۔ احادیثِ احکام پر ابتدائی ادوار سے لے کر اب تک جو کام ہوا ہے اور اس موضوع پر جو قیمتی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں اعلاء السنن ایک اہم ترین کارنامہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

علمائے دیوبند نے شروح حدیث کی جو بے نظیر اور نہایت وقیع خدمات انجام دی ہیں ان میں حدیث کے ساتھ احکام فقہیہ کی تحقیق اور مسائل اختلافیہ کی اعتدال کے ساتھ مناقشہ کے نقطۂ نظر سے نہایت عظیم الشان کام انجام دیے ہیں۔ علمائے دیوبند کی فقہی بصیرت اور علمی بلندی کا اندازہ لگانے کے لیے خصوصاً ان شروح احادیث کو دیکھا جاسکتا ہے: لامع الدراری، فیض الباری، فتح الملہم وتکملہ فتح الملہم، الکوکب الدری، العرف الشذی، معارف السنن، بذل المجہود، الفیض السماوی، قلائد الازہار، اوجز المسالک، التعلیق الصبیح، امانی الاحبار وغیرہ۔ اس کے علاوہ اردو زبان میں بھی فقہ الحدیث کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ شروح حدیث کا تفصیلی ذکر 'علمائے دیوبند اور خدمت حدیث' کے عنوان کے تحت گزر چکا ہے۔

علمائے دیوبند نے معتد فقہی احکام ومسائل سے متعلق قرآن وحدیث کے دلائل کو یکجا جمع کیا ہے اور اس سلسلہ میں فقہ حنفی پر وارد ہونے والے سوالات واعتراضات کا علمی جائزہ لیا ہے۔ اس سلسلہ میں اہم کوشش جمعیۃ

علماہند کی طرف سے ہوئی اور ۲۰۰۱ء میں تحفظ سنت کانفرنس کے موقع پر دو درجن سے زائد ایسے مقالات کا مجموعہ تین جلدوں میں شائع کیا جس میں غیر مقلدین کے ذریعہ اٹھائے جانے والے سوالات کا مدلل جواب لکھا گیا ہے۔ان مقالات میں تقلید، اجماع وقیاس، عقائد، عبادات وغیرہ سے متعلق اہم احکام ومباحث کو قرآن وحدیث کے دلائل سے مزین کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ علمائے دیوبند نے ایسی متعدد کتابیں لکھی ہیں جن میں فقہی احکام کو قرآن وحدیث سے مدلل کیا گیا ہے، جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

(۱) بغیۃ الالمعی فی تخریج الزیلعی، مولانا مفتی شفیع دیوبندیؒ
(۲) فتاویٰ محمدی مع شرح دیوبندی، حضرت مولانا میاں سید اصغر حسین دیوبندیؒ
(۳) الحجۃ علی اہل المدینۃ (امام محمدؒ)، تعلیق مولانا مفتی مہدی حسنؒ
(۴) شرح کتاب الآثار، (امام محمدؒ)، تعلیق مولانا مفتی مہدی حسنؒ
(۵) تحقیق فتح الرحمٰن فی اثبات مذہب النعمان (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ)، حضرت مفتی نظام الدین اعظمیؒ
(۶) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ نماز، مولانا مفتی جمیل احمد نذیری
(۷) نمازِ احناف، مفتی حبیب الرحمٰن مئو آئمہ

تدوین فقہ، اصول فقہ، اسرار شریعت وغیرہ پر تصنیفات

(۱) الحیلۃ الناجزہ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۲) المصالح العقلیہ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۳) اشرف الجواب، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۴) فقہ حنفی کے اصول وضوابط، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۵) اجتہاد وتقلید کا آخری فیصلہ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۶) مقدمۂ تدوین فقہ، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ
(۷) اصول فقہ، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ
(۸) مقدمۂ نور الایضاح، حضرت مولانا اعزاز علی امروہویؒ
(۹) مقدمہ اسلامی عدالت، حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ
(۱۰) تدوین فقہ (مقدمہ فتاوی دارالعلوم)، مفتی ظفیر الدین مفتاحیؒ
(۱۱) مقدمۂ تاتارخانیہ، مولانا قاضی سجاد حسین صاحبؒ

(۱۲) آپ فتوی کیسے دیں؟ مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری

(۱۳) فقہ اسلامی: تدوین وتعارف، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

(۱۴) آسان اصول فقہ، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

(۱۵) الموجز فی اصول الفقہ (عربی)، مولانا عبید اللہ اسعدی

(۱۶) القواعد الفقہیہ المحمودۃ، مولانا ابوالکلام شفیق

(۱۷) اجماع اور قیاس کی حجیت، مولانا جمیل احمد سکروڈوی

(۱۸) اودھ میں افتاء کے مراکز اوران کی خدمات، مولانا اشتیاق احمد اعظمی

(۱۹) قاموس الفقہ، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

(۲۰) اسلامی عدالت، حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ

(۲۱) مجموعہ قوانین اسلامی، حضرت مولانا منت اللہ رحمانی، مفتی ظفیر الدین مفتاحی وغیرہم

(۲۲) فتاوی تاتارخانیہ (پانچ جلدیں)، تحقیق مولانا قاضی سجاد حسین دہلویؒ

(۲۳) فتاوی تاتارخانیہ (۲۳ رجلدیں)، تحقیق وتعلیق مولانا مفتی شبیر احمد صاحب

(۲۴) صنوان القضاء، تحقیق حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ

(۲۵) مختارات النوازل، تحقیق مولانا خالد سیف اللہ رحمانی وغیرہ

(۲۶) اسلام کا نظام اراضی مع فتوح الہند، حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ

(۲۷) اسلامی معاشیات، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ

(۲۸) اسلام کا اقتصادی نظام، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

(۲۹) اسلام کا زرعی نظام، حضرت مولانا تقی امینی صاحب

(۳۰) ہمارا معاشی نظام، حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی

(۳۱) فقہ البیوع، حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی

(۳۲) فقہ الأسرۃ: أوضاع وأحکام، مولانا اشرف عباس قاسمی

کتب فقہیہ اور فقہی مسائل پر تصنیفات

فقہی جزئیات پر علمائے دیوبند کے رسائل اور کتب کی تعداد بے شمار ہے۔ اذان ونماز، روزہ وتراویح، حج و عمرہ، ذبح وقربانی وغیرہ موضوعات پر سیکڑوں چھوٹے بڑے رسائل لکھے گئے ہیں۔ ذیل میں کچھ کتب ورسائل کے نام درج کیے جاتے ہیں:

(۱) تالیفات رشیدیہ (مجموعۂ رسائل)، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

(۲) احسن القریٰ فی توضیح اوثق العریٰ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ
(۳) بہشتی زیور، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
(۴) تعلیم الاسلام، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ
(۵) مفید الوارثین، حضرت مولانا میاں سید اصغر حسین
(۶) میراث المسلمین، حضرت مولانا میاں سید اصغر حسین
(۷) احکام حج، حضرت مولانا مفتی شفیع دیوبندیؒ
(۸) مسائل سجدۂ سہو، مفتی حبیب الرحمٰن خیرآبادی
(۹) مسائل امامت، مفتی حبیب الرحمٰن خیرآبادی
(۱۰) ایضاح المسالک، مفتی شبیر احمد قاسمی
(۱۱) ایضاح المناسک، مفتی شبیر احمد قاسمی
(۱۲) احکام لحوم الخیل، مولانا بدرالحسن قاسمی
(۱۳) نکاح وطلاق ومیراث، مفتی فضیل الرحمٰن عثمانی
(۱۴) اسلام میں جدید معیشت وتجارت، حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی
(۱۵) مجموعہ مکمل ومدلل مسائل، مولانا محمد رفعت قاسمی

جدید مسائل پر تصنیفات

علمائے دیوبند نے جس طرح قدیم فقہی سرمایہ کو کھنگال کر اردو زبان میں ایک عظیم الشان ذخیرہ جمع کردیا، اسی طرح انھوں نے جدید سائنسی وعقلی دور میں روزمرہ پیدا ہونے والے نت نئے مسائل کو بھی غور وتحقیق کا موضوع بنایا اور فقہ حنفی کے اصول ومنہج کے روشنی میں ان کا حل پیش کیا۔ مفتیان کرام کے مطبوعہ وغیر مطبوعہ فتاوی میں ایسے مسائل کی ایک معتد بہ مقدار موجود ہے اور جدید مسائل پر علیحدہ کتابیں بھی شائع ہوئی ہیں۔ فقہی کانفرنسوں اور اجتماعات کے ذریعہ جدید مسائل پر تحقیق کا یہ سلسلہ تا ہنوز جاری وساری ہے۔ اس سلسلہ میں چھوٹی بڑی درجنوں کتابیں منظر عام پر آئیں۔ ذیل میں کچھ اہم کتابوں کے نام پیش ہیں:

(۱) آلاتِ جدیدہ کے شرعی احکام، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ
(۲) جواہر الفقہ، حضرت مولانا مفتی شفیع دیوبندیؒ
(۳) فقہی مقالات، حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی
(۴) عصر حاضر کے جدید مسائل، مولانا بدرالحسن قاسمی
(۵) معاشرتی مسائل، مولانا برہان الدین سنبھلی

(۶) جدید فقہی مسائل، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

(۷) حلال وحرام، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

(۸) ایضاح المسائل، مفتی شبیر احمد قاسمی

(۹) ایضاح النوادر، مفتی شبیر احمد قاسمی

(۱۰) رویت ہلال، حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب

(۱۱) مسئلۂ سود، حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب

(۱۲) بینک انشورنس اور سرکاری قرضے، مولانا برہان الدین سنبھلی

(۱۳) رویت ہلال کا مسئلہ، مولانا برہان الدین سنبھلی

(۱۴) اسلامی عدالت، قاضی مجاہد الاسلام قاسمی

(۱۵) شیئرز اور کمپنی، قاضی مجاہد الاسلام قاسمی

(۱۶) ضرورت وحاجت، قاضی مجاہد الاسلام قاسمی

(۱۷) جدید تجارتی شکلیں، قاضی مجاہد الاسلام قاسمی

(۱۸) اوقاف، قاضی مجاہد الاسلام قاسمی

(۱۹) مجلّہ فقہ اسلامی، قاضی مجاہد الاسلام قاسمی

(۲۰) چند اہم عصری مسائل، مفتی زین الاسلام قاسمی الہ آبادی

شروح کتب فقہ

فقہ واصول فقہ کی نصابی اور متداول کتابوں کی تحقیق وتعلیق اور شرح نگاری میں بھی علمائے دیوبند نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ کتب فقہیہ میں ہدایہ، شرح وقایہ، شرح نقایہ، کنز الدقائق، قدوری، نور الایضاح، سراجی وغیرہ کے اردو وعربی زبانوں میں متعدد شروح وحواشی لکھے ہیں۔ اسی طرح اصول فقہ کی کتابوں میں حسامی، اصول الشاشی، نور الانوار وغیرہ کی شرحیں یا حواشی بھی لکھے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں، کچھ کتب فقہیہ کے اردو میں تراجم بھی کیے گئے ہیں جیسے فتاوی عالم گیری کا اردو ترجمہ، نور الایضاح اور قدوری وغیرہ کے اردو ترجمے۔

مشاہیر مفتیان وفقہائے کرام

علمائے دیوبند میں فقہ وفتاوی کے حوالے سے خدمات انجام دینے والوں کی فہرست کافی طویل ہے، لیکن ان میں کچھ تعداد ایسے حضرات کی ہے جنھوں نے اپنی پوری زندگی فقہ وفتاوی کی خدمت میں گزاری ہے۔ ایسی ہی کچھ شخصیات کے اسماء ذکر کرنے کا اکتفاء کیا جارہا ہے:

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، حضرت مولانا مفتی اعزاز علی امروہویؒ، حضرت مفتی ریاض الدین صاحبؒ بجنوری، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، حضرت مولانا محمد سہول صاحب بھاگل پوریؒ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ گنگوہیؒ، حضرت مفتی محمد فاروق صاحب انبیٹھویؒ، حضرت مفتی سید مہدی حسن شاہجہاں پوریؒ، حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ، حضرت مولانا مفتی محمد میاں دیوبندیؒ، مفتی قاضی مسعود احمد دیوبندی، مفتی جمیل احمد سیوہارویؒ، حضرت مولانا مفتی نظام الدین اعظمی، حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی، حضرت مولانا مفتی محمد یوسف لدھیانویؒ، قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ، مفتی ظفیر الدین صاحب مفتاحیؒ، مفتی حبیب الرحمٰن خیرآبادی، مفتی احمد علی سعید نگینوی، مفتی کفیل الرحمٰن نشاط، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مولانا مفتی احمد خان پوری، مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا عتیق احمد بستوی، مولانا عبید اللہ اسعدی، مفتی محمود حسن بلند شہری، مفتی زین الاسلام قاسمی، مفتی شبیر احمد قاسمی، مولانا مفتی سلمان منصور پوری وغیرہم

علمائے دیوبند کی انھیں عظیم الشان خدمات کی وجہ سے دارالعلوم دیوبند کو دنیا بھر میں فقہ حنفی کا سب سے بڑا مرکز سمجھا جاتا ہے۔

علمائے دیوبند اور خدمات عربی زبان وادب

ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد سے ہی عربی زبان اس ملک میں داخل ہوچکی تھی۔ ہندوستانی علماء نے ہر عہد اور ہر زمانے میں عربی زبان کو علمی وفکری زبان کے طور پر استعمال کیا اور اس زبان میں بھی گراں قدر خدمات انجام دیں۔علمائے متقدمین میں علامہ حسن بن محمد الصغانی مصنف مشارق الانوار والعباب الزاخر، علامہ طاہر پٹنی مصنف مجمع بحار الانوار، فیضی مصنف سواطع الالہام، علامہ مرتضی الزبیدی مصنف تاج العروس من جواہر القاموس، شیخ عبد الحق محدث الدہلوی، شیخ محمد اعلی التھانوی مصنف کشاف اصطلاحات الفنون، شاہ ولی اللہ محدث الدہلوی وغیرہم متعدد ایسے نام ہیں جن کی علمی کاوشیں پوری دنیا میں مشہور ہیں۔ متاخرین علماء میں شیخ عبدالحیی فرنگی محلی، نواب صدیق حسن خان بھوپالی، مولانا حکیم عبدالحیی حسنی، مولانا غلام علی آزاد بلگرامی، مولانا فیض الحسن سہارن پوری، شیخ حمید الدین فراہی، مولانا مسعود عالم ندوی، مولانا ابوالحسن علی ندوی وغیرہ شخصیات نے دینی وادبی میدانوں میں عربی زبان کے توسط سے عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں۔

علمائے دیوبند کی عربی دانی

دارالعلوم دیوبند کے رکن تاسیسی حضرت مولانا ذوالفقار علی دیوبندیؒ، عربی زبان کے مسلّم ادیب، شاعر اور مصنف تھے۔ عربی میں الہدیۃ السنیۃ کے نام سے انھوں نے دارالعلوم، وہاں کے علماء اور دیوبند کے حالات رقم کیے ہیں۔ علاوہ ازیں، عربی شاعری کے علاوہ انھوں نے متعدد کتابوں کے عربی حواشی بھی تحریر فرمائے۔ اولین فضلائے دارالعلوم میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی عربی تصنیفات ان کے نبوغ علمی اور براعت وکمال پر بجا طور پر دلالت کرتی ہیں۔

حضرت مولانا اعزاز علی امروہویؒ دارالعلوم میں عربی زبان وادب کے حوالے سے ایک مشہور نام ہے۔ آپ کی کتاب نفحۃ العرب علمی حلقوں میں متداول اور معروف ہے۔ اسی طرح دارالعلوم دیوبند میں گذشتہ چار دہائیوں سے عربی زبان وادب کے تئیں جو دلچسپی اور ترقی پائی جاتی ہے اس کا سہرا حضرت مولانا وحید الزماں کیرانویؒ کو جاتا ہے جنھوں نے ایک طرف عربی زبان کے ماہرین کی ایک جماعت پیدا کی اور دوسری طرف لغت وادب کی بیش قیمت کتابیں تصنیف کیں جو آج بھی عربی زبان وادب کے طالب علم کے لیے دلیل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

اسی طرح حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن محدث اعظمیؒ، حضرت مولانا زین العابدین میرٹھی، حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن

کاندھلویؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ نے جہاں علم حدیث اور دیگر میدانوں میں انمٹ نقوش ثبت کیے ہیں وہیں عربی زبان وادب کے حوالے سے بھی نمایاں مقام رکھتے ہیں۔

علمائے دیوبند کی عربی شاعری

علمائے دیوبند نے عربی شاعری میں بھی یادگار نقوش چھوڑے ہیں جو مختلف کتابوں اور مجلّات وغیرہ میں بکھرے ہوئے ہیں۔ اگر ان نظموں اور قصائد کو جمع کیا جائے تو ایک معتد بہ دفتر تیار ہوسکتا ہے۔ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کی عربی شاعری خصوصاً لامیۃ المعجزات ہندوستان کی عربی شاعری کا ایک مایۂ ناز سرمایہ ہے۔ مختلف رسائل وغیرہ میں جن علمائے دیوبند کی شعری تخلیقات ملتی ہیں ان میں سے کچھ حضرات کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا ذوالفقار علی دیوبندیؒ، حضرت مولانا رحیم اللہ بجنوریؒ، حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا اعزاز علی امروہویؒ، حضرت مولانا یوسف بنوریؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ، حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، مولانا حبیب الرحمٰن محدث اعظمیؒ، مولانا محمد یوسف کامل پوری، مولانا عبدالحق مدنی، مولانا عزیز الحق چاٹگامی، مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی، مولانا محمد ابراہیم مسقطی، مولانا عزیز الحق بنگلہ دیشی، مولانا عبدالرحمٰن سیوہاروی، مولانا میرک شاہ اندرابی، مولانا محمد یامین سہارن پوری، مولانا حمید الدین فیض آبادی وغیرہم

دارالعلوم دیوبند اور عربی صحافت

دارالعلوم میں عربی صحافت کی بھی شاندار تاریخ رہی ہے۔ ۱۳۸۴ھ/ ۱۹۶۵ء میں سہ ماہی عربی مجلّہ 'دعوۃ الحق' جاری ہوا، جو حضرت مولانا وحید الزماں کیرانوی کی ادارت میں نکلتا تھا۔ یہ مجلّہ دس سال تک مسلسل شائع ہوا۔ ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۵ء میں اس کی اشاعت موقوف کردی گئی۔

مولانا وحید الزماں کیرانوی ہی کی ادارت میں ایک دوسرا عربی رسالہ 'الکفاح' جمعیۃ علمائے ہند کے ترجمان کے طور پر بھی نکلتا تھا۔

دارالعلوم دیوبند نے ۱۳۹۶ھ مطابق ۱۹۷۶ء میں 'الداعی' کے نام سے پندرہ روزہ عربی رسالہ جاری کیا۔ الداعی کی ادارت کچھ دنوں تک مولانا وحید الزماں کیرانوی سے متعلق رہی، پھر مولانا بدر الحسن قاسمی اس کے ایڈیٹر مقرر ہوئے۔ ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۲ء سے یہ مجلّہ مولانا نور عالم خلیل امینی کی زیر ادارت شائع ہو رہا ہے۔ مجلّہ الداعی ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء سے ماہانہ شائع ہونے لگا۔

مجلّہ الداعی عربی کا ایک معیاری رسالہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ ظاہری ومعنوی خوبیوں کے لحاظ سے ہندوستان کے عربی مجلّات ورسائل میں اس کو ممتاز مقام حاصل ہے۔ مضامین کا حسن انتخاب، زبان وبیان کی شستگی وشائستگی کے ساتھ ساتھ مجلّہ الداعی کے ظاہری حسن اور دیدہ زیبی پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ حالات حاضرہ بالخصوص عالم اسلام اور عالم عرب کے مسائل ومشکلات اور سیاسی وثقافتی حالات پر مجلّہ الداعی کی خصوصی تحریریں اور بصیرت افروز ادارے بڑی توجہ سے پڑھے جاتے ہیں اور پسندیدگی کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ دارالعلوم کے مسلک حقہ کی نمائندگی اور اکابر کے علوم وافادات کی اشاعت کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ ہر پہلو سے رسالہ کا معیار بلند ہے اور الحمدللہ عرب ممالک میں بھی دارالعلوم کا یہ ترجمان نہایت وقعت اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

شیخ الہند اکیڈمی کی طرف سے اس کے اولین ڈائریکٹر حضرت مولانا سعید احمد اکبرآبادی کی ادارت میں ۱۴۰۴ھ میں ایک تحقیقی سہ ماہی مجلّہ 'الدراسات الاسلامیۃ' نکلنا شروع ہوا جس کے صرف دو ہی شمارے نکل سکے۔ حال (۱۴۴۱ھ) ہی میں مولانا محمد ساجد قاسمی ہردوئی کی ادارت میں 'النہضۃ الأدبیۃ' کے نام سے ایک سہ ماہی جریدہ شائع ہونا شروع ہوا ہے۔

دارالعلوم دیوبند اور اس کے طرز پر قائم ہونے والے مدارس نے بھی ہندوستان میں عربی زبان کی خدمت میں نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ برصغیر اور دنیا کے دیگر حصوں میں دارالعلوم کے طرز پر جو مدارس قائم ہیں سب کی مرکزی زبان عربی ہے۔ قرآن وحدیث، فقہ وعلوم اسلامیہ کے جو مضامین ان مدارس میں پڑھے اور پڑھائے جاتے ہیں عربی زبان پر قدرت کے بغیر ان کا سمجھنا سمجھانا ممکن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان مدارس کا فاضل علوم دینیہ کی تعلیم کی سند پا کر فارغ التحصیل ہونے کے ساتھ تک عربی زبان پر بھی ایک حد تک قدرت رکھتا ہے، جب کہ ان میں سے ایک بڑی تعداد کو عربی زبان پر اچھی خاصی دسترس ہوتی ہے۔

علمائے دیوبند نے ہندی نژاد ہونے کے باوجود بڑے بڑے اہم تصنیفی وتالیفی کام عربی زبان میں انجام دئے ہیں۔ دارالعلوم کی تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ قیام دارالعلوم سے اب تک کوئی بھی عرصہ ایسا نہیں گزرا ہے جس میں ابنائے دارالعلوم کی عربی خدمات کا سلسلہ جاری نہ رہا ہو، کسی نہ کسی حیثیت ونوع کی عربی خدمت کی مثال ہر دور میں پیش کی جاسکتی ہے۔ علمائے دیوبند کی عربی زبان میں ہر موضوع پر تالیفات موجود ہیں؛ خواہ تفسیر ہو یا حدیث، منطق ہو یا فلسفہ، تاریخ ہو یا ادب، غرض ہر موضوع پر علمائے دیوبند کا معیاری کام موجود ہے۔ ذیل میں ایسی کتابوں کی ایک فہرست پیش کی جارہی ہے۔

علم قرآن وتفسیر

(۱) مشکلات القرآن، حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ

(۲) سبق الغایات فی نسق الآیات، حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ

(۳) احکام القرآن، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
(۴) الہام الرحمٰن، حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ
(۵) تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن، حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ
(۶) بیان الفرقان علی علم البیان، حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ
(۷) یتیمۃ البیان، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ
(۸) نوالین شرح جلالین، حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ
(۹) مرآۃ التفسیر، حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ
(۱۰) قاموس القرآن، مولانا قاضی زین العابدین سجاد میرٹھیؒ
(۱۱) العون الکبیر شرح الفوز الکبیر، حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری
(۱۲) تفسیرات شیخ الاسلام ابن تیمیہ، مولانا اقبال احمد اعظمی

علم حدیث

(۱) لامع الدراری علی جامع البخاری، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
(۲) الکوکب الدری علی جامع الترمذی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
(۳) الورد الشذی علی جامع الترمذی، حضرت مولانا شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ
(۴) العرف الشذی علی جامع الترمذی، حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیریؒ
(۵) بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد، حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ
(۶) فیض الباری علی البخاری، حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ
(۷) العرف الشذی بشرح جامع الترمذی، حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ
(۸) فتح الملہم شرح صحیح مسلم، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ
(۹) تکملۃ فتح الملہم از حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی
(۱۰) معارف السنن شرح الترمذی، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ
(۱۱) الطیب الشذی، حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ
(۱۲) کشف المغطی عن رجال المؤطا، حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ
(۱۳) تحفۃ القاری بحل مشکلات البخاری، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
(۱۴) الابواب والتراجم للبخاری، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ

(۱۵) اوجز المسالک الی مؤطا الامام مالک، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ
(۱۶) امانی الاحبار شرح معانی الآثار، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ
(۱۷) التعلیق الصبیح شرح مشکوۃ المصابیح، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
(۱۸) شرح شمائل الترمذی، حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ
(۱۹) اعلاء السنن، مولانا ظفر احمد عثمانیؒ
(۲۰) شرح کتاب الآثار للامام محمدؒ، حضرت مولانا مفتی مہدی حسن شاہ جہان پوریؒ
(۲۱) تحقیق وتعلیق مصنف عبدالرزاق، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن محدثؒ اعظمی
(۲۲) تحقیق وتعلیق مصنف ابن ابی شیبہ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن محدثؒ اعظمی
(۲۳) تحقیق وتعلیق مسند حمیدی، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن محدث اعظمیؒ
(۲۴) تحقیق وتعلیق کتاب الزہد والرقاق للمحدث عبداللہ بن مبارکؒ، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن محدثؒ اعظمی
(۲۵) تحقیق وتعلیق سنن سعید بن منصور، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن محدثؒ اعظمی
(۲۶) تحقیق وتعلیق المطالب العالیہ بزوائد المسانید الثمانیہ للحافظ ابن حجر العسقلانی،
حضرت مولانا حبیب الرحمٰن محدثؒ اعظمی
(۲۷) حمد المتعالی علی تراجم البخاری، مولانا سید بادشاہ گل صاحب
(۲۸) حاشیہ جواہر الاصول فی علم حدیث الرسولؐ للامام محمد بن محمد بن علی فارسی حنفی،
مولانا قاضی اطہر مبارک پوری
(۲۹) النبراس الساری فی اطراف البخاری، مولانا عبدالعزیز پنجابی
(۳۰) حاشیہ آثار السنن، حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ
(۳۱) تعلیق وتحقیق علی صحیح ابن خزیمہ، ڈاکٹر محمد مصطفیٰ قاسمی اعظمی
(۳۲) تحقیق نخب الافکار شرح شرح معانی الآثار (علامہ بدرالدین العینیؒ)، حضرت مولانا ارشد مدنی
(۳۳) تقریب شرح معانی الآثار، حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی
(۳۴) الحدیث الحسن فی جامع الترمذی، شعبۂ تخصص فی الحدیث، دارالعلوم دیوبند
(۳۵) حسن صحیح فی جامع الترمذی، شعبۂ تخصص فی الحدیث، دارالعلوم دیوبند
(۳۶) حسن غریب فی جامع الترمذی، شعبۂ تخصص فی الحدیث، دارالعلوم دیوبند
(۳۷) حدیث غریب فی جامع الترمذی، شعبۂ تخصص فی الحدیث، دارالعلوم دیوبند
(۳۸) شرح ترمذی، مولانا شمس الحق افغانی صاحب
(۳۹) شرح ترمذی، مولانا سید بادشاہ گل صاحب

(۴۰) مستزادالحقیر حاشیہ علی زادالفقیر للعلامہ ابن ہمام، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ
(۴۱) الباقیات فی شرح حدیث انما الاعمال بالنیات، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
(۴۲) تحفۃ الاخوان بشرح حدیث شعب الایمان، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
(۴۳) جواہر الاصول فی اصول الحدیث، مولانا عبدالرحمٰن مردانی (م ۱۹۷۵ھ)
(۴۴) حجۃ الوداع وعمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ
(۴۵) فضل اللہ الصمد فی توضیح الادب المفرد، حضرت مولانا فضل اللہ جیلانیؒ
(۴۶) شیوخ الامام ابی داؤد السجستانی، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی اعظمی
(۴۷) علماء دیوبند وخدماتہم فی علم الحدیث، ڈاکٹر عبدالرحمٰن البرنی

علم فقہ

(۱) فصل الخطاب فی مسئلہ ام الکتاب، حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ
(۲) نیل الفرقدین فی مسئلہ رفع یدین، حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ
(۳) بسط الیدین لنیل الفرقدین، حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ
(۴) کشف الستر عن صلوۃ الوتر، حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ
(۵) بغیۃ الاریب فی احکام القبلۃ والمحاریب، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ
(۶) حاشیہ محمود الروایہ شرح نقایہ لملا علی القاری، حضرت مولانا محمد اعزاز علی امروہویؒ
(۷) حاشیہ کنز الدقائق، حضرت مولانا محمد اعزاز علی امروہویؒ
(۸) حاشیہ قدوری، حضرت مولانا محمد اعزاز علی امروہویؒ
(۹) حاشیہ نورالایضاح، حضرت مولانا محمد اعزاز علی امروہویؒ
(۱۰) شرح قدوری، مولانا غلام اللہ خاں
(۱۱) تعلیق المبسوط لامام محمد، مولانا ابوالوفاء افغانی
(۱۲) بغیۃ الالمعی فی تخریج الزیلعی، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ
(۱۳) تعلیق الحجۃ علی اہل المدینۃ (امام محمدؒ)، مولانا مفتی مہدی حسن شاہ جہاں پوریؒ
(۱۴) تحقیق فتح الرحمٰن فی اثبات مذہب النعمان (شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ)، مفتی نظام الدین اعظمیؒ
(۱۵) الموجز فی اصول الفقہ، مولانا عبیداللہ اسعدی
(۱۶) القواعد الفقہیہ المحمودۃ، مولانا ابوالکلام شفیق
(۱۷) قاموس الفقہ، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

(۱۸) تحقیق فتاوی تاتارخانیہ (پانچ جلدیں)، مولانا قاضی سجاد حسین دہلویؒ
(۱۹) تحقیق فتاوی تاتارخانیہ (۲۳ رجلدیں)، مولانا مفتی شبیر احمد صاحب
(۲۰) تحقیق صنوان القضاء، حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ
(۲۱) تحقیق مختارات النوازل، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی وغیرہ

علم عقائد وکلام

(۱) عقیدۃ الاسلام فی حیاۃ نزول عیسیٰ علیہ السلام، حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ
(۲) اکفار الملحدین فی شیئ من ضروریات الدین، حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ
(۳) ضرب الخاتم علی حدوث العالم، حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ
(۴) مرقاۃ الطارم لحدوث العالم، حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ
(۵) ازالۃ الرین فی الذب عن قرۃ العینین، حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ
(۶) ہدیۃ المہدیین فی آیۃ خاتم النبین، حضرت مولانا محمد شفیع دیوبندیؒ
(۷) التصریح بما تواتر فی نزول المسیح، حضرت مولانا محمد شفیع دیوبندیؒ
(۸) التمہید لائمۃ التجدید، حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ
(۹) الکندی وآراؤہ الفلسفیہ، مولانا سید عبدالرحمٰن ہزاروی
(۱۰) الحیاۃ الاجتماعیہ عند نجم الدین الرازی، مولانا سید عبدالرحمٰن ہزاروی
(۱۱) الیانع الجنی فی الفروق بین الرسول والنبی، مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی
(۱۲) الفوائد الملکوتیۃ فی ان الاحادیث حجۃ فی العربیہ، مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی
(۱۳) کتاب الاعیان والکبراء، مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی
(۱۴) الہیئۃ الجدیدۃ، مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی
(۱۵) الاستاذ المودودی، مولانا محمد یوسف بنوری
(۱۶) وقفۃ مع اللامذھبیۃ، مولانا ابوبکر غازی پوری
(۱۷) صور تنطق، مولانا ابوبکر غازی پوری

سیرت وتاریخ اور سوانح وادب

(۱) لامیۃ المعجزات، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی
(۲) معین اللبیب فی قصائد الحبیب، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی دیوبندیؒ

(۳) رجال السند والہند فی القران السابع، مولانا قاضی اطہر مبارک پوری
(۴) الفتوحات الاسلامیہ فی الہند، مولانا قاضی اطہر مبارک پوری
(۵) العقد الثمین فی فتوح الہند ومن ورد فیہا من الصحابۃ والتابعین، مولانا قاضی اطہر مبارک پوری
(۶) نفحۃ العنبر فی حیات الشیخ انور، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری
(۷) التذکرۃ المحمودۃ، مولانا مفتی محمود حسن ہزاروی (م۱۹۷۳ء)
(۸) دارالعلوم دیوبند مدرسۃ فکریۃ...، مولانا عبیداللہ اسعدی
(۹) الشیخ المقرئ محمد طیب رحمہ اللہ، مولانا نور عالم خلیل امینی
(۱۰) مجتمعاتنا المعاصرۃ والطریق الی الاسلام، مولانا نور عالم خلیل امینی
(۱۱) المسلمون فی الہند، مولانا نور عالم خلیل امینی
(۱۲) الصحابۃ ومکانتہم فی الاسلام، مولانا نور عالم خلیل امینی
(۱۳) فلسطین فی انتظار صلاح الدین، مولانا نور عالم خلیل امینی
(۱۴) العلامۃ انور شاہ الکشمیری: حیاتہ وشعرہ، مولانا عبدالملک قاسمی
(۱۵) رسول الہدیٰ ﷺ (غیر منقوط)، مولانا محمد ہدایت اللہ قاسمی

لغات ونصابی کتب

(۱) مصباح اللغات، مولانا عبدالحفیظ بلیاویؒ
(۲) اردو عربی ڈکشنری، مولانا عبدالحفیظ بلیاویؒ
(۳) بیان اللسان (عربی اردو لغت)، مولانا قاضی زین العابدین سجاد میرٹھیؒ
(۴) نفحۃ العرب، مولانا محمد اعزاز علی امروہویؒ
(۵) القاموس الجدید (اردو سے عربی)، مولانا وحید الزماں کیرانویؒ
(۶) القاموس الجدید (عربی سے اردو)، مولانا وحید الزماں کیرانویؒ
(۷) القاموس الاصطلاحی (اردو سے عربی)، مولانا وحید الزماں کیرانویؒ
(۸) القاموس الاصطلاحی (عربی سے اردو)، مولانا وحید الزماں کیرانویؒ
(۹) القاموس الوحید (عربی سے اردو)، مولانا وحید الزماں کیرانویؒ
(۱۰) سہ لسانی ڈکشنری، حکیم عزیز الرحمٰن مئوی
(۱۱) القاموس الفرید، مولانا بدر الزماں کیرانوی
(۱۲) القاموس الموضوعی، مولانا ندیم الواجدی
(۱۳) القاموس العصری، مولانا یاسر ندیم قاسمی

(۱۴) شرح المقامات الحریریہ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ
(۱۵) توضیحات شرح سبع معلقات، مولانا قاضی سجاد حسینؒ
(۱۶) التعلیقات شرح المقامات، مولانا نور الحقؒ
(۱۷) حاشیہ دیوان متنبّی، حضرت مولانا محمد اعزاز علی امروہویؒ
(۱۸) القرأۃ الواضحۃ، حضرت مولانا وحید الزماں کیرانویؒ
(۱۹) نفحۃ الادب، مولانا وحید الزماں کیرانویؒ
(۲۰) مفتاح العربیہ، مولانا نور عالم خلیل امینی
(۲۱) القرأۃ العربیۃ، مولانا عبد القدوس قاسمی نیرانوی و مولانا محمد ساجد قاسمی
(۲۲) کیف تکون الکتابات مؤثرۃ، مولانا نور عالم خلیل امینی
(۲۳) تعلموا اللغۃ العربیۃ فإنہا من دینکم، مولانا نور عالم خلیل امینی
(۲۴) معلم العربیۃ (۳/حصے)، مولانا ندیم الواجدی
(۲۵) تیسیر الانشاء (۳/حصے)، مولانا محمد ساجد قاسمی

اردو کتابوں کے عربی تراجم

علمائے دیوبند کی اکثر تصنیفی خدمات اردو زبان میں ہیں جن میں اکابر علماء کی بہت سی ایسی تصنیفات ہیں جو اسلامی علوم وفنون میں بے بہا اضافہ کی حیثیت رکھتی ہیں اور اس قابل ہیں کہ انھیں عربی اور دیگر زبانوں میں منتقل کیا جائے۔ شیخ عبد الفتاح ابوغدہ نے علمائے دیوبند کی تصانیف کی اہمیت کے اعتراف کے ساتھ اس خواہش کا اظہار بھی کیا کہ ان میں جو کتابیں اردو اور فارسی زبانوں میں ہیں ان کا عربی میں ترجمہ کرایا جائے، تاکہ عرب دنیا کو بھی ان سے استفادہ کا موقع مل سکے، موصوف کے الفاظ یہ ہیں:

> ''علم وفتویٰ کے اساطین سے مالا مال عظیم الشان ادارے کے علمائے عظام کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے میں ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں بلکہ اگر ذرا جرأت کروں تو کہہ سکتا ہوں کہ ہمارا ایک واجبی حق ہے جس کا مطالبہ میں کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ ہے کہ ان علمائے کرام کا فریضہ ہے کہ اپنی منفردانہ عقول کے نتائجِ فکر اور بیش بہا علمی فیوض وتحقیقات کو عربی زبان کا جامہ پہنا کر عالمِ اسلام کے دوسرے علماء کے لیے استفادے کا موقع فراہم کریں، یہ فریضہ ان حضرات پر اس لیے عائد ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص ہندوستان کے علمائے محققین کی کوئی تصنیف پڑھتا ہے تو اس میں اس کو وہ نئی منفردانہ تحقیق ملتی ہیں جن کا مدار گہرے علم اور وسیع مطالعے کے علاوہ تقویٰ وصلاح اور روحانیت پر ہوتا ہے۔ چوں کہ ہندوستان کے یہ علماء اور شیوخ کرام نیکی وصلاح روحانیت واستغراق فی العلم جیسی شروط پر نہ صرف یہ کہ پورے اترتے ہیں بلکہ سلفِ صالحین کے صحیح وارث اور ان کے نمونے ہیں اس لیے ان کی کتابیں بہت سی نئی تحقیقات اور حسبِ حالاتِ وقت کتنی ہی کارآمد چیزوں پر

مشتمل ہوتی ہیں "ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ" بلکہ ان حضرات کی بعض کتابیں تو وہ ہیں جن میں ایسی چیزیں ملتی ہیں جو متقدمین علمائے اکابر، مفسرین، محدثین اور حکماء کے یہاں بھی دستیاب نہیں ہوتیں۔ (تاریخ دارالعلوم، جلد اول، ص: ۲۱-۵۲۰؛ عربی تاثرات کے لئے دیکھیں: ماہنامہ الداعی، جمادی الآخرۃ، ۱۴۳۸ھ مطابق مارچ ۲۰۱۷ء)

ابنائے دارالعلوم نے اس پہلو کی طرف بھی توجہ دی ہے اور اسلاف کے کارناموں کو عربی زبان میں منتقل کرنے کا سلسلہ شروع ہوا ہے، تاہم ابھی ضرورت ہے کہ اس سمت اور توجہ دی جائے۔ ذیل میں اردو سے عربی میں منتقل کی جانے والی کچھ اہم کتابوں کے نام پیش کیے جا رہے ہیں:

(۱) محاورات فی الدین، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، ترجمہ: مولانا محمد ساجد قاسمی

(۲) ردود علی الاعتراضات الموجھۃ الی الاسلام، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی
عربی ترجمہ: مولانا محمد ساجد قاسمی

(۳) العقیدۃ الاسلامیۃ: شبھات وردود، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی
عربی ترجمہ: مولانا محمد ساجد قاسمی

(۴) حجۃ الاسلام، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، ترجمہ: مولانا محمد ساجد قاسمی

(۵) حجۃ الاسلام، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، ترجمہ: مولانا عبدالحمید سواتی

(۶) الاسلام والعقلانیۃ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، ترجمہ: مولانا نور عالم خلیل امینی

(۷) لآلی منثورۃ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، ترجمہ: مولانا نور عالم خلیل امینی

(۸) بحوث فی الدعوۃ والفکر الاسلامی، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، ترجمہ: مولانا نور عالم خلیل امینی

(۹) الحالۃ التعلیمیۃ فی الهند، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، ترجمہ: مولانا نور عالم خلیل امینی

(۱۰) الصحابۃ ماذا ینبغی أن نعتقد عنھم، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، ترجمہ: مولانا محمد ساجد قاسمی

(۱۱) العقل والنقل، حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ، عربی ترجمہ: مولانا عبدالرشید قاسمی بستوی

(۱۲) علماء دیوبند اتجاھھم الدینی ومزاجھم المذھبی، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ
ترجمہ: مولانا نور عالم خلیل امینی

(۱۳) الفتنۃ الدجالیۃ، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ، ترجمہ: مولانا عارف جمیل مبارک پوری

(۱۴) الامام محمد قاسم النانوتوی کما رأیتہ، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ،
ترجمہ: مولانا عارف جمیل مبارک پوری

(۱۵) مختارات الامام محمد انور شاہ الکشمیری، حضرت مولانا انظر شاہ کشمیریؒ
ترجمہ: مولانا عبدالرشید قاسمی بستوی

علمائے دیوبند اور اردو زبان

دارالعلوم دیوبند جس پس منظر میں قائم ہوا، پوری واقعیت کے ساتھ اس کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ برطانوی تسلط نے نصرانیت کی اشاعت کے لیے جن حربوں کا استعمال کیا، دارالعلوم دیوبند نے دینی، تعلیمی، سیاسی، سماجی، ثقافتی اور لسانی ہر محاذ پر انگریزوں کے پروپیگنڈوں کو ناکام بنا دیا۔ مسلمانوں کے اندر سے دینی روح کو مردہ اور اسلامی تشخص کو ملیا میٹ کر دینے کے لیے مغرب سے جو پُرشور آندھی اٹھی تو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ہندوستان میں اب اسلام کی بقا کچے دھاگے سے لٹک رہی ہے؛ لیکن علمائے ہند خاص طور پر دارالعلوم دیوبند کے اکابر نے مسلمانوں کے اندر سے مایوسی کے احساس کو نکال کر امید کی روشنی پیدا کی اور ہر طرح سے اسلام اور مسلمانوں کا تحفظ کیا۔ اکابر دیوبند کی دوررس نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ مسلمانوں کی مذہبی زبان عربی ہے اور ہندوستان میں فارسی کا بول بالا ہے؛ لیکن مستقبل میں ہندوستان کا لسانی نقشہ کچھ اور ہوگا۔ برطانوی حکومت ہندوستانیوں کی لسانیات پر حملہ کر کے جہاں ایک طرف انگریزی زبان و ادب کے فروغ کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی وہیں دوسری طرف ہندوستان پر حکومت کرنے کے لیے انھیں یہاں کی زبانیں جاننا بھی ضروری تھا۔ اردو اس وقت ایک غیر ترقی یافتہ زبان تھی۔ انگریزوں نے اردو زبان کی طرف توجہ دی اور اپنے ناپاک عزائم کو بروئے کار لانے کے لیے اردو سیکھنا شروع کیا اور اس کی تعلیم کو آسان کرنے کے لیے قواعد بھی مرتب کروائے۔

دارالعلوم دیوبند کا جو تاسیسی دور ہے، وہ اردو کا ارتقائی دور کہلاتا ہے۔ اس وقت اردو زبان اپنے خد و خال کو آراستہ کرنے میں مصروف تھی۔ علمائے دیوبند نے محسوس کیا کہ اگرچہ عربی مسلمانوں کی دینی زبان ہے اور فارسی پر بھی مذہب کا لبادہ ڈال دیا گیا ہے؛ لیکن مستقبل قریب میں اردو کا بول بالا ہونے والا ہے، ہندوستان میں اگر کسی زبان کے ذریعہ اسلام کی خدمت ہو سکتی ہے، تو وہ اردو ہی ہے۔ اکابر دیوبند نے عربی اور فارسی جیسی شیریں اور ترقی یافتہ زبانوں کو اچانک نظرانداز کر کے اردو ہی کو ذریعۂ تعلیم کیوں بنایا؟ ظاہر ہے کہ اسے علمائے دیوبند کی فراستِ ایمانی کا نتیجہ ہی کہا جا سکتا ہے؛ کیوں کہ اگر دارالعلوم دیوبند کا ذریعۂ تعلیم عربی یا فارسی ہوتا، تو اس کا دائرہ سمٹ کر کتنا کم ہو جاتا، اس کا اندازہ ہندوستان کے موجودہ لسانی پس منظر میں بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

اردو کا ارتقاء اور علمائے دیوبند

دارالعلوم دیوبند کے اکابرین نے اپنے علمی و دینی فرائض کی ادائیگی کے لیے بنیادی طور پر جس زبان کو اختیار کیا وہ اردو زبان ہی تھی۔ علمائے دیوبند روحانی سرپرست سیدالطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ کی

اردو تالیفات اور روح پرور وپُر سوز شاعری، مؤثر زبان وبیان اور شعر وادب کا بہترین نمونہ ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے دقیق علمی مباحث اور فلسفیانہ عمیق مضامین کو اسی زبان کے توسط سے علماء وعوام کے سامنے رکھا۔ حضرت نانوتویؒ نے اردو زبان کو ایک عوامی اور نوخیز زبان کی سطح سے اوپر اٹھا کر علمی وفکری بلندی وپختگی عطا کی۔ دارالعلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرس مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ نے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی سوانح اس وقت لکھی جب خود اردو ادب سوانح نگاری کے نرالے اسلوب اور مثالی نمونوں سے خالی تھا، یہ سوانح اردو ادب کا شاہکار ہے۔ دارالعلوم دیوبند کی قد آور شخصیت فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کا اسلوب نگارش آج بھی مسلّم ہے، ان کی آراستہ وپیراستہ تحریر، شگفتہ وشائستہ اردو کا بہترین نمونہ ہے۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ باکمال ادیب تھے، انھوں نے اپنی علمی تصانیف اور درد انگیز شاعری کے ذریعہ اردو کی زبردست خدمت انجام دی ہے۔ محاورات اور روزمرہ کے استعمالات سے بھری ہوئی آپ کی تحریریں اردو کے لیے بیش قیمت سرمایہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ کی مشہور تصنیف 'اشاعت اسلام' اپنی سلاست اور رواں دواں اردو کی وجہ سے امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی ایک ہزار سے زائد تصانیف ورسائل اردو زبان کے فروغ میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا حاشیۂ قرآن اردو میں نرالے طرز تحریر کی بنیاد پر قبولیت عام حاصل کر چکا ہے۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی خودنوشت سوانح 'نقش حیات' اردو زبان میں حقیقت نگاری اور شائستگی کا عمدہ نمونہ ہے۔ صاحبِ طرز ادیب مولانا مناظر احسن گیلانی بھی دارالعلوم ہی کے فرزند ہیں جنھوں نے اردو زبان وادب پر اپنی خدمات کے گہرے نقوش چھوڑے ہیں۔

اردو زبان میں تصنیف وتالیف

علمائے دیوبند نے عوام سے رابطہ، وعظ وتبلیغ، فتویٰ، دینی وملکی معاملات میں قوم کی شرعی رہنمائی اور تذکیر وتزکیہ کے لیے تصنیف وتالیف کا راستہ اختیار کیا اور اس سلسلے میں انھوں نے جو قابل قدر خدمات انجام دی ہیں وہ برصغیر کی تاریخ میں اپنی مثال آپ ہیں۔ تصنیف وتالیف کے میدان میں تنہا ایک بزرگ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی چھوٹی بڑی کتابوں کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے، دینی اور اصلاحی نقطۂ نگاہ سے زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس میں حضرت تھانویؒ کی تصانیف موجود نہ ہوں وہ تصانیف کی کثرت اور افادیت کے لحاظ سے ہندوستانی مصنفین میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔

علمائے دیوبند نے درس وتدریس، وعظ ونصیحت اور دوسرے مشاغل کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی جو عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ہیں وہ نہ صرف برصغیر کے مسلمانوں کے لیے بلکہ دنیائے اسلام کے لیے بھی ایک قابل فخر سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ علوم دینیہ سے متعلق کوئی علم وفن ایسا نہیں ہے جس میں ان کی

تصنیفات وتالیفات موجود نہ ہوں، ان میں بڑی بڑی ضخیم کتابیں بھی ہیں اور چھوٹے چھوٹے رسالے اور کتابچے بھی۔ یہ کتابیں زیادہ تر اردو زبان میں ہیں۔علمائے دیو بند نے اردو زبان میں جو علمی وفکری اور دینی وادبی سرمایہ تیار کیا ہے اس سے ایک عظیم الشان کتب خانہ تیار ہوسکتا ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق علمائے دیو بند کی چھوٹی بڑی اردو تصانیف کی مجموعی تعداد بارہ پندرہ ہزار کے لگ بھگ ہے۔علماء کی ان ہی خدمات کی بدولت آج اردو زبان میں اسلامی لٹریچر کا اتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے جو شاید عربی کے بعد دنیا کی کسی اور زبان میں موجود نہیں۔

علمائے دیو بند میں ایک بڑی تعداد ایسے علمائے کرام کی ہے جنھوں نے اردو زبان میں متعدد وقیع کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں صاحب معارف القرآن مفتی محمد شفیع صاحبؒ، مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ، مولانا مناظر احسن گیلانیؒ، مولانا بدر عالم میرٹھیؒ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا محمد میاں دیو بندیؒ، مولانا طاہر دیو بندیؒ، حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ، مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمیؒ، مولانا عبدالصمد رحمانیؒ، مولانا یوسف لدھیانویؒ، شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلویؒ، مولانا سرفراز خان صفدرؒ، مولانا سعید احمد اکبر آبادیؒ، قاضی زین العابدین میرٹھیؒ، مولانا حامد الانصاری غازیؒ، مولانا احمد رضا بجنوریؒ، قاضی اطہر مبارکپوریؒ، مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا انظر شاہ کشمیریؒ، مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ، مفتی عاشق الٰہی مدنیؒ، مولانا مفتی ظفیر الدین مفتاحیؒ، مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی اعظمی، مولانا مفتی تقی عثمانی، مولانا نظام الدین اسیر ادرویؒ، مولانا اعجاز احمد اعظمیؒ، مولانا عبدالحفیظ رحمانیؒ، مولانا محمد عثمان معروفیؒ، مولانا محمد ابوبکر غازی پوریؒ، مولانا اخلاق حسین قاسمیؒ، مولانا عامر عثمانیؒ، مفتی عزیز الرحمٰن بجنوریؒ، سید محبوب رضویؒ، مولانا عبدالحفیظ رحمانیؒ، مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی، مولانا برہان الدین سنبھلی، مولانا عتیق احمد بستوی، مفتی محمد سلمان منصور پوری وغیرہ علمائے دیو بند نے اردو کے علمی وادبی سرمایہ میں رنگارنگ اضافہ کر کے زبان وادب کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں۔

دیو بند کے تقریباً ساٹھ کتب خانے اکابر دیو بند کی تصانیف کو چھاپنے اور شائع کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کتابوں کی اشاعت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ دیو بند میں آفسیٹ پریس کی کئی مشینیں کتابوں کے چھاپنے میں مصروف رہتی ہیں۔ ان کتابوں کے قبول عام کا یہ عالم ہے کہ بہشتی زیور (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ) کے کئی کئی ایڈیشن معریٰ اور محشیٰ بیک وقت مختلف کتب خانوں سے نکلتے رہتے ہیں۔ تعلیم الاسلام مصنفہ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ دہلویؒ کی مقبولیت کا بھی یہی عالم ہے، اس کے بھی ایڈیشن پر ایڈیشن نکلتے رہتے ہیں۔

علمائے دیو بند کی تصانیف برصغیر کے ملکوں کے علاوہ، افغانستان، برما، نیپال، سیلون، جنوبی افریقہ، انگلستان، امریکہ اور دوسرے بہت سے ملکوں تک پہنچتی اور ذوق وشوق کے ہاتھوں لی جاتی ہیں۔ دینی کتابوں کی کثرتِ اشاعت کی وجہ سے دیو بند ہندوستان بھر میں دینی کتابوں کا سب سے بڑا مرکز سمجھا جاتا ہے۔ چناں چہ ان کتابوں کے ذریعے سے بہت سے ملکوں میں دینی علوم کے نشر واشاعت کی زبردست خدمت دیو بند کی سرزمین سے انجام

پا رہی ہے۔ دیوبند سے شائع ہونے والی کتابیں زیادہ تر اردو زبان میں ہوتی ہیں؛ اس لیے ان کتابوں کے ذریعے سے اردو زبان کا دائرہ بھی دن بدن وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا ہے۔ ایشیا، افریقہ اور یورپی ملکوں کے کروڑوں مسلمان ان کتابوں سے مستفید ہو رہے ہیں۔ اور بقولِ مرحوم پروفیسر ہمایوں کبیر ''اس ذریعے سے دنیا میں ہندوستان کی عظمت کو زبردست بڑھاوا مل رہا ہے، اور اس طرح سے اردو بین الاقوامی زبان بن گئی ہے''۔

حضرت تھانوی اور دیگر بزرگان دیوبند کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ انھوں نے اپنی تصنیفات کا حق محفوظ نہیں رکھا، بلکہ ان کو افادۂ ملت کے لیے عام کر دیا ہے، ان بزرگوں کو تجارت اور منفعتِ مالی کبھی مقصود نہیں رہی، بلکہ اصل مقصد صرف افادہ و اصلاح رہا۔

دارالمصنّفین دہلی

ندوۃ المصنّفین، علمائے دیوبند کی تصنیفی و تالیفی اور علمی و تحقیقی ترکتازیوں کا ایک عظیم الشان مرکز تھا جس نے اردو میں علم و تحقیق اور تصنیف و تالیف کی دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ یہ عصری تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اردو میں کتاب و سنت اور سیر و تاریخ اسلام کی وسیع تر اشاعت کا ادارہ تھا جسے ۱۹۳۸ء میں قائم کیا گیا۔ یہ ادارہ حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی کی کوششوں کا ثمرہ تھا جس میں ان کے رفیق خاص حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی شریک تھے۔ دیگر رفقاء میں حضرت مولانا سعید احمد اکبرآبادی مدیر برہان، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی، حضرت مولانا حامد الانصاری غازی، حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی وغیرہ شامل تھے۔ ان میں آخر الذکر کے علاوہ بقیہ حضرات حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کے ہونہار تلامذہ اور دارالعلوم دیوبند کے قابل فخر فرزند تھے۔

اجتماعی اور منظّم طور پر تصنیف و تالیف اور ریسرچ و تحقیق کا یہ پہلا ادارہ تھا جو علمائے دیوبند کے ذریعہ قائم کیا گیا۔ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے انداز فکر و نظر پر وقت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسلام کے احکام کی تشریح و تعبیر اور مستشرقین مغرب ریسرچ ورک کے پردے میں جو اسلامی علوم و روایات اور اسلامی تہذیب و تمدن پر جو ناروا حملے کرتے رہتے ہیں ان کی مدلل تردید اس کا مقصد قرار پایا۔

ان حضرات کی مساعی سے ندوۃ المصنّفین نے اردو زبان میں نہایت مفید، تحقیقی اور علمی و دینی لٹریچر شائع کیا۔ علوم کتاب و سنت کی ترویج و اشاعت کے سلسلے میں جو گراں قدر خدمات ندوۃ المصنّفین نے انجام دی ہیں اس کی مثال کم ہی ملے گی۔ ندوۃ المصنّفین سے ہر سال چار کتابیں شائع ہوتی تھیں اور ۱۹۸۴ء تک ڈھائی سو سے زیادہ کتابیں وقیع کتابیں شائع ہو چکی تھیں۔ ان کتابوں میں ترجمان السنۃ، قصص القرآن، لغات القرآن، اسلام کا اقتصادی نظام، اسلام کا زرعی نظام، قرآن اور تصوف، سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات، عرب و ہند عہد رسالت میں، ہندوستان کے مسلمان حکم رانوں کے عہد کے تمدنی کارنامے، مسلمانوں کی بحری سرگرمیاں، دیار پورب میں علم اور

علماء، صدیق اکبرؓ، عثمان ذوالنورینؓ، اسلام میں غلامی کی حقیقت، غلامان اسلام، تاریخ ملت، قاموس القرآن، اسلام کا نظام حکومت، مسلمانوں کا عروج وزوال، اخلاق اور فلسفۂ اخلاق، بلاغ مبین وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

ندوۃ المصنّفین کا دوسرا عظیم الشان کارنامہ ماہنامہ برہان کا اجرا ہے جو ابتدا ہی سے حضرت مولانا سعید احمد اکبرآبادی کی ادارت میں نکلتا تھا۔ یہ ملک کے صف اول کے علمی ماہناموں میں شمار کیا جاتا تھا اور اس کے نظرات اور مضامین اہل علم بڑے ذوق وشوق سے پڑھے جاتے تھے۔ (دیکھیں: قاضی زین العابدین میٹھی، ماہنامہ برہان، مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی نمبر، ص۴۴ تا ۴۵؛ روزنامہ الجمعیۃ، مجاہد ملت نمبر، فروری ۱۹۶۳ء ص ۱۷۱)

لیکن افسوس یہ عظیم الشان ادارہ حالات زمانہ کی نذر ہو گیا اور اس کی طبع کردہ کتابوں میں بہت سی عرصہ سے اب نایاب ہو چکی ہیں۔

ندوۃ المصنّفین کے علاوہ، ڈابھیل کی مجلس علمی بھی فضلائے دارالعلوم کا قائم کیا ہوا ادارہ تھا جن سے بہت سی معیاری کتابیں شائع ہو کر علم دوست حلقہ سے خراجِ تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ اسی طرح مطبع قاسمی دیو بند، تاج المعارف، شیخ الہند اکیڈمی، مکتبہ دارالعلوم وغیرہ اداروں سے بھی بہت سی کتابیں چھپ چکی ہیں۔

علمائے دیو بند کی اردو شاعری

علمائے دیو بند نے لطیف جذبات وخیالات کی ترجمانی کے لیے اردو شاعری کا بھی سہارا لیا ہے۔ درس وتدریس، وعظ ونصیحت اور تصنیف وتالیف کے ساتھ انھوں نے عروس شاعری کی زلفوں کو سنوارنے اور لیلائے سخن کو سجانے میں بھی بھرپور حصہ لیا ہے۔ علماء کے مزاج کے مطابق ان کی شاعری میں حقیقت پسندی، واقعہ نگاری، روحانیت اور اعلی اخلاقی قدروں کا حسین وجمیل امتزاج پایا جاتا ہے۔ انھوں نے لایعنی اور مبتذل طریقوں سے ہٹ کر شاعری کو ہمیشہ اعلی مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ نیز، شاعری کو انھوں نے مشغلہ کے طور پر نہیں اپنایا، بلکہ حسب ضرورت افکار وخیالات کے اظہار کے لیے اس کی مدد لی۔ یہی وجہ ہے کہ شعروشاعری میں ان کے مجموعے اور دواوین نہیں تیار ہوئے لیکن وہ اردو شاعری کی مختلف اصناف کی باریکیوں اور نزاکتوں سے نہ صرف پوری طرح واقف تھے بلکہ اس میں استاذانہ حیثیت رکھتے تھے۔

دارالعلوم دیو بند کے پہلے روحانی سرپرست سید الطائفہ حضرت الحاج مولانا امداد اللہ قدس سرہ کی روح پرور وپرسوز شاعری اردو زبان کی روحانی شاعری کا بہترین نمونہ ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اردو زبان کے قادر الکلام شاعر تھے، آپ کا طویل نعتیہ قصیدہ بہاریہ اردو زبان میں آپ کی قادر الکلامی اور مہارت فن کا شاہد عدل ہے۔ آپ کے بعض اشعار تو اپنی جامعیت اور لطیف استعارہ کی بنیاد پر اردو کے قدآور شعراء کے اشعار کے ہم پلہ ہیں۔ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیو بندیؒ بھی قادر الکلام شاعر تھے۔ حضرت تھانویؒ اردو شاعری میں بھی اپنا ایک مقام رکھتے تھے آپ نے اپنے خاص مسترشد مولانا سید سلیمان ندوی کے خطوط

کے جوابات اکثر شاعری کے ذریعہ دیے ہیں۔

علاوہ ازیں، حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، مولانا احسان اللہ تاجورؔ نجیب آبادی، مولانا عامر عثمانی، مولانا افضال الرحمٰن جوہرؔ، مولانا مصطفیٰ حسن علوی کاکوروی، مولانا کاشف الہاشمی، مولانا نسیم احمد فریدی امروہوی، مولانا ریاست علی ظفرؔ بجنوری، مفتی کفیل الرحمٰن نشاطؔ، مولانا کفیل احمد علوی، مولانا صادق علی بستوی، مولانا عبدالجلیل راغبی، مولانا احسان محسنؔ قاسمی، مولانا ولی اللہ ولیؔ بستوی، مولانا فضیل عنبرؔ ناصری وغیرہ متعدد علمائے دیوبند ہیں جن کے مجموعۂ کلام بھی طبع ہو چکے ہیں۔ جب کہ فضلائے دیوبند میں ایک بڑی تعداد ایسی بھی ہے جو شعر وادب کا اچھا ذوق رکھنے کے ساتھ سخن سنجی اور شعر گوئی کا بھی خاص ملکہ رکھتے ہیں۔

اردو صحافت اور علمائے دیوبند

دارالعلوم اور اردو صحافت کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ میڈیا وصحافت کی اہمیت کے پیش نظر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ نے ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء میں ماہنامہ القاسم جاری کیا جسے ۱۳۳۱ھ میں دارالعلوم سے متعلق کر دیا گیا۔ اس رسالہ کے مضمون نگاروں میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنی، مولانا اعزاز علی امروہویؒ، نوجوانوں میں مولانا قاری محمد طیب صاحب، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا عبدالحفیظ دربھنگوی وغیرہ حضرات تھے۔ پھر ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی یاد میں ماہنامہ الرشید کا اجراء کیا گیا۔ حضرت مولانا سید میاں اصغر حسین دیوبندیؒ، مولانا سید سراج احمد رشیدی، مولانا مناظر احسن گیلانی سے ان رسالوں کی ادارتی ذمہ داریاں منسلک تھیں اور یہ حضرات خصوصاً آخر الذکر مولانا گیلانی نے انھیں رسالوں میں لکھنا شروع کیا اور خوب لکھا۔ دونوں رسالے ۱۳۳۹ھ تک جاری رہ کر موقوف ہو گئے۔ ماہنامہ القاسم ۱۳۴۴ھ میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ کی سرپرستی میں دوبارہ جاری کیا گیا لیکن ۱۳۴۷ھ تک شائع ہو کر بند ہو گیا۔ دوسرے دور میں اس کی ادارت کی ذمہ داری مولانا محمد طاہر قاسمی صاحب سے متعلق تھی۔

۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء میں 'دارالعلوم' کے نام سے ایک اردو ماہانہ رسالہ جاری کیا گیا جو تا حال شائع ہو رہا ہے۔ اس رسالہ کے پہلے ایڈیٹر مولانا عبدالوحید غازی پوری (مدیر و بانی نئی دنیا دہلی) قرار پائے، پھر قاضی خلیق احمد صدیقی سردھنوی اور مولانا عبدالحفیظ بلیاوی کو اس کا مدیر بنایا گیا۔ ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء میں اس رسالہ کی ادارت ابن الانور مولانا ازہر شاہ قیصر سے متعلق ہوئی جنھوں نے نہایت کامیابی کے ساتھ تقریباً تیس برسوں تک اس رسالہ کی ادارت کے فرائض انجام دیے۔ پھر کچھ عرصہ تک مولانا ریاست علی بجنوری مدیر مقرر ہوئے۔ ان کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی اعظمی تقریباً ۳۵ سال تک اس کے مدیر رہے۔ اِس وقت یہ رسالہ مولانا محمد سلمان بجنوری کی زیر ادارت شائع ہو رہا ہے۔ (مزید تفصیلات نویں باب میں 'مدیران اردو رسائل' کے عنوان کے تحت ملاحظہ فرما سکتے ہیں)

اسی طرح ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۵ء میں دارالعلوم نے مولانا کفیل احمد علوی کی ادارت میں پندرہ روزہ آئینہ دارالعلوم کی اشاعت کا آغاز کیا تھا، جس کا سلسلہ ۱۴۳۰ھ/ ۲۰۰۹ء تک جاری رہا۔

دارالعلوم ہی کے طرز پر دیگر مدارس میں بھی اردو رسالہ شائع کرنے کا رجحان پیدا ہوا۔ چناں چہ ماہنامہ مظاہر علوم سہارن پور، ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد، ماہنامہ البلاغ دارالعلوم کراچی، بینات جامعہ بنوریہ کراچی، ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک، یادگار اسلاف میرٹھ، ریاض الجنۃ گورینی جون پور، ضیاء الاسلام اعظم گڈھ وغیرہ ایسے درجنوں رسائل ہیں جو ابنائے دیوبند نے شروع کیے۔ اس وقت بہت سے مدارس اپنا ترجمان نکالتے ہیں جن کی ادارت کے فرائض ابنائے دیوبند ہی ادا کرتے ہیں۔

علمائے دیوبند میں ایک بڑی تعداد ایسی ہے جنھوں نے اپنے قیمتی مقالات اور زریں نگارشات سے اردو کی لازوال خدمات انجام دی ہیں ان میں مولانا حامد الانصاری غازی، مولانا سعید احمد اکبرآبادی، مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی (برہان)، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا خلیل الرحمٰن سجاد نعمانی (الفرقان)، مولانا عامر عثمانی (تجلی)، مولانا عبدالوحید صدیقی (نئی دنیا)، مولانا نظام الدین اسیر ادروی (ترجمان الاسلام)، مولانا اعجاز احمد اعظمی (المآثر وضیاء الاسلام)، مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی (ماہنامہ دارالعلوم)، مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی (الفرقان)، مولانا عبدالعلی فاروقی (البدر)، مولانا محمد ہاشم القاسمی (الفیصل)، مولانا اسرار الحق قاسمی (ملی اتحاد) مولانا رضوان قاسمی (صفا)، مولانا اعجاز احمد قاسمی، مولانا شاہین جمالی (دیوبند ٹائمز)، مولانا کفیل احمد علوی (آئینۂ دارالعلوم)، مولانا محمد سالم جامعی قاسمی (الجمعیۃ)، مولانا سلمان منصور پوری (ندائے شاہی)، مولانا فضیل احمد (کردار جمعیۃ) مولانا افضال الحق جوہر قاسمی، مولانا وارث مظہری (ترجمان دارالعلوم)، مولانا عبداللہ خالد (مظاہر علوم)، مولانا انیس آزاد بلگرامی (تنویر حرم)، حقانی القاسمی (استعارہ)، مولانا ابوالکلام قاسمی (تہذیب الاخلاق)، مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی (تعمیر سیرت، دارالسلام)، مولانا احمد خضر کشمیری، مولانا عبدالرشید بستوی (محدث عصر)، مولانا ندیم الواجدی (ترجمان دیوبند)، مولانا اعجاز عرفی قاسمی (فکر انقلاب)، مولانا آس محمد گلزار قاسمی (یادگار اسلاف)، مولانا ضیاء الحق خیرآبادی (ضیاء الاسلام)، مولانا محمد ساجد کھجناوری (صدائے حق)، مولانا نور عالم خلیل امینی، مولانا عبدالحمید نعمانی، مولانا حسن الہاشمی، مولانا نسیم اختر شاہ قیصر وغیرہ کے علاوہ سیکڑوں فضلائے دیوبند اردو زبان وادب کی عظیم الشان خدمات انجام دے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں ہندوستان کے معاصر اخبارات ورسائل میں جو مقالات ومضامین شائع ہوتے ہیں ان میں لکھنے والوں میں ایک بڑی تعداد فضلائے دیوبند کی ہوتی ہے۔

اردو اور مدارس اسلامیہ

دارالعلوم دیوبند کے قیام کے نتیجہ میں ہندوستان کے چپے چپے میں دینی مدارس کا جال پھیلا ہوا ہے اور جملہ

مدارس دارالعلوم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنا ذریعۂ تعلیم اردو کو بنا کر زبان و ادب کی ایک وقیع اور قابل قدر خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اگر چہ ہندوستان کی مختلف ریاستوں کی زبانیں مختلف ہیں؛ لیکن ہر جگہ کے مدارس میں ذریعۂ تعلیم اردو ہی ہے۔ یہاں تک کہ مغربی بنگال اور آسام سمیت بنگلہ دیش کے مدارس میں بھی دارالعلوم کے نہج پر اردو ہی میں درس دیا جاتا ہے؛ حتی کہ خود ساؤتھ افریقہ اور برطانیہ وغیرہ میں جو مدارس ہیں ان میں سے اکثر کا ذریعۂ تعلیم اردو ہی ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ تقسیم وطن کے بعد اردو زبان کے ساتھ ہندوستان میں جس طرح کا سوتیلا رویہ اپنایا گیا اور اردو زبان تقسیم کا شکار ہوگئی، اگر مدارس اسلامیہ عربیہ نہ ہوتے یا اہل مدارس کی توجہ اردو کی طرف نہ ہوتی تو اس کا وجود آج ہندوستان میں اسی طرح کا ہوتا جیسے اس وقت فارسی کا ہے۔

آج اگر اردو ایک زندہ زبان کی حیثیت سے ترقی کی منازل طے کر رہی ہے، تو اس میں اہل مدارس کا نہایت نمایاں کردار ہے۔ فضلائے دارالعلوم ملک و بیرون ملک کے مختلف مدارس میں شعر و شاعری، نثر نگاری و انشا پردازی، تصنیف و تالیف، تراجم و تشریحات اور ماہانہ و ہفتہ وار رسائل کے ذریعہ اردو کی وقیع اور پروقار خدمات انجام دے رہے ہیں۔ حدیث و تفسیر اور فقہ و فتاویٰ کے جو کام اردو زبان میں علمائے دیوبند کے ذریعہ ہوئے ہیں، وہ اردو زبان کو عروج بخشنے میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو اردو زبان کا تعلق تین بڑے اداروں سے ہے۔ ایک طرف دارالعلوم دیوبند اور مسلک دیوبند کی پابندی کرنے والے ادارے ہیں، دوسری طرف علی گڑھ اور اس کی جدید علمی روایت کا ساتھ دینے والے ادارے ہیں اور تیسری طرف ندوۃ العلماء اور اس کے حلقۂ فکر و نظر سے تعلق رکھنے والے ادارے ہیں؛ لیکن اردو زبان و ادب کی خدمت میں دیوبند کو ترجیحی حیثیت اس وجہ سے حاصل ہے کہ یہاں کے علماء کی اردو تصنیفات دیگر اداروں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہیں۔

اردو اور مسلمان

اردو زبان مسلمانوں کی زبان ہے، یہ کہنا سراسر غلط ہے۔ ہندوستان کی مقامی زبانیں پراکرت، اپ بھرنش، سنسکرت اور پنجابی کے ساتھ عربی و فارسی کے باہمی اختلاط سے اردو زبان وجود میں آئی ہے۔ اس کی پیدائش سے لے کر ارتقا کی تمام منزلوں کو طے کرنے میں ہندو، مسلمان، بدھ، جین، عیسائیوں اور پادریوں کا یکساں کردار رہا ہے؛ لیکن اردو زبان مذہبی عصبیت کا اس وقت شکار ہوئی جب آزادی سے قبل ہی ہندوؤں کا ایک رجعت پسند طبقہ ہندو راشٹر کا تصور لے کر وجود میں آیا اور جس نے ملک کی یکجہتی کو پارہ پارہ کرنے کے لیے نفرت کا بیج بونا شروع کیا۔ اس طبقہ نے ہندوؤں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ اردو کا رسم الخط عربی رسم الخط کے مشابہ ہے اور مسلمانوں کے مذہبی رہنما اس زبان کو اپنا ذریعۂ تعلیم بنائے ہوئے ہیں۔ ہندو قوم پرست جماعت اپنی اس تحریک میں بہت حد تک کامیاب ہوگئی اور اردو جو ہندوستانی روایت کی امین اور قومی یکجہتی کی واضح علامت تھی، وہ بری طرح مذہبی منافرت اور فرقہ وارانہ عصبیت کا شکار ہو کر رہ گئی۔

خلاصۂ کلام

خلاصہ یہ کہ مختلف جہتوں سے اردو زبان وادب کے سلسلے میں دارالعلوم دیوبند کی بے مثال خدمات کا اگر گہرائی کے ساتھ جائزہ لیا جائے، تو ہزاروں صفحات پر مشتمل ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔ دارالعلوم دیوبند نے علمی، دینی، سیاسی اور سماجی میدانوں کے ساتھ ساتھ اردو زبان وادب میں بھی اپنی زریں خدمات کے گہرے نقوش چھوڑے ہیں جنھیں کسی طرح فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

تفصیلات کے لیے دیکھیں:

- دارالعلوم دیوبند: ادبی شناخت نامہ، حقانی القاسمی
- دارالعلوم دیوبند کا صحافتی منظر نامہ، نایاب حسن قاسمی
- علمائے دیوبند اور اردو ادب، مولانا عبداللہ حیدر آبادی

تحریک آزادئ ہند اور علمائے دیوبند

دارالعلوم دیوبند کا قیام جہاں مسلمانوں کے اندر اسلامی تہذیب وتمدن کو بحال کرنے، علوم شرعیہ سے آگاہ کرکے جوہرِ اسلام کو اجاگر کرنے اور اس کے بتائے ہوئے سیدھے خطوط پر چلنے کے لئے ہوا تھا، وہیں ہندوستان کو انگریزوں کے جبر واستبداد سے نجات دلانے اور مغربیت سے دور رکھ کر انگریزوں کی کوشش کو ناکام کرنا بھی اس کا ایک اہم مقصد تھا۔ انگریزوں کی فرعونیت کو ختم کرنے کے لئے دارالعلوم ایک ضرب کلیم ثابت ہوا جس کی مجاہدانہ وسرفروشانہ کوششوں نے ہندوستان میں انگریزوں کا جینا دوبھر کردیا۔ ہندوستان کی طویل جدوجہد آزادی میں ہمارے اسلاف نے زبردست قربانیاں دیں؛ انھوں نے تحریکیں چلائیں، تختۂ دار پر چڑھے، قیدوبند کی صعوبتیں جھیلیں اور حصولِ آزادی کی خاطر میدان جنگ میں ڈٹے رہے تا آں کہ قابض غیرملکی (انگریز) ملک سے نکل جانے پر مجبور ہوئے۔ فرزندانِ دیوبند نے انگریزوں کے خلاف محاذ آرائیاں کرکے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں وہ تاریخِ حریت ہند کا روشن باب ہیں۔

مسلمانوں کے دور حکومت میں ہندوستان کی ترقی وخوشحالی کو دیکھ کر انگریزوں نے بڑی چالاکی اور عیاری کے ساتھ پہلے اس ملک میں تجارت کے نام پر اڈے بنانے کی اجازت حاصل کی اور پھر بعد میں مسلم حکومت کے کمزور ہوتے ہی انھوں نے اپنے آپ کو مسلح اور مستحکم کرنا شروع کردیا۔ بنگال میں انگریزوں کے توسیعی منصوبوں کو بھانپتے ہوئے نواب سراج الدولہ نے ۱۷۵۷ء میں ان سے باقاعدہ جنگ کی۔ دوسری طرف جنوب میں سلطان حیدرعلی اور سلطان ٹیپو نے انگریزوں کی پیش قدمی کو روکنے کی بھرپور کوشش کی جس میں بالآخر سلطان ٹیپو ۱۷۹۹ء میں شہید ہوگئے۔

ٹیپو سلطان کی شہادت کے بعد انگریزوں کے حوصلے بڑھ گئے اور ملک میں انھیں چیلنج کرنے والی کوئی طاقت نہیں تھی۔ انگریزوں نے سیاسی اثرات بڑھانے کے ساتھ ساتھ مشنری اور تبلیغی سرگرمیاں شروع کر رکھی تھیں۔ بالآخر ملک کے سنگین حالات کے پیش نظر، تحریک ولی اللہی کے قائد شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ (م۱۸۲۳ء) نے ۱۸۰۳ء میں انگریزوں کے خلاف جہاد کا مشہور فتوی دیا، جس میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا گیا۔ اسی پس منظر میں سید احمد شہید رائے بریلویؒ کی تحریک شروع ہوئی جس نے سرحدی علاقوں میں انگریزوں کے حلیف سکھوں کے ساتھ تاریخی جہاد چھیڑا اور ۱۸۳۱ء میں حضرت سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ وغیرہ حضرات نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔

۱۸۵۷ء میں ہندوستان کی آزادی کے لیے ملک کے طول وعرض میں جو سب سے بڑی مسلح جنگ لڑی گئی اس

میں اکابرین دیوبند نے بھی بڑی سرگرمی سے حصہ لیا اور شاملی وتھانہ بھون کے محاذ پر انگریزی فوجوں سے لوہا لیا۔

معرکۂ ۱۸۵۷ء میں اکابرین دیوبند کی شرکت

۱۸۵۷ء میں انگریزی اقتدار سے ہندوستان کی آزادی کے لیے دارالعلوم کے اکابر بالخصوص حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ (عمر ۴۲ سال)، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (عمر ۲۵ سال)، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (عمر ۲۹ سال) وغیرہ حضرات نے سرفروشانہ جدوجہد رقم کی۔ میرٹھ اور دہلی میں انگریزوں کے خلاف مسلح جدوجہد کے موقع پر ضلع مظفرنگر کے تاریخی قصبہ تھانہ بھون کے ایک اجتماع میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے ہاتھ پر بیعت امارت کر کے ان کو امیر منتخب کیا گیا اور اسی وقت انگریزی حکومت کے ختم ہونے کا اعلان کر دیا گیا اور آزادئ وطن کے لیے جانباز مجاہدین کی جماعت بنائی گئی۔ حضرت حافظ ضامن شہیدؒ کو صدر مجلس جنگ، حضرت نانوتویؒ کو چیف کمانڈر، مولانا محمد منیر نانوتویؒ کو معاون کمانڈر اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو فوجی سکریٹری بنایا گیا۔

اتفاق سے اسی زمانے میں انگریزی فوج کے چند سوار کہاروں کے کندھوں پر کارتوسوں کی بہنگیاں لدوائے ہوئے سہارن پور سے کیرانہ جا رہے تھے، جماعت مجاہدین کے لیے یہ بڑا اچھا موقع تھا، انھوں نے سواروں پر حملہ کر کے ہتھیار چھین لیے۔ انگریزی افسر جو ساتھ تھے مقابلے میں مارے گئے۔ اس کامیابی کے بعد مجاہدین نے قریب کی تحصیل شاملی پر حملہ کیا جس میں انگریزوں کی ایک چھوٹی سی فوج رہتی تھی۔ تحصیل کو انگریزی فوج نے قلعے کی طرح مستحکم کر کے دروازہ بند کر لیا۔ مجاہدین چوں کہ کھلے میدان میں تھے، اس لیے انھیں انگریزی فوج کی گولیوں سے بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔ اس نازک موقع پر حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے بڑی جرأت و دلیری سے کام لے کر تحصیل کے پھاٹک کو آگ لگا دی۔ مجاہدین آگ کے شعلوں ہی میں تحصیل کے اندر گھس گئے۔ بڑا سخت معرکہ پڑا۔ دست بدست جنگ کے بعد محصورین ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔ عین اس وقت جب انگریزی فوجی ہتھیار ڈال رہے تھے حضرت حافظ ضامنؒ انگریزی فوج کی گولی سے شہید ہو گئے۔ کچھ روایات کے مطابق یہ معرکہ تین دن تک جاری رہا۔ انگریزی وقائع نگار ہنری جارج کین کے مطابق اس لڑائی میں ۱۱۳ محصورین مارے گئے۔

یہ واقعہ ۲۴؍محرم ۱۲۷۴ھ دوشنبہ (۱۴؍ستمبر ۱۸۵۷ء) کا ہے۔ مجاہدین کی یہ جماعت انگریزی فوج پر غالب آ گئی اور تحصیل پر قبضہ کر لیا اور عمارت کو توڑ پھوڑ کر کھنڈر بنا دیا۔ لیکن یہ جنگ ایک محاذ کی جنگ نہ تھی، یہ جنگ تو پورے ملک میں لڑی جا رہی تھی۔ سوئے اتفاق یہ کہ فتح شاملی کے دن ہی ۱۴؍ستمبر کو انگریزی فوج دہلی میں داخل ہو کر لال قلعہ پر قابض ہو گئی۔ بدقسمتی سے ہندوستانی عوام اس وقت اپنی طاقت کو منظم نہ کر سکے اور نتیجۃً انگریزوں کا پورے ملک پر تسلط قائم ہو گیا۔

انگریزوں نے دہلی پر قبضہ کرنے کے بعد اطراف و جوانب کے باغیوں کی سرکوبی کی مہم بڑے پیمانے پر شروع کی۔ انگریزوں کی اس فہرست میں تھانہ بھون اور شاملی بھی تھا۔ انگریزوں نے اس حملہ کا سخت انتقام لیا اور

تھانہ بھون کو بری طرح تباہ وبرباد کردیا۔ جنگ میں حصہ لینے والے تمام مجاہدین کے خلاف وارنٹ جاری ہوا۔اسی لیے حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ ہجرت کر کے چھپ چھپا کر مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ گرفتار ہوکر جیل میں قید کیے گئے لیکن چھ ماہ کے بعد رہائی پائی۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے خلاف بھی وارنٹ جاری ہوا لیکن دوسال تک انگریزوں کے ہاتھ نہیں آئے، پھر بالآخر حکومت برطانیہ نے ایسٹ انڈیا کمپنی سے حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی اور عام معافی کا اعلان کردیا۔(۱)

دارالعلوم دیوبند: مجاہدین حریت کی چھاؤنی

جہاد ۱۸۵۷ء کی ناکامی اور سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد، مسلمان طبقہ خاص طور پر انگریزوں کی انتقامی کارروائی کا سب سے زیادہ نشانہ بنا۔انگریزوں نے علماء وامراء کی ایک بڑی تعداد کو قتل کردیا، مدارس ومعاہد تباہ و برباد کردیے اور اسلامی تہذیب وثقافت کو ختم کرنے کا تہیہ کرلیا۔ ایسے ناگفتہ بہ حالات میں اکابرین دیوبند نے ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے مقصد سے تعلیمی تحریک برپا کرنے کا فیصلہ کیا اور دارالعلوم دیوبند اس سلسلہ کی پہلی کڑی تھی۔ سیاسی زوال نے مسلمانوں کو بے چارگی و مجبوری اور بے چینی و پریشانی کے جس عالم میں پہنچا دیا تھا، دارالعلوم دیوبند کے قیام سے انھیں سکون واطمینان اور قرار نصیب ہوا۔اور پھر تاریخ نے ثابت کردیا کہ علماء نے فراست ایمانی سے جو فیصلہ کیا تھا اس کے بالکل صحیح نتائج برآمد ہونے شروع ہوگئے۔ جہاں ایک طرف دارالعلوم دیوبند نے دینی تعلیم کے فروغ، عقائد صحیحہ و اسلامی تعلیمات کی اشاعت، مسلمانوں کے دینی تشخص کی حفاظت اور اسلامی علوم وفنون کی ترقی وآبیاری میں بھرپور حصہ لیا وہیں دوسری طرف مجاہدین اور سرفروشوں کی ایک جماعت پیدا کی جس نے آزادی کے مبارک جذبہ کو نہ صرف زندہ رکھا بلکہ انگریزی سامراج کا اس وقت تک تعاقب کرتے رہے جب تک وہ اس ملک کو چھوڑ کر نہ چلا گیا۔

ان علماء واکابر کو اگرچہ میدان جنگ میں شکست ہوچکی تھی لیکن ان کا تصورِ آزادی فنا نہیں ہوا تھا۔ ۱۸۵۷ء کے بعد صرف یہی جماعت تھی جس نے آزادی کے تصور کو ہندوستان میں زندہ رکھا۔ یہی نہیں بلکہ انگریز دشمنی اور آزادئ وطن کے جذبے میں جو حرارت، طاقت اور عمومیت پیدا ہوتی گئی وہ ان ہی حضرات کی پیہم کوششوں کا نتیجہ ہے۔

تحریک شیخ الہند

جہاد ۱۸۵۷ء کے بعد پہلے مرحلے میں دارالعلوم کا قیام عمل میں آیا۔ دارالعلوم نے خاموشی سے تقریباً پون صدی تک افراد کی تیاری پر توجہ مرکوز رکھی۔ بالآخر دارالعلوم دیوبند کے پہلے سپوت شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی مجاہدانہ سرگرمیوں سے یہ تحریک دوسرے مرحلے میں داخل ہوئی جس کو تحریک شیخ الہند یا عرف عام میں تحریک ریشمی رومال کہا جاتا ہے۔

تحریک شیخ الہند کی ابتدا بیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں ہوئی جب شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے شاگردوں اور متوسلین کی ایک بڑی جماعت اس انقلابی تحریک سے وابستہ ہو چکی تھی۔ شیخ الہندؒ کے نمائندے ملک کے اندر اور ملک کے باہر افغانستان، آزاد علاقہ، صوبہ سرحد اور حجاز کے اندر سرگرم اور فعال تھے۔

اس تحریک میں اہم رول آپ کے شاگرد مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے ادا کیا۔ شیخ الہندؒ نے مولانا سندھی کو کابل اس مشن پر بھیجا کہ حکومتِ افغانستان کو ہندوستان کی تحریکِ آزادی میں اخلاقی اور فوجی امداد دینے کے لیے تیار کرلیا جائے۔ اسی درمیان مولانا سندھی نے کابل میں ایک عارضی حکومتِ ہند قائم کی جس کے تین رکن تھے؛ راجہ مہندر پرتاپ سنگھ صدر، مولانا برکت اللہ بھوپالی وزیر اعظم اور مولانا عبید اللہ سندھی وزیر ہند۔ اس عارضی حکومت نے مختلف ممالک میں اپنے وفود روانہ کرکے انگریزوں کے خلاف رائے عامہ کو ہموار کرنے کی کوشش کی۔ اسی سلسلہ میں ایک وفد روس بھیجا گیا، اس کے بعد دو وفود ترکی اور جاپان کے لیے روانہ کیے گئے۔ ترکی جانے والے وفد میں عبدالباری اور شجاع اللہ اور جاپان جانے والے وفد میں شیخ عبدالقادر اور ڈاکٹر متھرا سنگھ شامل تھے۔ جاپان جانے والے وفد کو گرفتار کرکے روسی حکام نے برطانیہ کے حوالے کردیا اور بدقسمتی سے ترکی جانے والا وفد بھی برطانوی حکام کے قبضہ میں آ گیا۔ ان کے بیانات سے سارے واقعات انگریزوں کے علم میں آ گئے۔ انھیں دنوں مشہور ترک جرمن مشن افغانستان آیا جس کا مقصد افغانستان کو برطانیہ کے خلاف لڑنے پر آمادہ کرنا اور جنگ عظیم میں شامل کرنا تھا۔

تحریک آزادی کے لیے حضرت شیخ الہند نے اپنا مرکز بھی سرحدی علاقہ کو بنایا تھا۔ انگریزوں سے مقابلہ میں مجاہدین وہاں پہلے سے متحرک تھے۔ افغانی قبائل کو جہاد کی دعوت دینے اور ان کو متحد و متفق رکھنے کے لیے حاجی ترنگ زئی، عبدالرحیم سندھی وغیرہ متعدد افراد اس علاقہ میں کام کر رہے تھے۔ مرکز یاغستان سے تقاضہ ہو رہا تھا کہ حضرت شیخ الہند وہاں تشریف لے جائیں، تو مجاہدین کا اجتماع اور زیادہ ہو جائے گا، آپس کے تفرقہ کا خطرہ نہ رہے گا، اور کاروبار جہاد میں پختگی آ جائے گی؛ لیکن مجاہدین اور ضروریاتِ جہاد کے لیے غیر معمولی امداد کی بھی ضرورت تھی اور حضرت کے علاوہ اور کوئی ایسا نہ تھا کہ لوگ اس کی شخصیت سے متاثر ہوں اور محض خفیہ اشارہ پر غیر معمولی امداد پیش کردیں۔ لہٰذا حضرت نے فیصلہ کیا کہ کسی باقاعدہ حکومت کو آمادہ کیا جائے کہ وہ پشت پناہی کرے۔ اس مرحلہ پر حضرت نے یاغستان کے بجائے حجاز کا ارادہ کیا کہ ترکی حکومت سے رابطہ قائم کریں۔

اسی مقصد کے لیے حضرت شیخ الہند ۱۹۱۵ء میں حجاز تشریف لے گئے اور وہاں دو سال تک ان کا قیام رہا۔ حجاز میں خلافتِ عثمانیہ کے ذمہ داروں سے خصوصاً غالب پاشا گورنر مدینہ اور خلافت عثمانیہ کے وزیر الحرب انور پاشاہ وغیرہ سے رابطہ کیا اور انھیں ہندوستان کی صورت حال سے آگاہ کیا اور اپنے منصوبہ سے واقف کرایا۔ ان دونوں نے شیخ الہندؒ کے خیالات سے اتفاق کرتے ہوئے، ان کے منصوبے کی تائید کی اور برطانوی حکومت کے خلاف اپنے اور اپنی حکومت کے تعاون کا یقین دلایا۔ غالب پاشا نے تائید و تعاون پر مشتمل ایک خط آپ کو لکھ کر دیا جس

میں انھوں نے حضرت شیخ الہند کی شخصیت پر اعتماد کا اظہار اور اہل ہند سے ان کی مدد کی اپیل تھی۔ اس خط کو ہندوستان کی تحریک آزادی میں 'غالب نامہ' سے یاد کیا جاتا ہے۔ ترکی سپہ سالار غازی انور پاشا کے پیغام کا مضمون بھی وہی تھا جو غالب نامہ کا تھا یعنی اس میں ہندوستانیوں کے مطالبہ آزادی کی تحسین کی گئی تھی، اور اپنی طرف سے امداد واعانت کا وعدہ تھا اور ہر شخص کو جو ترکی کی رعیت یا ملازم ہو حکم تھا کہ مولانا محمود حسن صاحب پر اعتماد کرنے اور ان کی اعانت میں حصہ لینے کی تاکید تھی۔ یہ فرامین صندوق کی تلی میں پیوست کر کے ہندوستان پہنچائے گئے۔ پھر ان کے فوٹو لیے گئے اور ان کو افغانستان ویاغستان کے جہادی مراکز پہنچایا گیا۔

مولانا عبیداللہ سندھی نے حضرت شیخ الہند کو حالات سے مطلع کرنے کے لیے ریشمی کپڑے کے تین ٹکڑوں پر خط لکھ کر جولائی ۱۹۱۶ء میں عبدالحق نامی ایک نومسلم نوجوان کو دیا اور اس کو ہدایت کردی کہ یہ خطوط شیخ عبدالرحیم سندھی کو پہنچا دیں تاکہ وہ ان خطوط کو مدینہ روانہ کردیں۔ ایک روایت کے مطابق یہ خطوط مولانا منصور انصاری نے لکھے تھے۔ بہر حال یہ خطوط ملتان کے خان بہادر رب نواز خاں کو ہاتھ لگ گئے اور اس نے ملتان ڈویژن کے انگریز کمشنر کو یہ خطوط حوالے کردیے۔ بعد میں پنجاب سی آئی ڈی نے اس سلسلہ میں تحقیقات کیں۔ انگریزوں نے ان کارروائیوں اور مقدمات کو ریشمی رومال سازش کیس (Silk Letter Conspiracy Case) کا نام دیا اور اسی بنیاد پر اس کو 'تحریک ریشمی رومال' کہا جانے لگا۔ اس کیس سے متعلق تمام امور کی تفصیل انڈیا آفس لائبریری لندن کے پولیٹیکل اور سیکریٹ شعبہ میں محفوظ ہے۔

مولانا عبیداللہ سندھی نے یہ خطوط زرد رنگ کے ریشمی کپڑے کے تین ٹکڑوں پر لکھے تھے اور یہ تاریخی و سیاسی اعتبار سے اہمیت کے حامل ہیں۔ ان میں سے پہلا خط شیخ عبدالرحیم سندھی کے نام تھا۔ یہ خط حضرت مولانا شیخ الہند کو مدینہ بھیجنا تھا اور حضرت شیخ الہند کو خط کے ذریعہ بھی اور زبانی بھی آگاہ کردیں کہ وہ کابل آنے کی کوشش نہ کریں۔ دوسرا خط حضرت شیخ الہند کے نام تھا جس کے سلسلہ میں ہدایت تھی کہ تحریک کے ممتاز کارکنوں کو بھی یہ خط دکھا دیا جائے۔ اس خط میں رضا کار فوج جنود اللہ اور اس کے ۱۰۴ /افسروں کا ذکر تھا جن کی فوجی تربیت اور ذمہ داری لکھی گئی تھی۔ اس میں راجہ مہندر پرتاب سنگھ کی سرگرمی، عارضی حکومت کا قیام، روس وجاپان اور ترکی وفود کی تفصیل بیان کی گئی تھی۔

تیسرا خط بھی حضرت شیخ الہند کے نام تھا۔ اس خط میں تحریر تھا کہ ہندوستان میں تحریک کے کون کون سے کارکن سرگرم ہیں اور کون کون سے لوگ سست پڑ گئے ہیں۔ اس میں مولانا آزاد اور مولانا حسرت موہانی کی گرفتاری کی اطلاع بھی تھی۔ اس میں مہمند اور سوات کے علاقوں میں مجاہدین کی سرگرمیوں، جرمن ترک مشن کی آمد اور اس کے ناکام ہونے کے اسباب اور افغانستان کو جنگ میں شریک ہونے کے لیے کن کن چیزوں کی ضرورت ہے اس کی تفصیل بھی درج تھی۔ ساتھ ہی حضرت شیخ الہند کو یہ مشورہ دیا گیا کہ وہ مدینہ منورہ میں ٹھہر کر ترکی، افغانستان اور ایران میں معاہدہ کرانے کی کوشش کریں۔ اس خط میں حضرت شیخ الہند سے یہ بھی گزارش کی گئی تھی کہ وہ ہندوستان

نہ آئیں، حکومت نے ان کو گرفتار کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔

اسی زمانہ میں انگریزوں سے مل کر مکہ کے گورنر شریف حسین نے ترکی حکومت کے خلاف بغاوت برپا کردی۔ شریف حسین کے سرکاری علماء نے ایک استفتاء اور اس کا جواب مرتب کرایا، جس میں ترکی فوج کی تکفیر تھی، سلاطینِ آلِ عثمان کی خلافت سے انکار کیا گیا تھا اور شریف حسین کی بغاوت کو حق بجانب اور مستحسن قرار دیا گیا تھا۔ شریف حسین سے تعلق رکھنے والے بہت سے علماء نے اس پر دستخط کردیے تھے؛ لیکن علماء کی کثیر تعداد متردد اور خائف تھی۔ حضرت شیخ الہند کے سامنے یہ فتوی پیش کیا گیا تو حضرت نے اس پر تائیدی دستخط کرنے سے سختی سے انکار کردیا۔ آپ کے انکار پر تمام حق پرست علما کی ہمت بلند ہوگئی، جو حضرات متردد اور خائف تھے، ان سب نے دستخط کرنے سے انکار کردیا۔ فتوی پر دستخط نہ کرنے کی وجہ سے حکومتِ برطانیہ کے اشارے پر شریف حسین نے گرفتاری کے احکام جاری کردیے، حضرت شیخ الہند طائف میں ۱۵/فروری ۱۹۱۷ء کو گرفتار کرلیے گئے اور وہاں سے بحیرۂ روم میں واقع جزیرہ مالٹا روانہ کردیے گئے جو برطانیہ کے سیاسی اور جنگی قیدیوں کا مرکز تھا۔ وہاں سخت تکلیف کی زندگی گزارنے کے بعد ۸/جون ۱۹۲۰ء کو تین برس سات مہینے کی اسارت کے بعد بمبئی پہنچا کر آپ کو رہا کیا گیا۔

دوسری طرف ریشمی رومال خطوط کی روشنی میں ہندوستان میں بھی حکومت نے نہایت ہی تیزی سے کاروائی شروع کی، چھاپے مارے اور گرفتاریاں شروع کیں۔ ۲۲۲/افراد کے خلاف انکوائری اور پوچھ تاچھ کی گئی۔ ۵۹/ اشخاص پر حکومت برطانیہ کا تختہ الٹنے کا اور غیر ممالک سے امداد حاصل کرنے کی سازش کا مقدمہ قائم کیا گیا۔ ادھر افغانستان میں بھی امیر حبیب اللہ کی رائے بدل گئی، اس نے انگریزوں کے دباؤ پر مولانا عبیداللہ سندھی اور ان کے ساتھیوں کی گرفتاری اور نظر بندی کا حکم جاری کردیا۔

جنگ عظیم کی ابتدا، عربوں کی ترکوں کے خلاف بغاوت، امیر حبیب اللہ کی طوطا چشمی اور دوسرے اسباب کی بنیاد پر تحریک ریشمی رومال اپنے انقلابی مقاصد کو پورا کرنے میں ناکام رہی لیکن اس تحریک کی تفصیلات سے بوریہ نشین علماء کی بلندیٔ فکر، مجاہدانہ اولوالعزمی اور ان کے تدبر و سیاست کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کی تحریک آزادی کی تاریخ میں 'تحریک ریشمی رومال' ایک تابناک باب کی حیثیت رکھتی ہے۔

شیخ الہند کی اس تحریک میں مولانا منصور انصاری، مولانا فضل ربی، مولانا فضل محمود، حاجی ترنگ زئی، مولانا محمد اکبر کا شمار اہم ارکان میں تھا۔ مولانا عبدالرحیم رائے پوری، مولانا محمد احمد چکوالی، مولانا محمد صادق کراچوی، شیخ عبدالرحیم سندھی، مولانا احمداللہ پانی پتی، ڈاکٹر مختار احمد انصاری وغیرہ نے اپنا تعاون پیش کیا۔ ان کے علاوہ مولانا محمد علی جوہر، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا احمد علی لاہوری، حکیم اجمل خان وغیرہ بھی آپ کے مشیر و معاون تھے۔ مالٹا کے اسارت خانہ میں حضرت شیخ الہند کے ساتھ آپ کے دیگر رفقاء حضرت مولانا حسین احمد مدنی، مولانا عزیر گل پشاوری، مولانا حکیم نصرت حسین امروہوی، مولانا وحید احمد فیض آبادی وغیرہم بھی قید کیے گئے تھے۔

حضرت شیخ الہندؒ نے مالٹا سے واپسی کے بعد ملک کی آزادی میں سرگرم حصہ لیا۔ مالٹا میں اسارت کے

زمانے میں حضرت شیخ الہند نے محسوس کرلیا تھا کہ ہندوستان کی آزادی صرف ایک قوم اپنی کوشش سے حاصل نہیں کرسکتی ہے۔لہٰذا آپ نے انقلاب وتشدد کی پالیسی بدل کر ہندوستان کی آزادی کو ہندو اور مسلمان کی مشترکہ جد وجہد سے حاصل کرنے کی کوشش کی۔اسی سلسلہ میں آپ نے نیشنلسٹ طاقتوں کا ساتھ دیا اور جامعہ ملیہ اسلامیہ کی بنا میں حصہ لیا۔(۲)

جمعیۃ علمائے ہند اور جدوجہد آزادی

۱۹۱۹ء میں ہی تحریک خلافت شروع ہوئی جو جنگ عظیم اول کے بعد خلافت عثمانیہ کے تحفظ اور ہندوستان پر برطانوی تسلط کے خلاف ایک نہایت مؤثر اور ہمہ گیر تحریک تھی۔اس تحریک نے ہندوستان میں ہندو مسلم اتحاد کا عظیم الشان نمونہ پیش کیا اور اس پلیٹ فارم سے مسلمان اور ہندو شانہ بشانہ انگریزی حکومت کے خلاف لڑے۔ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ و دیگر علمائے دیوبند اس تحریک میں شریک رہے۔۱۳رنومبر ۱۹۱۹ء کو دہلی میں خلافت کمیٹی کا اجلاس مولانا فضل الحق کی صدارت میں ہوا جس میں برطانیہ کے جشنِ صلح کے بائیکاٹ کی تجویز مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نے پیش کی جس کی تائید میں گاندھی جی نے بھی تقریر کی۔اسی موقع پر انقلابی علماء نے 'جمعیۃ علمائے ہند' کے نام سے باضابطہ دستوری جماعت کی تشکیل کا فیصلہ کیا جس کے پہلے صدر مفتی اعظم حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ منتخب ہوئے۔ جمعیۃ علمائے ہند کے قیام کے بعد علمائے دیوبند کی مجاہدانہ سرگرمیاں اسی پلیٹ فارم سے جاری رہیں اور ہندوستان کی آزادی اس جماعت کا بنیادی مشن تھا۔

جمعیۃ علمائے ہند ایک ایسے وقت میں قائم ہوئی جب انگریزی استبداد اپنی آخری حدوں کو چھو رہا تھا اور کسی میں جرأت موجود نہیں تھی کہ وہ سات سمندر پار کی اس اجنبی مخلوق کے خلاف کوئی آواز بلند کرسکے،لیکن جمعیۃ علمائے ہند اور اس کے بانیوں نے سب سے پہلی جو آواز لگائی وہ وہی تھی جسے سننے کے لیے ہر ہندوستانی گوش برآواز تھا، اس نے مکمل آزادی کا نعرہ دیا اور کہنا چاہیے کہ اس نعرہ کے ذریعہ اس نے تحریک آزادی کے لیے قائم تمام تنظیموں، تحریکوں اور انجمنوں پر سبقت حاصل کرلی۔

جون ۱۹۲۰ء میں خلافت کانفرنس الہ آباد میں نان کوآپریشن (ترک موالات) شروع کرنے کا فیصلہ ہوا۔ جولائی ۱۹۲۰ء میں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ نے ترک موالات کا فتوی دیا جس کو بعد میں مولانا ابوالمحاسن سجاد بہاریؒ نے مرتب کرکے جمعیۃ علمائے ہند کی طرف سے ۴۸۴ دستخطوں کے ساتھ شائع کیا۔غیر ملکی مال کے بائیکاٹ اور برطانوی حکومت کے ساتھ عدم تعاون کی یہ تجویز بہت کارگر ہتھیار تھا جو جنگِ آزادی میں استعمال کیا گیا، انگریزی حکومت اس کا پورا نوٹس لینے پر مجبور ہوئی اور اس کا خطرہ پیدا ہوگیا کہ پورا ملکی نظام مفلوج ہوجائے اور عام بغاوت پھیل جائے۔

نومبر ۱۹۲۰ء میں جمعیۃ علمائے ہند کا دوسرا اجلاسِ عام دہلی میں حضرت شیخ الہندؒ کی صدارت میں ہوا۔آپ نے

اپنے خطبۂ صدارت میں سیاسی جدوجہد کی منتشر طاقت کو متحد و مؤثر بنانے کے لیے کانگریس کے مشترکہ پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی دعوت دی۔ حضرت شیخ الہند کی اس کوشش نے جنگ آزادی کے نعرہ میں ایک روح پھونک دی۔

جولائی ۱۹۲۱ء میں خلافت کانفرنس کراچی کے اجلاس میں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے صاف لفظوں میں اعلان کیا کہ حکومت برطانیہ کے ساتھ موالات واعانت کے تمام تعلقات اور ملازمت حرام ہے۔ اس کے پاداش میں کراچی کا مشہور مقدمہ چلا جس میں آپ کے ساتھ مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، گروشنکراچاریہ وغیرہ کو دو دو سال قید بامشقت کی سزا ہوئی۔

جنوری ۱۹۲۴ء میں جمعیۃ علمائے ہند کے پانچویں اجلاس میں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے اپنے خطبہ میں آزادئ کامل کی طرف سب سے پہلے توجہ دلائی۔ پھر جمعیۃ علمائے ہند نے حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ کے صدارت میں ہونے والے ساتویں اجلاس میں ۱۴/ مارچ ۱۹۲۶ء کو سب سے پہلے مکمل آزادی کی تجویز پاس کی۔ ہندوستان پر برطانوی قبضہ کے خلاف ہندوستانیوں کی طرف سے یہ پہلی تجویز تھی جس نے ببانگ دہل برطانیہ سے ملک کی مکمل آزادی کی حمایت کی، ورنہ اس وقت کانگریس وغیرہ دیگر قومی جماعتیں حکومت سے محض کچھ مراعات کی طالب ہوا کرتی تھیں۔ بالآخر جمعیۃ علمائے ہند کی یہی تجویز ملک کے ہر فرد کی آواز بن گئی۔

۱۹۲۹ء میں گاندھی جی کے 'ڈانڈی مارچ' اور نمک سازی تحریک میں جمعیۃ علمائے ہند کے رہ نما مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی وغیرہ نے شرکت کی اور دیگر قومی کارکنوں کے ساتھ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا سید فخر الدین مرادآبادی، مولانا سید محمد میاں دیوبندی اور مولانا بشیر احمد بھٹہ وغیرہ بھی گرفتار ہوئے۔

۱۹۳۰ء کی تحریک سول نافرمانی میں جمعیۃ علمائے ہند کے صدر حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی اور ناظم اعلی جمعیۃ علمائے ہند مولانا احمد سعید دہلوی کو قانونِ تحفظِ عامہ اور بغاوت کے جرم میں گرفتار کر کے قید بامشقت کی سزا دی گئی۔ ۱۹۳۲ء میں جب دوبارہ سول نافرمانی کی تحریک شروع کی گئی تو جمعیۃ علمائے ہند نے بھی کانگریس کی جنگی کونسل کی طرح 'ادارہ حربیہ' قائم کر کے ڈکٹیٹرانہ نظام جاری کیا جس کے ذمہ دار مولانا ابوالمحاسن سجاد صاحب تھے۔ مارچ ۱۹۳۴ء میں جمعیۃ علمائے ہند کے پہلے ڈکٹیٹر حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی ایک لاکھ افراد کا جلوس لے کر نکلے اور گرفتار کر لیے گئے۔ جمعیۃ علمائے ہند کے دوسرے ڈکٹیٹر حضرت مولانا حسین احمد مدنی کو بھی دیوبند سے دہلی آتے ہوئے راستے میں گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بعد سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا محمد میاں دیوبندی، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی وغیرہم ڈکٹیٹر منتخب ہوتے رہے اور گرفتاریاں دیتے رہے۔ اس تحریک میں تقریباً تیس ہزار مسلمان گرفتار کیے گئے۔

۱۹۳۵ء میں حکومت ہند کا جو دستور بنایا گیا تھا اس میں مسلمانوں کی مذہبی و ملی مشکلات کے حل کے لیے جمعیۃ علمائے ہند نے ایک فارمولا پیش کیا تھا جس کو 'مدنی فارمولا' کا نام دیا گیا تھا۔ اگر اس فارمولے کے مطابق دستور

بنایا جاتا تو کافی حد تک مسلمانوں کی مشکلات حل ہو جاتیں اور ملک تقسیم نہ ہوتا۔ بہرحال گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے ذریعہ مسلمانوں کو جو بھی مراعات حاصل ہوئیں وہ اسی فارمولے کی بنیاد پر شامل ہوئیں۔

۱۹۳۶-۳۷ء میں جمعیۃ علمائے ہند نے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی کی رہ نمائی میں صوبہ سرحد کی اسمبلی میں شریعت بل کا مسودہ پیش کر کے پاس کرایا، جو بالآخر شریعت ایکٹ بنا اور آج تک نافذ ہے۔ ۱۹۳۷ء میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی نے انگریزی اقتدار کے مقابلے میں بلا تفریق مذہب وملت ہندوستانیوں کے لیے متحدہ قومیت کی وکالت کی اور اس کو قرآن وحدیث سے ثابت کیا۔ اُس وقت مسلم لیگ اور ہندو مہا سبھا کی جانب سے مذہب پر مبنی تصورات پیش کیے جا رہے تھے۔

۱۹۳۹-۴۰ء میں دوسری جنگ عظیم کے موقع پر جمعیۃ علمائے ہند نے جبری بھرتی کی پرزور مخالفت کی اور اعلان کیا کہ جنگ کے سلسلہ میں ہم کسی طرح کا تعاون نہیں کریں گے، جس کی پاداش میں جمعیۃ کے رہ نماؤں اور کارکنوں کو گرفتار کیا گیا۔ ان میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا محمد قاسم شاہجہانپوری، مولانا ابوالوفا شاہجہانپوری، ، مولانا محمد اسماعیل سنبھلی، مولانا شاہد میاں فاخری الہ آبادی، مولانا اختر الاسلام مدرسہ شاہی مراد آباد وغیرہ شامل ہیں۔

اپریل ۱۹۴۲ء میں جمعیۃ علماء کی بچھرایوں کانفرنس میں آزادی کے مطالبہ کی پاداش میں حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کو جون ۱۹۴۲ء میں گرفتار کر لیا گیا اور چھ ماہ کی مدت اسارت ختم ہونے کے وقت دوبارہ غیر محدود عرصہ کے لیے نظر بند کر دیا گیا۔ ۵/ اگست ۱۹۴۲ء کو جمعیۃ علمائے ہند کی مجلس عاملہ کے چار مقتدر ارکان حضرت مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا احمد سعید دہلوی اور مولانا عبدالحلیم صدیقی لکھنوی کے دستخطوں سے ایک اخباری بیان جاری کیا گیا جس میں کھلے لفظوں میں کہا گیا تھا کہ ''انگریز ہندوستان چھوڑ دے''۔ اس کے بعد ۸/ اگست کو کانگریس نے بمبئی کے اجلاس میں 'کوئٹ انڈیا' (انڈیا چھوڑ دو) کی تجویز پاس کی۔ اس کی پاداش میں کانگریس کی طرح جمعیۃ علمائے ہند کے رہ نما اور ہزاروں کارکن گرفتار ہوئے جن میں مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا محمد میاں دیوبندی، مولانا نورالدین بہاری وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

جمعیۃ علمائے ہند نے مسلمانوں کے لیے الگ اسٹیٹ یعنی نظریۂ قیامِ پاکستان کی ہمیشہ پوری قوت کے ساتھ مخالفت کی۔ لیکن ۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء کو مجاہدین ملت کی بیش بہا قربانیوں کی بدولت جب آفتابِ آزادی نصف شب کو طلوع ہوا، برطانوی شاطر حکمراں اپنی پھوٹ ڈالنے والی سیاست میں کامیاب ہو چکے تھے۔ اس مبارک گھڑی میں ہندو مسلم اتحاد کی وہ عمارت جس کی تعمیر جمعیۃ علماء کے اکابر نے کی تھی وہ لرزہ براندام ہوگئی، نفرت کی آندھیوں میں صدیوں کے پروردہ رشتے کچے دھاگوں کی طرح ٹوٹ گئے۔ اس وقت شمالی ہند کے مسلمانوں کے سامنے کربلا جیسے مناظر تھے۔ اس بھیانک تاریکی میں جمعیۃ علمائے ہند نے امید کا چراغ روشن کیا، لڑکھڑاتے قدموں کو سہارا دیا اور حوصلوں کو بحال کیا۔ (۳)

خلاصۂ کلام

ہندوستان کی تحریک آزادی کی پوری تاریخ میں علمائے دیوبند کی مجاہدانہ سرگرمیاں بہت نمایاں ہیں۔فکر ولی اللہی کے وارث وامین ہونے کی حیثیت سے علمائے دیوبند نے پورے تسلسل اور اعتماد کے ساتھ انگریزوں سے لوہا لیا اور بالآخر انھیں ملک چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ان علماء نے جذبۂ آزادی کی شمع ایسے تیرہ وتاریک ماحول میں بھی جلائے رکھی جب برطانوی جبر واستبداد اپنے عروج پر تھا اور انگریزوں کے خلاف کوئی بھی میدان میں نہیں تھا۔ان علماء نے پوری سیاسی بصیرت اور تدبر کے ساتھ وقت اور حالات کے تقاضے کے تحت اپنے ہتھیار بدلے، اپنا طریقۂ کار تبدیل کیا، لیکن آزادی کے عظیم الشان ہدف ومقصد سے کبھی سرِ مو انحراف نہیں کیا۔یہ ان بوریہ نشین علماء ہی کی دور رس نگاہیں تھیں جنھوں نے ہر موڑ پر تحریک آزادی کی قیادت کی اور مکمل آزادی، کوئٹ انڈیا وغیرہ جیسی تاریخی تحریک شروع کرنے میں انھوں نے دوسروں پر سبقت حاصل کی؛ جب کہ دوسری طرف ملک وبیرون ملک کے اعلی تعلیمی اداروں سے سیاست و پولیٹکل سائنس کی ڈگریاں حاصل کرنے والے افراد ان کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکے اور وہ انگریزی حکومت کو ہمیشہ ناقابل تسخیر ہی سمجھتے رہے۔

دوسری طرف علماء نے تقسیم ہندوستان اور نظریۂ پاکستان کی زبردست مخالفت کی، حالاں کہ وہ اس میں کامیاب نہیں ہو پائے اور انگریز اپنی تفرقہ انگیزی کی سیاست میں کامیاب ہوئے؛ لیکن علماء کی متحدہ قومیت کی حمایت کا سب سے اہم فائدہ یہ ہوا کہ ہندوستان ایک سیکولر اور جمہوری ملک بنا اور اس کے دستور نے ہندوستانی مسلمانوں کو برابر کا حق دیا۔خدانخواستہ اگر ملک کا سیاسی ڈھانچہ غیر سیکولر اور غیر جمہوری ہوتا تو مسلمانوں کا اس ملک میں کیا حال ہوتا اس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ہندوستان کے آئین میں مسلمانوں کو باعزت برابری کا حق ان ہی علماء کی متحدہ کوششوں کا نتیجہ ہے جنھوں نے ہر طرح کی فرقہ واریت اور مذہبی لکیروں سے ہٹ کر اس کثیر المذہب اور متنوع الثقافہ ملک کے لیے سیکولر آئین بنوایا تاکہ یہاں ہر مذہبی طبقہ اپنے مذہب پر آزادی کے ساتھ قائم رہ سکے اور اپنے مذہب کی بقا واشاعت کے لیے خودمختار ادارے قائم کر سکے۔

حوالہ جات:

(۱) تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد اول، ص ۵۰۶ تا ۵۱۰، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ: حیات اور کارنامے، ص ۸۲ تا ۹۴

(۲) نقش حیات، حضرت مولانا حسین احمد مدنی، جلد دوم، صفحہ ۱۳۱ تا ۱۷۸؛ تفصیل کے لئے دیکھیں: ریشمی خطوط سازش کیس، مولانا محمد میاں دیوبندی

(۳) جمعیۃ علماء نمبر، ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی، شائع شدہ بہ موقع ۲۵ رواں اجلاس عام ممبئی ۱۹۹۵ء، ص ۵۷ تا ۶۵

علمائے دیوبند کی ملّی وسماجی خدمات

علمائے دیوبند کی تاریخ سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے کہ ان کا دائرۂ عمل محض مذہبی اور تعلیمی میدان ہی تک محدود نہیں رہا، بلکہ انھوں نے ہمیشہ ملک وسماج سے جڑ کر تمام مسلمانوں اور عام انسانوں کی خدمت کو بھی اپنے دائرۂ عمل میں شامل رکھا۔ علمائے دیوبند ہمیشہ سماج کے ہر طبقہ سے مربوط رہے اور ملت وسماج کی ضروریات کے پیش نظر انھوں نے حسب استطاعت اپنی خدمات پیش کرنے میں لیت ولعل سے کام نہیں لیا۔ عوام میں تعلیمی بیداری کا فروغ اور جہادِ آزادی میں سرگرم حصہ داری اسی احساس فرض کا نتیجہ تھی جس سے علمائے دیوبند نے کبھی پہلو تہی نہیں کی۔

تقسیم ملک کے بعد ہندوستان میں علمائے دیوبند نے بہت سے سماجی ورفاہی، ملی ونیم سیاسی ادارے قائم کیے اوران کے توسط سے ہندوستان میں سیاسی وسماجی سطح پر مسلمانوں کے پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے کی کوششیں کی۔ ان اداروں میں علمائے دیوبند کی نمائندہ تنظیم 'جمعیۃ علمائے ہند' کا دائرۂ کار سب سے زیادہ وسیع اور مؤثر رہا ہے۔ اس کے علاوہ دیگر تنظیمیں جیسے مسلم پرسنل لا بورڈ وغیرہ ہیں جنھیں علمائے دیوبند نے یا تو قائم کیا یا اپنے سرگرم تعاون سے انھیں تقویت پہنچائی۔ ذیل کی سطور میں علماء کی ان ہی ملی وسماجی خدمات کی ایک جھلک پیش کی جارہی ہے۔

جمعیۃ علمائے ہند اور اس کی ملی وسماجی خدمات

جمعیۃ علمائے ہند، آزاد ہندوستان کی تاریخ میں مسلمانوں کی سب سے قدیم اور بڑی تنظیم ہے جس نے مسلمانوں کے جان ومال اور دین ومذہب کے تحفظ، فرقہ واریت کی مخالفت، تعلیم اور ریلیف وبازآبادکاری کے میدانوں میں عظیم الشان اور قابل فخر خدمات انجام دی ہیں۔ جمعیۃ علماء کے اکثر مرکزی صدور اور صوبہ جات واضلاع کے صدور وذمہ داران دارالعلوم دیوبند کے اکابر وعلماء رہے ہیں جن میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، حضرت مولانا محمد میاں دیوبندیؒ، حضرت مولانا سید فخر الدین مرادآبادیؒ، حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ وغیرہ جیسی نمایاں شخصیات شامل ہیں۔

۱۹۴۷ء میں ملک کی آزادی اور مسلم آبادی کی تقسیم کے بعد ہندوستان میں قیام کا فیصلہ کرنے والے مسلمانوں کے لیے زندگی بہت مشکل تھی، خصوصاً شمالی ہند اور دہلی واطراف کے مسلمانوں پر ایک قیامت صغریٰ ٹوٹ پڑی تھی۔ ان پرخطر اور نازک حالات میں مسلمانوں کو تسکین وتسلی دینے اور ان کے پیروں کو جمانے میں اکابرِ جمعیۃ نے اہم کردار ادا کیا۔

اسی طرح ملک کے طول وعرض میں فرقہ وارانہ فسادات اور فرقہ پرستی کی روک تھام کے لیے طویل اور صبر آزما جدوجہد کی۔ اس سلسلہ میں جمعیۃ علماء نے پارلیمنٹ اور اسمبلی کے ایوانوں سے لے کر عوامی مقامات اور جلسہ گاہوں سے فرقہ واریت کی مخالفت کی اور ملک دشمن طاقتوں کو آشکارا کیا۔ جمعیۃ علماء کے علماء واکابر نے بڑی جرأت اور استقامت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا اور فساد زدہ مسلمانوں کی مدد اور بازآبادکاری میں جو خدمات انجام دیں وہ ہماری ملّی تاریخ کا روشن باب ہیں۔

ہندوستانی مسلمانوں کے لیے جمعیۃ علمائے ہند کی سب سے اہم خدمت اور کارنامہ ہندوستانی دستور کا سیکولر ڈھانچہ ہے۔ دستور کے بہت سے اجزا جن کا براہ راست یا بالواسطہ تعلق مسلمانوں سے ہے، حالات و ماحول کے لحاظ سے جو بھی ممکن تھا مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے دستور ساز اسمبلی کے رکن ہونے کی حیثیت سے وہ کر دکھایا۔ آج دستور میں اقلیتوں کو جو حقوق، مراعات اور ضمانتیں دی گئی ہیں ان میں سے بیشتر جمعیۃ علمائے ہند کے رہ نماؤں کی جدوجہد اور کوششوں کا ثمرہ ہیں۔ آج دستور کی وہی دفعات ہیں جو مسلمانوں کو ہندوستان میں سربلند رکھنے کے مواقع فراہم کرتی ہیں۔ اگر ان حقوق کو حاصل کرنے کی طاقت پیدا ہوجائے اور مسلمان احساسِ کمتری سے نکل آئیں تو ان کا مستقبل تابناک ہوسکتا ہے۔

جمعیۃ علمائے ہند نے ملک کے دستور اور اس کے سیکولر تانے بانے سے چھیڑ چھاڑ کرنے والی ہر کوشش اور سازش کے خلاف آواز اٹھائی۔ وہ خواہ پرارتھنا یا قومی گیت، وندے ماترم کا معاملہ ہو یا نصابی کتابوں میں مخصوص فرقہ وارانہ ذہنیت کی پرورش کا، خواہ یکساں سول کوڈ کا معاملہ ہو یا مذہبی عمارات بل کا، خواہ سرحدی علاقوں میں مسلمانوں کی شہریت کا مسئلہ ہو یا مسلم عائلی مسائل سے چھیڑ چھاڑ کا، ہر معاملہ میں جمعیۃ علمائے ہند نے اپنے دستوری حق کے حصول اور سیکولرزم کی بقا کے لیے پوری کوشش کی۔ جمعیۃ علمائے ہند کی ان ہی کوششوں کی وجہ سے دستور اور سیکولرزم میں یقین نہ رکھنے والے افراد اور جماعتوں کی ناپاک سازشیں کام یابی سے ہم کنار نہ ہوسکیں۔

ہندوستان میں موقوفہ جائیدادوں اور مسلم اوقاف پر غاصبانہ قبضے، قبرستانوں اور مسجدوں تک کی فروخت، نااہل متولیوں کی جارحانہ گرفت و خیانت، زمینداری کے خاتمہ کے نتیجہ میں اوقاف کے سلسلہ میں پیش آمدہ دشواریاں، وقف کمیٹیوں کی حالتِ زار اور اس طرح کے دوسرے بہت سے متعلقہ مسائل ایسے تھے جنھوں نے ملت کے لیے مالی، اقتصادی اور مذہبی دشواریاں پیدا کردی تھیں۔ چناں چہ جمعیۃ علمائے ہند نے ان مسائل کی طرف بھرپور توجہ دی۔ جمعیۃ علماء نے مختلف مواقع پر مؤثر تجاویز، قانونی کارروائی اور اثر ورسوخ کے ذریعہ اوقاف کی بحالی اور اصلاح و درستگی کے لیے قدم اٹھایا۔ اس سلسلہ میں فروری ۱۹۷۹ء کو کل ہند اوقاف کانفرنس منعقد کی گئی اور جمعیۃ کی وقف کمیٹی کے مرتب کردہ مسودہ کو پارلیمنٹ میں پاس کر کے ایکٹ کی صورت دی گئی۔

بابری مسجد کا قضیہ ہندوستان کی تاریخ کا سب سے اہم اور حساس قضیہ ہے جس کی وجہ سے ملک میں فسادات، قتل وخون، بدامنی و بے چینی اور افتراق وانتشار کا ایک طوفان برپا ہوا اور بالآخر فرقہ پرستوں نے حکومتی پشت پناہی

میں ٦ ر دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد کو شہید کرڈالا۔ بابری مسجد کیس میں جمعیۃ علمائے ہند ۱۹۳۴ء ہی سے سرگرم عمل ہے جب انگریزوں نے ہندو مسلم کو باہم لڑانے اور اپنے اقتدار کو مضبوط کرنے کے مقصد سے بابری مسجد کی جگہ کے سلسلہ میں من گھڑت واقعات کی بنیاد پر رام جنم بھومی کا شاخسانہ پیدا کیا جب کہ ساڑھے تین سو سال تک بابری مسجد کے تعلق سے کوئی جھگڑا نہیں تھا اور تاریخی طور پر اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ رام مندر توڑ کر بابری مسجد بنائی گئی۔

مارچ ۱۹۳۴ء میں دو فرقوں کے درمیان ہونے والے تصادم کے بعد حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ صدر جمعیۃ علمائے ہند نے خود اجودھیا جا کر حالات کا جائزہ لیا اور ورکنگ کمیٹی کو رپورٹ پیش کی۔ دسمبر ۱۹۴۹ء کی جس رات کو مسجد میں بت رکھے گئے جمعیۃ علماء کے قائدین حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ اور مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے اس جسارت کو ہندوستان کی جمہوریت کے لیے بدنما داغ اور سیکولزم کے لیے شرمناک حرکت قرار دیا۔ جمعیۃ علماء نے موضوع کی نزاکت کے پیش نظر فیصلہ کیا کہ اس کو عوامی مسئلہ نہ بنایا جائے، بلکہ قانونی کارروائی اور حکومت کے ساتھ رابطہ سے اس مسئلہ کے حل کی کوشش کی جائے۔ اسی مقصد کے پیش نظر جمعیۃ نے قانونی انصاف کے حصول کے لیے ۱۹۴۹ء ہی میں عدالتی کارروائی کا آغاز کر دیا تھا۔ دوسری طرف جمعیۃ علماء نے برادران وطن کو مسئلہ کی اہمیت سے آگاہ کرنے اور مبنی برانصاف پالیسی اپنانے کے لیے بابری مسجد کے تعلق سے تاریخی حقائق کو آشکارا کرنا شروع کیا۔ اس کے لیے انھوں نے باہمی تبادلۂ خیال کی راہ اپنائی اور بالآخر وہ برادران وطن کی ایک بڑی تعداد کو قائل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ جمعیۃ کی یہ پالیسی نہ صرف مسجد کے تحفظ کے نقطۂ نظر سے ضروری تھی بلکہ ملکی اتحاد اور قومی یکجہتی کے لیے بھی ضروری تھی۔ لیکن حکومت کی منافقانہ پالیسیوں اور فرقہ پرستوں کی بڑھتی قوت کے پیش نظر بیسوی صدی کی آٹھویں دہائی میں بابری مسجد کا قضیہ ایک حساس سیاسی اور فرقہ وارانہ مسئلہ بن گیا اور آخر کار بابری مسجد کو فرقہ پرستوں نے حکومتی سرپرستی میں دن دہاڑے شہید کرڈالا۔ جمعیۃ علماء اس وقت سے لے کر آخر تک بابری مسجد کیس میں مدعی رہی۔ افسوس کہ بالآخر فرقہ پرست عناصر اپنے مقاصد میں کامیاب ہوگئے اور سپریم کورٹ نے بہت سارے تاریخی حقائق (کہ بابری مسجد مندر توڑ کر نہیں بنائی گئی، مسجد میں مورتی رکھنا غیر قانونی عمل تھا وغیرہ وغیرہ) کو تسلیم کرنے کے باوجود عدل وانصاف کو شرمسار کرتے ہوئے مسجد کی زمین ہندوؤں کو مندر کی تعمیر کے لئے دے دی اور مسجد کے لئے متبادل زمین کا فیصلہ سنایا۔

جمعیۃ علماء کے اکابر واسلاف نے ابتدا ہی سے جو معتدل پالیسی اپنائی تھی وقت کی کسوٹی نے اسے حرف بہ حرف صحیح ثابت کر دکھایا ہے۔ جو لوگ جمعیۃ علماء کو اس کی معتدل پالیسی کی وجہ سے مصلحت پسندی کا طعنہ دے کر بدنام کرتے تھے، آج وہ بھی اس اعتراف پر مجبور ہیں کہ اکابر جمعیۃ نے بابری مسجد کے تئیں جو پالیسی بنائی تھی اگر اس پر عمل کیا جاتا تو آج شاید وہ حالات رونما نہیں ہوتے جو اس وقت ہندوستانی مسلمانوں اور ان کی عبادت گاہوں کے لیے باعثِ تشویش بنے ہوئے ہیں۔

جمعیۃ علمائے ہند کا دائرۂ کار بہت وسیع ہے۔ اس نے اردو زبان کے تحفظ، علی گڈھ مسلم یونیورسٹی اور جامعہ ملیہ

اسلامیہ کے اقلیتی کردار کے تحفظ اور دیگر بہت سے اہم مسائل میں ملک وملت کی قیادت کی۔ جمعیۃ علماء نے ہندوستان میں مسلمانوں کو مذہبی طور پر متحد کرنے کے لیے امارت شرعیہ قائم کی اور دوسری طرف مسلمانوں کے اندر پیدا ہونے والی بہت سی مذہبی وسماجی برائیوں کے خاتمہ کے لیے اصلاح معاشرہ تحریک کی شروعات کی۔ آزاد ہندوستان میں امن وامان، فرقہ وارانہ ہم آہنگی، جمہوریت کے فروغ اور سیکولزم کے تحفظ کے لیے اکابر جمعیۃ اور علمائے دیوبند کی کوششیں جدید ہندوستان کی تاریخ کا روشن باب ہے جنھیں کوئی انصاف پسند مؤرخ نظر انداز نہیں کرسکتا۔(۱)

مسلم پرسنل لا کا تحفظ

ہندوستان کے جمہوری اور سیکولر نظام میں مسلمانوں کے لیے مسلم پرسنل لا کی بڑی اہمیت ہے تاکہ مسلمان اپنے تمام عائلی اور شخصی معاملات کو بھی شریعت اسلامیہ کے دائرے میں رہتے ہوئے حل کریں۔ علمائے دیوبند نے برطانوی دور میں اور ملک کی آزادی کے بعد جمہوری حکومتوں کے عہد میں اس اہم مسئلہ کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ ۱۹۱۷ء میں وزیرِ ہند کی ہندوستان آمد کے موقع پر ملک کے انتظام میں کچھ تغیرات متوقع تھے۔ اس وقت علمائے دیوبند نے حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب کی سربراہی میں وزیر ہند کو دس دفعات پر مشتمل ایک میمورنڈم پیش کیا اور پوری صفائی کے ساتھ مطالبہ کیا کہ حکومت مسلمانوں کے عائلی مسائل کے سلسلہ میں کوئی ایسا ایکٹ وضع نہ کرے جو شرعی قوانین سے متصادم ہو، ایسا قانون ہمارے لیے ناقابلِ قبول ہوگا۔ اس میمورنڈم پر اس دور کے تقریباً پانچ سو علماء کے تائیدی دستخط تھے۔

اس میمورنڈم میں دو بنیادی مطالبے تھے۔ ایک یہ کہ ہندوستان میں مسلم پرسنل لا کے اجراء کے لیے محکمۂ قضا قائم کیا جائے، چوں کہ شرعی اصول کے مطابق بہت سے مسائل کی تنفیذ کے لیے مسلم حاکم کا ہونا شرط ہے؛ اس لیے قاضیوں کا انتخاب وتقرر اہل السنۃ والجماعۃ سے ہو؛ اس کونسل میں ہر فرقے کے علماء نمائندے اور ممبر ہوں اور مسائل کا فیصلہ ہر فرقہ کے اپنے فقہی اصول پر ہو۔ دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ مسلمانوں کے مذہبی شعائر، مساجد ومدارس، مقابر واوقاف، خانقاہوں اور دیگر دینی رفاہ عام کے تحفظ ونگرانی اور نظم ونسق کے لیے شیخ الاسلام کا عہدہ قائم کیا جو ان تمام شعائر کو تنظیم کے ساتھ چلانے کا ذمہ دار ہو۔

اس کے بعد ۱۹۲۹ء میں ہندوستان میں مسلم اوقاف کی تنظیم کا مسئلہ اٹھا جو مسلم پرسنل لا ہی کا ایک اہم جزو تھا۔ حکومت نے ایک کمیٹی مقرر کی جس نے اوقاف کے متعلق سوالات ملک کے مختلف حلقوں میں بھیجے۔ اس پر وقف کے مسائل کی تفصیلات مرتب کرائی گئیں۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی قیادت میں وقف بل کے مسودے پر شریعت اسلامیہ کے نقطۂ نظر سے تنقید کرتے ہوئے پیش کردہ اشکالات کا تحریری حل پیش کیا گیا اور ساتھ ہی ایک تحریر بنام 'الانصاف فی قانون الاوقاف' مرتب کی گئی جس پر تمام اکابر علماء کے دستخط ثبت ہوئے۔ اس سلسلہ میں وقت کے مناسب تمام مساعی عمل میں لائی گئیں۔

اسی طرح علمائے دارالعلوم نے عائلی قوانین کے مشترک منصوبے کو خلافِ شرع ہونے کی وجہ سے بڑی قوت سے چیلنج کیا اور اس کے خلاف مضامین اور رسائل لکھے۔

مسلم پرسنل لا بورڈ کا قیام

۱۹۷۲ء میں پرسنل لا میں تغیر وتبدل کا مسئلہ بڑے زور شور سے اُٹھا اور اسلام کے فقہی اور شرعی مسائل کو زمانہ حال کی ضرورت کے لیے ناکافی ظاہر کیا گیا تو اس کا علمی جائزہ لینے اور اس کے بارے میں پیش کردہ شبہات کی جواب دہی کے لیے حضرات اساتذہ وارباب افتاء دارالعلوم دیوبند پر مشتمل ایک مسلم پرسنل لا کمیٹی بنائی گئی تاکہ وہ ان مسائل کے سلسلے میں مدلل دفاع کا فریضہ انجام دے۔

اس سلسلے میں اولاً حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم نے ممتاز فضلاء دیوبند کا ایک اجتماع ۱۴؍مارچ ۱۹۷۲ء کو دارالعلوم میں طلب کیا جس میں ملک کے دوسرے دانشوروں کو بھی دعوت دی گئی، وجہ یہ تھی کہ اس مسئلے کے بارے میں ہرچند حضرات علمائے کرام نے بلاشبہ کافی توجہ فرمائی، مضامین مقالات اور رسائل شائع کئے، لیکن یہ ساری جدوجہد انفرادی اور شخصی طور پر ہوئی، ضرورت تھی کہ اجتماعی طور پر اس مسئلے کا شرعی موقف سامنے آئے اسی پر گورنمنٹ بھی توجہ دے سکتی تھی۔ اس نقطۂ نظر سے اولاً علمائے دیوبند کے منتخب حضرات اور ملک کے دوسرے مشاہیر اہلِ دانش کو دارالعلوم میں جمع ہونے کی دعوت دی چنانچہ متعدد مقامی اور غیر مقامی مفکّرینِ ملت شریک ہوئے تاکہ پرسنل لا کے بارے میں شرعی موقف متعین کرلیا جائے۔ اجتماع نے ایک آل انڈیا مسلم پرسنل لا کنونشن کی تجویز منظور کی اور ۲۷-۲۸؍دسمبر ۱۹۷۲ء کو عروس البلاد بمبئی میں اس کنونشن کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔

مقصد کی اہمیت کے پیشِ نظر یہ مناسب اور مفید سمجھا گیا کہ ہندوستان کے مختلف مکاتبِ فکر کے اکابر اور معروف مسلم تنظیموں کے سربراہوں کی طرف سے مشترکہ دعوت نامہ جاری کیا جائے۔ چنانچہ متعینہ تاریخوں میں یہ عظیم کنونشن اپنی غیر معمولی خصوصیات کے ساتھ ممبئی میں منعقد ہوا جس میں ہندوستان کی تمام مسلم جماعتوں نے حصہ لیا۔ مسلمانانِ ہند کے مختلف مکاتبِ فکر کے اجتماع اور نمائندگی کے لحاظ سے یہ کنونشن جس قدر غیر معمولی تھا اُسی حد تک خداتعالیٰ نے اسے کامیاب بھی فرمایا۔ کنونشن کے داعیوں اور مندوبین کی متفقہ رائے سے جن میں سنّی، شیعہ، مہدی، بریلوی، اہلِ حدیث اور جماعتِ اسلامی کے علاوہ دوسری سیاسی غیر سیاسی جماعتوں کے رہنما موجود تھے، حضرت مولانا قاری محمد طیّب صاحب مہتمم دارالعلوم کو کنونشن کا صدر منتخب کیا گیا۔ ہندوستانی مسلمانوں کے مختلف مذہبی مکاتبِ فکر اور طبقات میں سے کوئی طبقہ بھی ایسا نہیں رہا جس کے اکابر علماء وزعماء کنونشن کے پلیٹ فارم پر جمع نہ ہوگئے ہوں۔ اس کنونشن نے اور دوسرے لفظوں میں ہندوستان کے تمام مکاتبِ فکر کے مسلمانوں نے متحدہ آواز کے ساتھ اپنے ریزولیشن کے ذریعے اعلان کردیا کہ وہ کسی حالت میں بھی مسلم پرسنل لا میں تغیر وتبدل کو گوارہ نہیں کرسکتے، یہ شریعتِ اسلامی کا ایک حصہ ہے۔ اس متحدہ آواز کا اثر ملک اور حکومت دونوں پر پڑا اور اس

ذریعے سے ہندوستان کے تمام مسلمان وحدتِ کلمہ کی بنا پر متحد ہو گئے، جو ہندوستان کی تاریخ میں ایک بے مثال صورتِ حال تھی۔ تحریک خلافت کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ ہر مکتبِ فکر کے مسلمانوں نے متحد ہو کر اور ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اسلامی اتحاد کا ثبوت دیا۔

ممبئی کے کنونشن کا بنیادی مقصد پرسنل لا کا تحفظ اور تمام مکاتبِ فکر کے اہلِ علم وفضل اور دانشوروں کی طرف سے یہ اعلان کرنا تھا کہ مسلمانانِ ہند خواہ ان کا تعلق کسی مکتبِ فکر سے ہو اپنے پرسنل لا سے نہ کسی حالت میں دست بردار ہو سکتے ہیں نہ اس میں کسی قسم کی تبدیلی وترمیم گوارا کر سکتے ہیں، اور نہ کسی ایسے قانون کو قبول کرنے کے لیے تیار ہیں جو پرسنل لا کے کسی شرعی جزئیہ پر بھی اثر انداز ہو، بالفاظِ دیگر مسلمان اپنی معاشرتی اور ثقافتی خصوصیات اور امتیازات کو فنا کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، جن پر ان کے ملّی وجود کی عمارت کھڑی ہوئی ہے اور ان کا شرعی اور قومی امتیاز قائم ہے۔(۲)

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اس وقت ملک کا موقر ترین ادارہ ہے جو ہندوستان کے تمام مسلمانوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیّب صاحب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند اس آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے بانی صدر اور حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانیؒ اس کے پہلے جنرل سکریٹری منتخب کیے گئے۔ ان حضرات کے بعد حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی، حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمی، حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب اور حضرت مولانا ولی رحمانی وغیرہ نے اس ادارہ کی قیادت کی اور اپنے عہد کے مسائل کو نہایت خوش اسلوبی اور جرأت کے ساتھ حل کرنے کی کوشش کی۔

دہشت گردی کی مخالفت اور امن پسندی

دارالعلوم دیوبند بنیادی طور پر تعلیمی ادارہ ہے لیکن اس نے عوام الناس کو متاثر کرنے والے قومی اور بین الاقوامی اہم امور ومسائل سے خود کو کبھی بھی دور نہیں رکھا اور اس سلسلہ میں اپنی رائے دینے سے گریز نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ دارالعلوم نے گزشتہ دہائیوں میں ہندوستان اور پورے عالم میں انتہا پسندی اور دہشت گردی جیسے اہم مسائل سے صرف نظر نہیں کیا۔ دارالعلوم نے امن وامان کے قیام کی حمایت اور ہر طرح کی دہشت گردی وانتہا پسندی کی ہمیشہ مخالفت ومذمت کی۔ دارالعلوم کے علماء واکابر نے ہمیشہ جمہوری طرزِ فکر اور بقائے باہم کے اصول کی حمایت اور فرقہ واریت، مسلکی عناد وتعصب، مذہبی منافرت اور نسلی، علاقائی اور لسانی تعصّبات کی کھل کر مخالفت کی۔

حالاں کہ ملک کی فرقہ پرست طاقتوں نے دارالعلوم اور مدارس اسلامیہ کو نشانہ بنائے رکھا اور اس کو دہشت گردی کا اڈہ قرار دیتے رہے؛ لیکن دارالعلوم نے ہمیشہ مثبت اور معقول انداز میں اس الزام کا دفعیہ کیا۔ امریکہ میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو حملہ اور امریکہ کی افغانستان پر چڑھائی کے بعد دارالعلوم کا نام سرخیوں میں آنے لگا تو اس وقت اکابر نے دارالعلوم کے دروازے عالمی اور مقامی میڈیا کے لیے کھول دیے اور ہر کسی کو دارالعلوم آ کر

حقیقتِ حال کو دیکھ کر فیصلہ کرنے کی دعوت دی۔ الحمدللہ دارالعلوم کی اس دانش مندی اور حقیقت پسندانہ حکمتِ عملی کی وجہ سے بدخواہوں کی کوششیں ناکام ہوگئیں اور دارالعلوم کی امن پسندی اور مذہبی رواداری کا نقش قائم ہوگیا۔

دارالعلوم کے دارالافتاء کی طرف سے متعدد بار سوالات کے جواب میں دہشت گردی اور معصوم و بے گناہ لوگوں کو قتل کرنے کے خلاف فتاوی جاری کیے گئے۔ اسی پس منظر میں دارالعلوم دیوبند نے فروری ۲۰۰۸ء میں ایک کل ہند دہشت گردی مخالف کانفرنس منعقد کی جس میں ہندوستان کے اکثر فرقوں اور جماعتوں کے نمائندے شریک ہوئے۔ اس کانفرنس کے ذریعہ ہر طرح کی سرکاری، انفرادی اور جماعتی دہشت گردی کی مذمت کی گئی اور اعلان کیا گیا کہ معصوموں کا ناحق خون سراسر ظلم اور انسانیت کے قتل کے مترادف ہے۔ دارالعلوم کی اس کانفرنس کو عالمی میڈیا نے کوریج دیا اور اس کے مثبت نتائج سامنے آئے۔

دارالعلوم اور مدارس اسلامیہ امن پسند، مہذب اور باوقار شہری تیار کرنے میں ایک اہم کردار ادا کررہے ہیں۔ مدارس اسلامیہ کا نصاب و نظام جہاں ایک طرف دینی و اخلاقی تعلیم دیتا ہے، وہیں ذہنی و روحانی تربیت بھی فراہم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے فضلائے مدارس اخلاقی جرائم سے پاک ہوتے ہیں اور ان کا سماجی ریکارڈ بہت اچھا ہوتا ہے۔

حوالہ جات:

(۱) جمعیۃ علماء نمبر، ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی، ۱۹۹۵ء، ص ۱۱۳-۳۷۴

(۲) تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد اول، ص ۴۰۳-۴۰۹